اسلام، عیسائیت
اور
سیدنا عیسیٰ علیہ السلام
www.KitaboSunnat.com
تالیف
جناب خالد محمود صاحب
سابق یوئیل کنڈن
ادارہ اسلامیات
کراچی — لاہور

اسلام، عیسائیت اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام

تالیف

جناب خالد محمود صاحب

سابق یونیل کنڈن

پبلشرز • بک سیلرز
ایکسپورٹرز
اِدارہ اِسلامیات

موہن روڈ، چوک اُردو بازار، کراچی - فون: ۷۷۲۲۴۰۱

۱۹۰، انار کلی، لاہور، پاکستان فون: ۷۲۴۳۹۹۱ - ۷۳۵۳۲۵۵

دینا ناتھ مینشن، مال روڈ، لاہور فون: ۷۳۲۴۴۱۲ - فیکس: ۹۲-۴۲-۷۳۲۴۷۸۵

اضافہ شدہ جدید ایڈیشن

پہلی بار : جمادی الثانیہ ۱۴۲۰ھ اکتوبر ۱۹۹۹ء

باہتمام : اشرف برادران ' سلمہم الرحمن

کمپوزنگ : سید احمد غنیؒ (جامعہ دارالعلوم کراچی)

ناشر : ادارہ اسلامیات۔ کراچی۔ لاہور

مطبع : ....

ملنے کے پتے

ادارہ اسلامیات — موہن روڈ چوک اردو بازار۔ کراچی
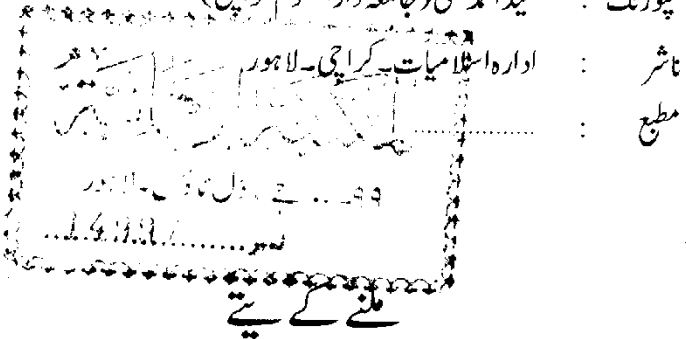
ادارہ اسلامیات — ۱۹۰۔ انار کلی۔ لاہور نمبر ۲

ادارہ اسلامیات — دینا ناتھ مینشن شارع قائداعظم۔ لاہور

ادارۃ المعارف — ڈاک خانہ دارالعلوم۔ کراچی نمبر ۱۴

مکتبہ دارالعلوم — جامعہ دارالعلوم کراچی۔ کراچی نمبر ۱۴ (۷۵۱۸۰)

بیت القرآن — اردو بازار۔ کراچی

دارالاشاعت — ایم۔ اے جناح روڈ۔ کراچی

ادارہ تالیفات اشرفیہ — بیرون بوہڑ گیٹ۔ ملتان

ترتیب

جامعہ فاروقیہ کے ماہنامہ ''الفاروق'' کا تبصرہ

محترم خالد محمود ایک نو مسلم ہیں جنہوں نے ۱۹۸۸ء میں جامعہ عربیہ اسلامیہ' نیو ٹاؤن کراچی میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ چونکہ خالد محمود کی پرورش و پرداخت خود ایک عیسائی گھرانے اور عیسائی ماحول میں ہوئی تھی' اور وہ اس کے اندرونی مزاج کو بخوبی سمجھتے ہیں' اس لئے ان کے پاس عیسائیوں کو ان کے اپنے مزاج کے مطابق دین اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کا ایک خصوصی موقع ہے۔ چنانچہ اس نیک مقصد کے تحت ان کی ایک عیسائی پادری شمعون ناصر سے خط و کتابت بھی ہوئی جس میں محترم خالد محمود صاحب نے اسلام اور عیسائیت کا موازنہ کیا ہے۔ یہ تحریر اسی خط و کتابت کے نتیجے میں وجود میں آئی جو افادہ عام کے لئے شائع کی جا رہی ہے۔ مصنف کی یہ تحریر نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ عصر حاضر کے ان عیسائی حضرات کے لئے بھی ذریعہ ہدایت ثابت ہو گی کہ جو ہدایت کے طالب ہیں۔ (انشاءاللہ)

(الفاروق)

عرض مؤلف

جنوری ۱۹۹۵ء کے شروع میں ماہنامہ "محقق" (لاہور) کے مدیر اعلیٰ جناب کرنل (ر) محمد ایوب خان صاحب نے اپنا تحریر کردہ کتابچہ بنام "عیسیٰ علیہ السلام بزبان خود" کے چند نسخے میرے نام اس غرض سے روانہ کئے تھے کہ بحیثیت نومسلم میں اس کتابچہ کی کاپیاں جان پہچان رکھنے والے عیسائیوں میں تبلیغی انداز پر تقسیم کردوں' چھتیس صفحات پر مشتمل مذکورہ کتابچہ ردعیسائیت پر مختلف عنوانات پر اجمالی حیثیت سے ایک اچھی تحریر ہے اور عام فہم بھی۔

لہٰذا میں نے جان پہچان رکھنے والے عیسائیوں اور پاکستان میں کراچی کی سطح پر کام کرنے والے ان عیسائی مشنری اداروں کو بھی یہ کتابچہ بذریعہ ڈاک روانہ کردیا' جن کو احقر جانتا ہے۔

اس کتابچہ کی کچھ کاپیاں بچیں تو کراچی میں عیسائیت کی تبلیغ کرنے والے چند عیسائی پادری جو مشنری بھی ہیں۔ ان کے پتے اپنے ایک دوست سے لیکر ان کو بھی یہ کتابچہ روانہ کردیا' ان میں سے ایک عیسائی پادری شمعون ناصر صاحب نے اس کتابچہ کے جواب میں " دین اسلام" اور "اہل اسلام" پر اعتراضات کرتے ہوئے ایک خط میرے نام روانہ کیا' پادری شمعون ناصر صاحب کا خط پڑھ کر دل میں تحریک پیدا ہوئی کہ اسکا جواب لکھا جائے' چنانچہ انیس صفحات پر موصوف کے خط کا سرسری جواب لکھدیا۔

ان انیس (۱۹) صفحات کو جامعہ بنوریہ کے استاذ حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری صاحب کی خدمت میں لیکر حاضر ہوا تو انہوں نے "ماہنامہ الاشرف" (کراچی) میں میرے ان انیس (۱۹) صفحات کے اس جواب کو "ایک پادری کے خط کا جواب ایک نومسلم کے قلم سے" کے زیر عنوان دو قسطوں میں شائع کردیا۔ مگر دل میں خواہش رہی کہ پادری صاحب کے خط کا جواب مزید تفصیلی لکھوں' لیکن وقت میسر نہ آسکا۔

کچھ عرصہ کے بعد جامعہ دارالعلوم کراچی میں ملازمت اختیار کی تو وقت بھی میسر آیا اور اللہ تعالیٰ نے جامعہ دارالعلوم کی لائبریری سے بھی استفادہ کرنے کا موقع دیا۔ لہٰذا "اسلام، عیسائیت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام" کے زیر عنوان پادری صاحب کے خط کا تفصیلی جواب لکھا۔ جو جامعہ فاروقیہ کے ماہنامہ "الفاروق" میں چھ قسطوں پر شائع ہوا۔ ایک ادارے نے میری اجازت کے بغیر میرے اس تفصیلی جواب کو غلط انداز اور ادھوری شکل میں شائع کیا ہے۔ مگر اب الحمدللہ اس مضمون کی صحیح اور تصحیح شدہ شکل کو جامعہ دارالعلوم کے محترم استاذ گرامی حضرت مولانا محمود اشرف صاحب مدظلہم نے "ادارہ اسلامیات" سے شائع کرنے کا انتظام و اہتمام فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کو اس کتاب کی اشاعت پر جزائے عظیم عطا فرمائے۔

کتاب کے شروع میں پادری شمعون ناصر صاحب کا خط بھی شامل کر دیا ہے۔ اور قاری کی آسانی اور توجہ کیلئے احقر نے پادری صاحب کے خط کو اپنے مضمون میں بھی تقسیم کر کے جواب لکھا ہے۔

کتاب کے آخر میں ردعیسائیت پر اپنے تین مضامین جو مختلف عنوانات کے تحت ماہنامہ "الفاروق" میں شائع ہوئے انکو بھی افادہ کی غرض سے اس کتاب میں شامل کر دیا ہے۔ نیز "میں مسلمان کیوں ہوا" اس عنوان کے زیر میں اپنے "قبول اسلام" کے حالات کو بھی اس کتاب کے آخر میں شامل کر دیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اس سعی کو میری مغفرت کا ذریعہ بنا دے۔ آمین ثم آمین۔

آخر میں میری اس کتاب کے قاری سے درخواست ہے کہ میرے لئے اور میرے اہل و عیال کیلئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے اہل خانہ کو دین اسلام پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

خالد محمود

۲۴ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ

پیش لفظ

از محمود اشرف عثمانی۔ استاذ جامعہ دار العلوم کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زیر نظر تالیف "اسلام ' عیسائیت اور سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام" برادر مکرم جناب خالد محمود صاحب (سابق یوئیل لندن) کے پانچ مقالات کا مجموعہ ہے۔ جناب خالد محمود صاحب ان خوش نصیبوں میں شامل ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنی خصوصی ہدایت سے سر فراز فرمایا اور انہوں نے عیسائیت ترک کر کے دین اسلام کو قبول کیا ہے۔ ان کے اسلام لانے کا واقعہ زیر نظر کتاب میں بھی شامل ہے اور میں مسلمان کیوں ہوا؟ کے نام سے صدیقی ٹرسٹ کے ذریعہ کتابچہ کی شکل میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

اسلام قبول کرنے کے بعد خالد محمود صاحب نے اسلام اور عیسائیت سے متعلق کئی مفید مضامین تحریر کئے ' اور انکے ذریعہ اپنی سابقہ برادری کے احباب اور رشتہ داروں کو دین حق کی طرف دعوت دی اس سلسلہ میں انہوں نے ایک پادری شمعون ناصر کے نام ایک تفصیلی تحریر بھیجی جس میں انہوں نے اسلام اور عیسائیت کا موازنہ کر کے حقائق کو آشکارا کیا۔ یہ تحریر ماہنامہ الاشرف میں بھی طبع ہوئی اور ماہنامہ "الفاروق" میں بھی۔ انکی خواہش تھی کہ یہ تحریر رسالہ کی شکل میں بھی طبع ہو کر مخلوق خدا کی ہدایت کا ذریعہ بنے۔ احقر نے جب اس تحریر کو پڑھا تو مفید پایا اور توکلا علی اللہ "ادارہ اسلامیات" سے اسکی طباعت کا ارادہ کر لیا جب طباعت کا مرحلہ شروع ہوا تو خیال ہوا کہ اس موضوع پر ممدوح سلمہم اللہ کے سب مضامین کو کتابی شکل دیدی جائے تو نفع کی زیادہ توقع ہے۔

چنانچہ بحمد اللہ اس خواہش کے مطابق اسلام اور عیسائیت سے متعلق مؤلف کے پانچ مضامین کا یہ عمدہ مجموعہ اب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ امید ہے کہ انشاء اللہ یہ مجموعے اس موضوع پر بہت سارے لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کا ذریعہ ثابت ہوگا اور لوگ اس کتاب کے ذریعہ بہت آسانی سے اس موضوع پر عمدہ معلومات حاصل کر سکیں گے۔

احقر محمود اشرف غفر اللہ لہ

استاذ الحدیث جامعہ دار العلوم کراچی ۱۴

۲۰ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ

کتاب میں شامل مضامین کی مفصل فہرست

اسلام، عیسائیت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

اسلام
عیسائیت
اور
حضرت عیسیٰ علیہ السلام

انتساب

حضرت مولانا رحمت اللہ علیہ کیرانوی صاحب مرحوم و مغفور کے نام کہ جنھوں نے ردعیسائیت پر "اظہار الحق" بمعروف "بائبل سے قرآن تک" جیسی بے مثال اور گراں قدر کتاب لکھ کر اہل نصاریٰ کو "حق و باطل" میں فرق کی دعوت فکر دی ہے' اور اہل اسلام پر احسان عظیم فرمایا ہے۔

خالد محمود

شمعون ناصر (پادری) کا خط مولف کے نام

مسٹر خالد محمود

آداب عرض یہ ہے کہ آپ نے ادارہ اشاعت القرآن کا ایک پمفلٹ مجھے بذریعہ ڈاک بھیجا ہے' جو مجھے مل گیا ہے۔ میں آپ کو نہیں جانتا پھر آپ نے مجھے یہ پمفلٹ بھیجنے کی ضرورت کیوں محسوس کی۔

اگر آپ مجھے اسلام سکھانا چاہتے ہیں تو اسلام کے متعلق لکھ کر بھیجئے اس میں کیا ہے؟ جس کی آپ پیروی کر کے امن و سلامتی کے ساتھ سکون سے رہ رہے ہیں تاکہ ہم بھی وہ سکون حاصل کریں آپ کے حضرت (ﷺ' ناقل) نے کیا نبوت کی تھی کس کے متعلق نبوت کی تھی کب پوری ہوئی اس کا میرے ساتھ کیا تعلق ہے۔ اسلام اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری مسلمان اس پر عمل کرنے والا ہے اس لحاظ سے آپ لوگ نہ اسلام کے پیروکار' نہ مسلمان ہیں۔ ہمیں کیا دعوت دیتے ہو اس پمفلٹ میں آپ نے چاند پر تھوکنے کی کوشش کی ہے۔ ہم آپ کو منع کیوں کریں ہمارے خداوند کی نہ توہین ہوتی ہے' نہ اس کے متعلق گستاخی اس لئے کہ مستند ہستی مستند ہوتی ہے۔ اس کی توہین نہ اس کے متعلق گستاخی ہوتی ہے بلکہ ایسا کرنے والے کو خود شرمندہ ہونا پڑتا ہے جیسے چاند پر تھوکنے والے کو۔

اگر ایسا ہی پمفلٹ ہم آپ کے گھروں میں بھیج دیں تو اسلام خطرے میں اور عدالتوں کی گھنٹیاں بجنے لگیں گی۔

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر مارنے کا شوق ہو تو اپنے گھر پر پتھر پھینکنے والوں کے لئے قوانین نہیں بنایا کرتے جواب دیا کرتے ہیں۔

اگر آپ کو تبلیغ کرنے کا شوق ہے تو بات کرنے کے ساتھ بات سننے کا حوصلہ بھی ہو جو آپ میں نہیں۔

آپ کے دعوے کہاں تک سچے ہیں ' دنیامیں آپ کے دین کو کتنے لوگ قبول کر رہے ہیں 'نتیجہ سامنے ہے ۔

پانچ وقت کا نمازی نماز سے جو نجات کا ذریعہ ہے ۔کاعمل کے سامنے پیش کر رہا ہے ۔

کیا آپ دفترمیں باریش آدمی سے جس کے متھے محراب بنے ۔رشوت نہ لیکر کام کرنے کی توقع کر سکتے ہیں ایسا شخص بغیرپانی دودھ بیچ رہا ہے ؟۔

پاکستان میں کافروں (بقول آپ کے)کے مال کی مانگ ہے ۔مومنوں کی چیز تو کوئی لینا پسند نہیں کرتا اس لئے کہ بد دیانتی سچے مذہب کے پیروکار ہونے کے عمل کے ثبوت کی دوائی ہے ۔

آپ کا مذہب آپ کا عمل ہے 'ایسے عمل سے آپ خود بھی نفرت کرتے ہیں ' دوسرے اس کو کیا اپنائیں گے ۔

نوٹ :مناسب سمجھیں تو اپنے ادارے کو کاپی بھیج دیں تاکہ وہ قرآن کی اشاعت کریں جیسا ان کا نام ہے ۔

ایس ناصر

مولف کی طرف سے (پادری) شمعون ناصر کے خط کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب پادری شمعون ناصر صاحب!

سلام علی من اتبع الھدی

آنجناب کا تحریر کردہ خط موصول ہوا' ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ آپ کے خط کا مختصر سا جواب ترش زبانی میں دے دیا جاتا' جس طرح کے آنجناب نے "ادارہ اشاعت القرآن" (لاہور) کی جانب سے شائع ہونے والے کتابچہ "عیسیٰ علیہ السلام بزبان خود" کے جواب میں دیا ہے۔

لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے خط کا جواب سطر بہ سطر دیا جائے اور اپنے خط میں جو سوالات آپ نے "دین اسلام" اور "اہل اسلام" (مسلمانوں) پر اعتراض کرتے ہوئے اٹھائے ہیں' ان کا جواب تفصیلی لکھا جائے۔

آنجناب لکھتے ہیں:

> "آداب عرض یہ ہے کہ آپ نے ادارہ اشاعت القرآن کا ایک پمفلٹ مجھے بذریعہ ڈاک بھیجا ہے' جو مجھے مل گیا ہے۔ میں آپکو نہیں جانتا پھر آپ نے مجھے یہ پمفلٹ بھیجنے کی ضرورت کیوں محسوس کی۔"

سابقہ ادیان کا نچوڑ

آپ کے یہ دونوں سوال سر آنکھوں پر' اس لئے سب سے پہلے احقر اپنا تعارف کرائے دیتا ہے' احقر ایک عیسائی گھرانے سے تعلق رکھنے والا نوجوان تھا' ۱۹۸۶ء کے ماہ رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ نے "دین اسلام" قبول کرنے اور اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔[لہ]

لہ اس ناکارہ نے اپنے "قبول اسلام" کا تفصیلی قصہ "میں مسلمان کیوں ہوا" کے زیر عنوان لکھا ہے [illegible] "صدیقی ٹرسٹ" (لسبیلہ چوک کراچی) نے شائع کیا ہے۔

اس کے بعد باقاعدہ طور پر گواہوں کے ساتھ ۱۹۸۸ء میں ”جامعہ عربیہ اسلامیہ“ نیوٹاؤن (کراچی) میں حاضر ہوکر ایک عالم دین کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

اور ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دین اسلام کا مطالعہ بھی شروع کر دیا' اسلامی کتب کے مطالعہ کے بعد معلوم ہوا کہ ”دین اسلام“ ہی وہ واحد دین ہے' جس کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے ذریعے تمام انسانیت کی فلاح کا معیار بنایا ہے' اور یہ وہ ”دین حق“ ہے' جو سابقہ ادیان کا نچوڑ ہے' جس کی تعلیم کا اول مقصد ایک ”اللہ“ کی وحدانیت کا قولی اور فعلی اقرار ہے' اور اس کے ساتھ پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کا عزت و اکرام کے ساتھ تعارف شامل ہے' جس میں عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل ہیں۔

لیکن چونکہ ”نبوت“ کا سلسلہ اللہ تعالیٰ نے آقاء دوجہاں نبی کریم ﷺ پر ختم فرمایا ہے' اور اس بارے میں انبیاء علیہم السلام پیشنگوئیاں کرتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ خود عیسیٰ علیہ السلام کی (یسوع مسیح) ایک بشارت (پیشنگوئی) کو نقل کرتے ہوئے قرآن مجید فرقان حمید فرماتا ہے:

"واذقال عیسی ابن مریم یبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التورۃ و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد ،فلما جاءھم بالبینت قالوا ھذا سحر مبین"

”اور (وہ وقت قابل ذکر ہے) جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا“ اے بنی اسرائیل میں تمہاری جانب اللہ کا رسول (ایلچی) ہوں' تصدیق کرنے والا ہوں توراۃ کی جو میرے سامنے موجود ہے۔ اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد (فارقلیط) ہوگا پس جب ان کے پاس وہ (خدا کا پیغمبر) دلائل لے کر آیا تو یہ کہنے لگے یہ تو کھلا جادو ہے۔“ (صف: پ ۲۸ ع ۱)

کونے کے سرے کا پتھر

حضرت عیسیٰ علیہ السلام (یسوع مسیح) کی زبانی اس قرآنی بشارت سے آگے چلیں تو معلوم ہوگا کہ اس پیارے نبی کریم ﷺ کی پیشنگوئیاں موجودہ ”بائبل“ میں بھی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی کثیر تعداد میں ملتی ہیں۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ کے بارے میں یسوع مسیح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی بشارت نقل کرتے ہوئے "بائبل مقدس" کہتی ہے :

"ایک اور تمثیل سنو' ایک گھر کا مالک تھا جس نے تاکستان اگایا اور اسکی چاروں طرف احاطہ گھیرا اور اس میں حوض کھودا اور برج بنایا اور اسے باغبانوں کو ٹھیکے پر دیکر پر دیس چلا گیا' اور جب پھل کا موسم قریب آیا تو اس نے اپنے نوکروں کو باغبانوں کے پاس اپنا پھل لینے کو بھیجا اور باغبانوں نے اسکے نوکروں کو پکڑ کر کسی کو پیٹا اور کسی کو قتل کیا اور کسی کو سنگسار کیا' پھر اس نے اور نوکروں کو بھیجا جو پہلوں سے زیادہ تھے اور انہوں نے ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا۔ آخر اس نے اپنے بیٹے کو ان کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ وہ میرے بیٹے کا تو لحاظ کریں گے۔ جب باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا تو آپس میں کہا یہی وارث ہے۔ آؤ اسے قتل کر کے اسکی میراث پر قبضہ کرلیں' اور اسے پکڑ کر تاکستان سے باہر نکالا اور قتل کر دیا۔ پس جب تاکستان کا مالک آئے گا تو ان باغبانوں کے ساتھ کیا کرے گا؟ انہوں نے اس سے کہا ان بدکاروں کو بری طرح ہلاک کرے گا اور تاکستان کا ٹھیکہ دوسرے باغبانوں کو دے گا جو موسم پر اسکو پھل دیں۔ یسوع نے ان سے کہا کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا کہ :

جس پتھر کو معماروں نے رد کیا۔

وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔

یہ خداوند کی طرف سے ہوا۔

اور ہماری نظر میں عجیب ہے۔

اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی
جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دیدی جائے گی ۔
اور جو اس پتھر پر گرے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے لیکن جس پر وہ
گرے گا اسے پیس ڈلے گا' اور جب سردار کاہنوں اور فریسیوں
نے اسکی تمثیلیں سنیں تو سمجھ گئے کہ ہمارے حق میں کہتا
ہے ۔'' (متی باب ۲۱ آیت ۳۳ تا ۴۶)

آنحضرت ﷺ کے بارے میں یسوع مسیح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی اس ''تمثیلی پیشگوئی''
پر حقائق کو بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ مرحوم مغفور اپنی کتاب
''اظہار الحق'' (بائبل سے قرآن تک) جلد سوم میں فرماتے ہیں :

''ذرا غور کیجئے' اس تمثیل میں مالک مکان سے مراد
اللہ تعالیٰ ہیں' اور باغ سے شریعت کی جانب اشارہ ہے' اور
اس کا احاطہ گھیرنے اور اس میں شیرۂ انگور کے لئے حوض
کھدوانے اور برج بنوانے سے محرمات اور مباحات اور اوامرو
نواہی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے' سرکش مالیوں سے مراد جیسا کہ
کاہنوں کے سرداروں نے سمجھا یہودی ہیں اور بھیجے ہوئے
نوکروں کا مصداق انبیاء علیہم السلام ہیں' بیٹے سے مراد عیسیٰ
علیہ السلام ہیں' اور باب ۴ میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام
کے لئے اس لفظ کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے' اور ان
کے نظریہ کے مطابق یہودیوں نے ان کو قتل بھی کیا' اور وہ پتھر
جس کو معماروں نے رد کر دیا تھا' یہ کنایہ ہے محمد ﷺ سے' اور
وہ امت جو اس کے پھل لائے گی اس کا اشارہ امت محمدیہ کی
جانب ہے' اور یہی وہ پتھر ہے کہ جو اس پر گرا ریزہ ریزہ ہو گیا'
اور جس شخص پر یہ پتھر گرا وہ پس گیا'
رہا عیسائی علماء کا یہ بے بنیاد دعویٰ کہ اس پتھر کا

مصداق حضرت مسیح ہیں جو یہ چند وجوہ سے باطل اور غلط ہے :

پہلی وجہ

داؤد علیہ السلام نے زبور نمبر ۱۱۸ میں یوں فرمایا ہے کہ :

"جس [1] پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا' یہ خداوند کی طرف سے ہوا' اور ہماری نظر میں عجیب ہے۔"

اب اگر اس پتھر کا مصداق حضرت مسیح علیہ السلام کو مانا جائے جو نسلاً خود بھی یہودی ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہودا اور خود داؤد علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں تو پھر یہودیوں کی نگاہوں میں یہ عجیب کیوں نظر آیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کونے کے سرے کا پتھر بن گئے؟ بالخصوص داؤد علیہ السلام کی نظر میں اس کے عجیب ہونے کی کیا وجہ ہے؟ جب کہ عیسائیوں کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ داؤد علیہ السلام اپنی زبور میں عیسیٰ علیہ السلام کی بے حد تعظیم کرتے تھے' اور ان کے خدا ہونے کے معتقد تھے' ہاں یہ بات بنی اسماعیل کے کسی فرد کے بارے میں درست ہو سکتی ہے' اس لئے کہ یہودی بنی اسماعیل کو بڑی حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے' اور ان میں سے کسی شخص کا ترقی پا کر "کونے کے سرے کا پتھر" بن جانا ان کے لئے یقیناً تعجب خیز ہو سکتا ہے۔

دوسری وجہ

یہ کہ اس کلام میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ "جو شخص اس پتھر پر گرے گا وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا' اور جس پر وہ پتھر گرے گا اس کو پیس دے گا" یہ وصف کسی صورت میں حضرت مسیح

---

[1] بائبل کے شارح اس بات پر متفق ہیں کہ انجیل متی کی مذکورہ عبارت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کتاب مقدس کی جس عبارت کی طرف اشارہ فرمایا ہے وہ زبور ۱۱۸ : ۲۲ کی یہی عبارت ہے۔

علیہ السلام پر صادق نہیں آتا کیونکہ مسیح کا قول ہے :

"اگر کوئی میری باتیں سن کر ان پر عمل نہ کرے تو میں اس کو مجرم نہیں ٹھہراتا[1] کیونکہ میں دنیا کو مجرم ٹھہرانے نہیں بلکہ دنیا کو نجات دینے آیا ہوں ۔"

جیسا کہ انجیل یوحنا کے باب ۱۲ میں موجود ہے ' اس کے برعکس محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا صادق آنا محتاج بیان نہیں ہے ' کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدکاروں شریروں کی تنبیہہ پر مامور تھے ' لہٰذا اگر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گریں گے تب بھی شکستہ اور ریزہ ریزہ ہوں گے ' اور اگر وہ ان پر مسلط ہوں گے تو پیس دیں گے ۔

تیسری وجہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ : "میری اور دوسرے پیغمبروں کی مثال ایسے محل کی ہے جس کی عمارت بڑی خوبصورت ہے ' مگر اس کے کسی حصہ میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے ' دیکھنے والے آتے ہیں ' اور عمارت کی خوبصورتی کو دیکھ کر عش عش کرتے اور حیرت کرتے ہیں ' سوائے اس ایک اینٹ کی جگہ کے ' اس عمارت کی تکمیل مجھ سے ہوئی اور مجھ پر رسولوں کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے ۔"[2]

اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت دوسرے دلائل سے ثابت ہے جیسا کہ نمونہ کے طور پر کچھ گذشتہ مسلکوں میں ہم نے ذکر کئے

---

[1] یہاں مجرم ٹھہرانے سے مراد سزا کا فیصلہ کرنا یا سزا دینا ہے ' چنانچہ موجودہ عربی ترجمہ میں یہاں "لا ادینہ" کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں "میں اسے سزا نہیں دیتا" اور انگریزی ترجمہ میں جو الفاظ ہیں ان کے معنی ہیں "میں اس کے لئے سزا کا فیصلہ نہیں کرتا"

[2] رواہ البخاری فی کتاب الانبیاء و مسلم فی الفضائل و احمد فی مسندہ (جمع الفوائد ص [illegible] ج ۲)

ہیں' اس بناپر اس بشارت کے سلسلہ میں اگر آپ کے قول سے
بھی استدلال کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہ ہو گا۔

چوتھی وجہ

خود حضرت مسیح علیہ السلام کے ظاہر کلام سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ
پتھر بیٹا نہیں ہو سکتا۔[1]

(اظہار الحق ، ص ۱۵ تا ۳۱۸)

سچائی کی روح

حقائق پر مبنی حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس تبصرے کے بعد اب آتا ہوں' اس بشارت کی طرف جو "بائبل" میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یوں مذکور ہے کہ :

"لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ' مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا' اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا' گناہ کے بارے میں اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے' راستبازی کے بارے میں اس لئے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے' عدالت کے بارے میں اس لئے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا ہے۔ مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے' لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام

---

[1] اس لئے کہ آپ نے "بیٹے" اور "پتھر" دونوں کا ذکر علیحدہ علیحدہ کیا ہے۔

سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا' وہ میرا جلال ظاہر کرے گا اس لئے کہ مجھ ہی سے حاصل کر کے تمہیں خبریں دے گا' جو کچھ باپ کا ہے وہ سب میرا ہے' اس لئے میں نے کہا کہ وہ مجھ ہی سے حاصل کرتا ہے اور تمہیں خبریں دے گا۔" (یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۳ تا ۱۶)

فارقلیط

"یوحنا کی انجیل" کی اس بشارت پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب ﷫ نے "فارقلیط"[1] سے مراد "روح القدس" نہیں آنحضرت ﷺ

---

[1] مسیحی علماء یوحنا کی انجیل میں لفظ "مددگار" کا مصداق "روح القدس" کو قرار دیتے ہیں' جس کو حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب ﷫ نے "فارقلیط" لکھا ہے' اور حضرت مولانا شبیر احمد حسینی صاحب نے اپنی کتاب "اسلام اور عیسائیت" میں "فارقلیط کون ہیں" کے عنوان سے بحث کرتے ہوئے حضرت علامہ محمد عبدالحق الحقانی صاحب ﷫ دہلوی کی تفسیر "تفسیر حقانی" کا حوالہ دیا ہے' جس سے اس بات کی وضاحت ہوجاتی ہے کہ لفظ فارقلیط کی حقیقت کیا ہے۔ چنانچہ سورہ صف کے زیر عنوان آپ لکھتے ہیں:

"ہم کہتے ہیں یہ بشارت ہمارے نبی پاک کی ہے آنحضرت ﷺ کے تشریف لانے کی آپ ﷺ بشارت دے رہے ہیں اور آنحضرت ﷺ کا نام احمد ﷺ بھی ظاہر کر رہے ہیں' اس لئے کہ حضرت عیسیٰ ﷤ عبرانی زبان میں کلام کرتے تھے' اور عبرانی میں صاف احمد ﷺ کا لفظ ذکر کیا تھا' اہل کتاب کی عادت ہے کہ جب وہ کسی کلام کا ترجمہ کرنے بیٹھتے ہیں تو ناموں کا بھی ترجمہ کر دیا کرتے ہیں۔ اس کے بہت سے نظائر موجود ہیں' پھر جب یوحنا کے کلام کا یونانی میں ترجمہ کیا تو احمد کا ترجمہ بھی کر دیا' اور یونانی زبان میں "پیرکلوطوس" لکھدیا جس کے معنی ہیں احمد ﷺ یعنی "بہت سراہا گیا بہت حمد کرنے والا" نیز آپ "بحث اول فارقلیط" کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔

"چوتھا قول وہ ہے کہ جس کو ہم نے پہلے فاضل محقق مولانا مولوی محمد رحمت اللہ صاحب مرحوم کی کتاب اظہارالحق سے نقل کیا تھا کہ حضرت عیسیٰ ﷤ نے عبرانی زبان میں پیش گوئی کی اور آنحضرت ﷺ کا خاص نام احمد ﷺ لیا مگر جب اس کا یونانی زبان میں ترجمہ ہوا تو اس سے ہم معنی لفظ پیرکلوطوس' ذکر کیا جس کا معرب فارقلیط ہوا۔" (تفسیر حقانی)' (اسلام اور عیسائیت' ص ۳۴۳ و ۳۴۴)

لفظ "فارقلیط" کی مزید تحقیق کے لئے کتاب "اسلام اور عیسائیت" اور کتاب "اظہارالحق" جلد سوم ملاحظہ فرمائیں۔ خالد

ہیں'' کے زیر عنوان ''تیرہ دلائل'' ذکر فرمائے ہیں۔

مگر احقر نے اوپر جو بشارت نقل کی ہے حضرت مولانا نے اس پر ''آٹھویں دلیل'' سے بحث شروع فرمائی ہے' لہٰذا آپ فرماتے ہیں:

آٹھویں دلیل

عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا تھا:

''اگر میں نہ جاؤں تو وہ (فارقلیط) تمہارے پاس نہیں آئے گا' لیکن اگر جاؤں گا تو تمہارے پاس بھیج دوں گا۔''

ملاحظہ کیجئے! اس میں حضرت مسیح اس کی آمد کو اپنے جانے پر معلق کر رہے ہیں' حالانکہ وہ روح حواریوں پر عیسیٰ علیہ السلام کی موجودگی ہی میں نازل ہو چکی تھی' جب کہ آپ نے ان کو اسرائیلی شہروں کی جانب روانہ کیا تھا' اس وقت روح کا نزول عیسیٰ علیہ السلام کی روانگی پر موقوف نہیں کیا گیا تھا' نتیجہ صاف ہے کہ فارقلیط سے مراد وہ روح ہرگز نہیں ہو سکتی' بلکہ اس کا مصداق یقیناً وہی شخص ہو سکتا ہے جس سے حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے سے قبل کسی قسم کا فیض حاصل نہیں کیا' اور اس کی آمد مسیح علیہ السلام کی روانگی پر موقوف ہو' اور یہ ظاہر ہے کہ یہ پوری بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتی ہے' کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری عیسیٰ علیہ السلام کے چلے جانے کے بعد ہوئی' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد عیسیٰ علیہ السلام کی روانگی پر موقوف بھی تھی' اس لئے کہ دو مستقل شریعتوں والے پیغمبروں کا وجود ایک زمانہ میں ممکن نہیں ہے' ہاں اگر دوسرا پہلے رسول کی شریعت کا متبع ہو یا دونوں کسی ایک شریعت کے تابع ہوں تو بے شک اس طرح کے دو یا دو سے زیادہ بھی پیغمبر ایک زمانہ اور ایک مقام پر آ سکتے ہیں' اس قسم کے بے شمار انبیاء حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان

میں آچکے ہیں۔

نویں دلیل

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

”وہ دنیا کو ملامت کرے گا۔“

یہ قول حضور ﷺ کے لئے نص جلی کے درجہ میں ہے کیونکہ آپ ﷺ ہی ایسے شخص ہیں جنھوں نے سارے جہان کو للکارا، اور ملامت کی، بالخصوص یہودیوں کو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لانے پر ایسی ملامت کی جس میں شاید کوئی کٹر معاند اور متعصب دشمن ہی شک کر سکتا ہے، اور آپ ﷺ ہی کے خلف الرشید امام مہدی کانے دجال اور اس کے ماننے والوں کے قتل کرنے میں عیسیٰ علیہ السلام کے رفیق اور معاون ہوں گے، بخلاف نازل ہونے والی روح کے کہ اس کا ملامت کرنا کسی اصول کے ماتحت درست نہیں ہوتا، اور اس کے نزول کے بعد بھی حواریوں کا منصب ملامت کرنے کا نہ تھا، اس لئے کہ وہ لوگ قوم کو ترغیب اور وعظ کے ذریعہ دعوت دیتے تھے۔

لیکن پادری رانگین اپنی کتاب موسوم بدافع البہتان میں جو اردو زبان میں ہے، اور خاص صولة الضیغم کے رد میں لکھی گئی ہے، اس کے جواب میں کہتا ہے:

”ملامت کرنے کے الفاظ نہ تو انجیل میں موجود ہیں، اور نہ ہی انجیل کے کسی ترجمہ میں، بلکہ اس کو مدعی نے محض اس لئے بڑھا دیا ہے تاکہ یہ بشارت محمد ﷺ پر واضح طور پر صادق آجائے، کیونکہ محمد ﷺ نے ملامت اور دھمکی بہت دی، مگر

اس قسم کا مغالطہ دینا اور دھوکہ دہی مومنین اور اللہ سے ڈرنے والوں کی شان سے بعید ہے۔"

یہ بات قطعی باطل اور غلط ہے 'اس لئے کہ یہ پادری یا تو جاہل دھوکہ باز ہے' یا ایسا شخص ہے جو نہ صرف یہ کہ مغالطہ دینا چاہتا ہے بلکہ ایمان سے بھی خالی اور خوف خداوندی سے بھی عاری ہے 'اس لئے کہ یہ الفاظ ان عربی تراجم میں جن سے میں نے یوحنا کی عبارت نقل کی ہے موجود ہیں۔

نیز اس عربی ترجمہ مطبوعہ روما عظمی ۱۷۱۶ء میں بھی پائے جاتے ہیں' ترجمہ عربی مطبوعہ بیروت ۱۸۶۰ء کی عبارت اس طرح ہے کہ:

"اور جب وہ آئے گا تو گناہ پر ملامت کرے گا۔"

اور ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۵ء میں اور فارسی تراجم مطبوعہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء میں الزام کا لفظ موجود ہے'

اور تبکیت[له] اور الزام دونوں الفاظ توبیخ اور ملامت کے قریب قریب ہیں 'مگر اس پادری کی کیا شکایت کی جائے' جبکہ "این خانہ ہمہ آفتاب است" کے مطابق تمام علماء پروٹسٹنٹ کی یہ عام عادت بن گئی ہے' اسی وجہ سے فارسی اور اردو کے ترجموں نے فارقلیط کو چھوڑ دیا 'مسلمانوں میں یہ لفظ حضور ﷺ کے حق میں مشہور ہو چکا ہے' کیونکہ یہ لوگ جو اس کے اسلاف ہیں انہوں نے بھی روح کی جانب مونث ضمیریں راجع کیں' تاکہ عوام کو اس اشتباہ میں مبتلا کیا جائے کہ اس کا مصداق کوئی

له [illegible] ترجموں میں "قصور وار ٹھہرائے گا" کے الفاظ موجود ہیں۔

مونث ہے نہ کہ مذکر۔

دسویں دلیل

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ:

"گناہ کے بارے میں اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے۔"[1]

یہ قول اس امر پر دلالت کر رہا ہے کہ فارقلیط منکرین عیسیٰ پر ظاہر ہوکر ان کو مسیح پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے ملامت کریں گے' یہ بات نازل ہونے والی روح پر قطعی صادق نہیں آتی' کیونکہ وہ لوگوں پر ملامت کرنے کے لئے ظاہر نہیں ہوئی۔

گیارہویں دلیل

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ:

"مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں' مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔"

اس جملے کی روشنی میں بھی فارقلیط سے روح مراد نہیں لی جا سکتی' کیونکہ اس نے عیسیٰ علیہ السلام کے احکام میں کسی حکم کا اضافہ نہیں کیا' اس لئے کہ عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق اس نے حواریوں کو تثلیث کے عقیدے اور سارے عالم کو دعوت دینے کا حکم دیا تھا' ایسی شکل میں اس نے عیسیٰ علیہ السلام کے ان اقوال میں جو آپ علیہ السلام نے عروج آسمانی تک ارشاد فرمائے تھے' کون سی زائد بات کا اضافہ کیا؟ بلکہ اس روح کے نزول کے بعد ان لوگوں نے سوائے بعض احکام عشرہ کے جو سفر خروج کے باب ۲۰ میں مذکور ہیں جملہ احکام توریت

---

[1] یوحنا ۱۶ : ۵

کو ختم کر دیا، تمام محرمات کو حلال کر ڈالا[1]، ایسی صورت میں ان کے بارے میں یہ کہنا کیسے درست ہوسکتا ہے کہ وہ لوگ اس کے برداشت کی استطاعت نہیں رکھتے، کیونکہ ان لوگوں کو تو تعظیم سبت جیسے عظیم الشان حکم کو ختم کر دینے کی بھی استطاعت حاصل ہوئی، جو توریت کا بڑا حکم تھا، اور یہودی محض اس وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح موعود تسلیم نہیں کرتے تھے، انہوں نے اس حکم کی کوئی رعایت نہیں کی تھی، لہٰذا ان لوگوں کے لئے تمام احکام کو ختم کر دینے کا قبول کر لینا آسان تھا، البتہ ایمان کی کمزوری اور ضعف قوت کی وجہ سے جو عیسیٰ علیہ السلام کے عروج تک رہی، احکام کی زیادتی کو قبول کرنا یقیناً ان کی استطاعت سے خارج تھا، چنانچہ اس کا اعتراف علماء پروٹسٹنٹ بھی کرتے ہیں۔

اس تمام گفتگو سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ فارقلیط کا مصداق ایک ایسا نبی ہوسکتا ہے جس کی شریعت میں شریعت عیسوی کی نسبت کچھ احکام زائد ہوں گے، اور ان کا اٹھانا کمزور مکلفین کے لئے گراں ہو گا، بلاشبہ ایسے نبی صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

بارہویں دلیل

عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ :

”وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا، لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا۔“

یہ کلام اس امر پر دلالت کر رہا ہے کہ فارقلیط ایسا شخص ہو گا

---

[1] یوحنا ۱۶ : ۱۳

جس کی بنی اسرائیل تکذیب کریں گے' اس لئے عیسیٰ علیہ السلام نے ضروری سمجھا کہ اس کی سچائی کا حال بیان کریں' اسی بناء پر خصوصیت کے ساتھ یہ بات ارشاد فرمائی' اس کے برعکس نازل ہونے والی روح کے حق میں جھٹلائے جانے کا احتمال ہی نہ تھا' مزید براں یہ کہ یہ روح ان کے نزدیک عین معبود تھی' پھر ایسی صورت میں اس کے حق میں یہ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ:[سلہ]
"جو کچھ سنے گا وہی کہے گا۔" اس لئے اس کا مصداق بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں' کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں جھٹلائے جانے کا احتمال تھا' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عین خدا بھی نہیں ہیں' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایسے شخص ہیں جو وحی کے علاوہ کوئی بات نہیں فرماتے تھے' چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے:

"وماینطق عن الہوی ان ھو الا وحی یوحی"

"اور یہ اپنی خواہش سے نہیں کہتا' وہ تو صرف وحی ہے جو اس کے پاس آتی ہے۔"

دوسری جگہ فرمایا:

"ان اتبع الا مایوحی الی"

"میں تو صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جس کی وحی میری طرف کی جاتی ہے۔"

تیرہویں دلیل

عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا تھا کہ:

سلہ اس لئے کہ جب روح القدس معبود حقیقی تھا تو اسے جو کچھ کہنے کے [illegible] کی [illegible] کیا ضرورت ہے؟

"مجھ ہی سے حاصل کر کے تمہیں خبریں دے گا۔"

یہ بات روح پر ہرگز صادق نہیں آتی 'کیونکہ عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق وہ قدیم ' غیر مخلوق اور قادر مطلق ہے ' کوئی کمال ایسا نہیں ہے اس کو فی الحال حاصل نہ ہو 'بلکہ اس کی توقع ہو 'اس کے جس قدر کمالات ہیں اس میں بالفعل سب موجود ہیں 'اس لئے ضروری ہوا کہ جس کا وعدہ کیا جا رہا ہے وہ اس قسم کا ہو جس کے حق میں کمال متوقع ہو۔[۹۵]

مگر چونکہ یہ کلام اس امر کا شبہ ڈال رہا تھا کہ شاید وہ نبی شریعت عیسوی کا متبع ہو گا 'اس لئے اس کو دور کرنے کے لئے بعد میں یہ کہہ دیا کہ :

"جو کچھ باپ کا ہے وہ سب میرا ہے 'اس لئے میں نے کہا کہ وہ مجھ ہی سے حاصل کرتا ہے۔"

مطلب صاف ہو گیا کہ جو چیز بھی فارقلیط کو اللہ کی طرف سے حاصل ہو گی گویا کہ وہ مجھ سے حاصل کی ' چنانچہ یہ مقولہ مشہور ہے :

"من کان للہ کان اللہ لہ"

"جو اللہ کا ہو گیا 'اللہ اس کا ہو گیا۔" (اظہار الحق ص ۴۳۲ تا ۴۰۲)

لہٰذا اوپر مذکور یہ وہ حقائق ہیں 'جن کی بنیاد پر ۱۹۸۶ء میں قبول اسلام کے فیصلہ کے بعد دین اسلام پر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اور زیادہ مضبوط ہونے کی توفیق عطا

---

[۹۵] مطلب یہ ہے کہ جب روح القدس کو تمام کمالات بالفعل حاصل ہیں تو اسے کسی سے حاصل کر کے خبر دینے کی کوئی ضرورت نہیں' یہ بات تو صرف ایسی شخصیت پر صادق آسکتی ہے جسے کمالات بتدریج حاصل ہوتے ہوں' اسے پہلے کسی بات کا علم نہ ہو' بعد میں اسے کوئی علم عطا کرے' یہ بات آنحضرت ﷺ پر ہی صادق آسکتی ہے۔

فرمائی۔

چنانچہ اسی بنا پر یہ سیاہ کار و ناکارہ سابقہ "یو ایل کندن" اور موجودہ "خالد محمود" اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کے اس وقت کے غلاموں سے لیکر آج تک کے غلاموں کا غلام کہنے کا شرف رکھتا ہے۔

استفسار

تعارف کے بعد آتا ہوں آنجناب کے دوسرے سوال کی طرف جس میں آپ نے اس احقر سے استفسار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"آپ نے مجھے یہ پمفلٹ بھیجنے کی ضرورت کیوں محسوس کی۔"

آنجناب کے اس سوال کے جواب کیلئے احقر نے ایس۔ کے۔ داس صاحب کی کتاب "تاریخ کلیسیائے پاکستان" کا انتخاب کیا ہے' وجہ یہ ہے کہ موصوف آنجناب کے "ہم مذہب" ہونے کے ساتھ ساتھ "کیتھیڈرل ہائر سیکنڈری اسکول لاہور کینٹ" کے پرنسپل اور ساتھ ہی "سینٹ میری مگدلینی چرچ" لاہور کینٹ کے معاون اور پاسبان بھی ہیں۔ کتاب مذکورہ میں ایس۔ کے۔ داس صاحب نے مختلف عنوانات کے زیر میں ہندوستان اور پاکستان میں "عیسائی مشنریوں" کی تبلیغی سرگرمیوں کے حوالے سے بحث کی ہے۔ چنانچہ اپنی کتاب کے "دیباچہ" میں وہ لکھتے ہیں:

> "اس کاوش میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ہمارا
> سلسلہ بشارت بہت قدیم ہے اور مسیح خداوند کے شاگردوں سے
> جاملتا ہے۔ توما رسول[لہ] پہلے پہل جب آئے تو پاکستان ہی کی
> سرزمین پر قدم رکھا اور اس شہر میں آئے جو آج کل ٹیکسلا کہلاتا

لہ توما رسول کے بارے میں ایس کے داس صاحب نے اپنی کتاب کے ص ۵۲ پر جو تحقیق دی ہے وہ یہ ہے کہ مقدس توما ۴۸ء میں ٹیکسلا آئے اور پھر سندھ میں سے ہوتے ہوئے قوطرہ اور بعد میں مالابار ساحل پر ۵۲ء میں جانکلے اور بشارتی کام میں منہمک ہوگئے۔

ہے۔ یہاں کلیسیاء قائم کر کے جنوبی ہندوستان کے مغربی ساحل مالا بار چلے گئے۔اور سات کلیسیائیں قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے۔بعدازاں مشرقی ساحل کی طرف کورومنڈل کا رخ کیا۔اور وہاں بھی کلیسیائیں قائم ہوتی گئیں۔ آخر مدراس میں بشارت کے کام میں مگن تھے کہ ایک کٹر ہندو نے کلہاڑے یا شاید نیزے سے آپ کو قتل کر دیا جس سے اس کی یہ مراد تھی کہ سلسلہ بشارت اختتام کو پہنچ جائے گا۔مگر اس کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوا'کیونکہ یہ سلسلہ لامتناہی ہو گیا تھا۔ہندوستان کے موجودہ مسیحیوں کی تعداد اس ہندو کی خام خیالی کا مذاق اڑاتی ہے۔ آپ کا مزار آج بھی مائیلا پور (مدراس) میں موجود ہے۔

کتاب ہذا میں وہ تمام واقعات درج ہیں جو کلیسیائی ترقی و تنزلی کے سلسلے میں رونما ہوئے۔ تکالیف اور ایذا رسانی کا ذکر بھی مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے۔جن سے کلیسیا نبرد آزما رہی' نیز کلیسیائی مراحل سے گزرنی کلیسیائی ترویج و ترقی کے سلسلہ میں انگریزی حکومت 'چند انگریز افسران' پرتگیز فرانسیسی اور امریکن مشنریوں کا بڑا ہاتھ ہے۔دیسی لوگوں نے آخر میں شمولیت کی اور کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا' اور یہ سلسلہ آج تک قائم ہے۔'' (تاریخ کلیسیائے پاکستان ص ۵)

عیسائی مشنریاں اور ہندوستان

لہٰذا آگے چل کر ''باب چہارم'' میں ''سلاطین دہلی اور مسیحیت'' کے زیر عنوان ص ۶۶ اور ۶۷ پر الیس۔کے۔داس لکھتے ہیں :

''تجارت کی غرض سے پرتگیزوں کے ساتھ ولندیزی اور انگریز

بھی آشامل ہوئے۔پرتگیزوں کو دربار جہانگیر میں بہت رسائی حاصل تھی اور بارسوخ لوگوں میں شامل تھے۔۱۶۰۹ء میں جہانگیر کے عہد میں ولیم ہاکنس انگلستان کے بادشاہ کی معرفت بطور سفیر یہاں بھیجا گیا۔چونکہ وہ برطانوی تھا۔اس لئے پرتگیزوں نے اس کی ایک نہ چلنے دی۔یہاں تک کہ پادری جیروم زیویئر سمیت سب کی یہی کوشش تھی کہ انگریزوں کے یہاں قدم نہ جمنے پائیں۔ہاکنز بھی ان کے اس غلط رویے کا شکار ہوگیا۔اور اسے واپس انگلستان جانا پڑا۔اس کے باوجود کہ انگریزوں کی آمدورفت کا سلسلہ تو قائم تھا مگر ان کے پاس کوئی اجازت نامہ نہ تھا۔جیمنر اول شاہ انگلستان نے اپنے ایک نہایت قابل سفیر سر تھامس رو کو ۱۶۱۵ء میں ہندوستان بھیجا۔تھامس رو ہاکنز کی نسبت ایک قابل اور جاذب نگاہ شخصیت کا حامل تھا بلکہ امراء میں سے تھا۔اس نے ایک واقعہ کے ذریعہ جہانگیری دربار میں عزت حاصل کرلی۔ہوا یوں کہ شاہی محل کی ایک خاتون بیمار ہوگئی۔بہت علاج معالجہ کے باوجود کچھ افاقہ نہ ہوا،بلکہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔سر تھامس رو نے اپنے ذاتی معالج سے اس کا علاج کروادیا۔اس عورت کی تندرستی کا سن کر بادشاہ حیرت زدہ ہوا اور اس کی بابت جاننے کی خواہش ظاہر کی۔سر تھامس رو کو بلوا بھیجا اور اس قدر خوشی کا اظہار کیا کہ اسے انعام واکرام سے نوازنا چاہا۔سر تھامس رو ایسے ہی اچھے موقع کی تلاش میں تھا۔جھٹ اپنی خواہش کا اظہار کیا کیونکہ وہ اسی غرض سے بھیجا گیا تھا۔اس سفیر نے عرض کی "آپ کی عنایات اس سے قبل بھی بہت ہیں۔ایک اور

عنایت کا محتاج ہوں۔ اگر وہ پوری ہو جائے تو صرف مجھے ہی نہیں بلکہ میری پوری قوم کو مستفید ہونے کا موقع میسر آئے گا۔ انعام و اکرام کے بجائے انگریز ایسٹ انڈیا کمپنی کو پروانہ تجارت حاصل ہو گیا۔ انگریزوں نے تجارت کی وساطت سے اس قدر ترقی کی کہ بمبئی' مدراس' اور کلکتہ میں کوٹھیاں قائم کر لیں' اس طرح انگریزوں کا اثر و رسوخ یہاں تک بڑھا کہ ان کے نام کا ڈنکا بجنے لگا۔ خوش قسمتی انکی یاوری کر رہی تھی۔"

سنہری حروف

اور آگے ص ۶۸ پر ایک جگہ لکھتے ہیں :

"سر تھامس رو کا ہندوستان آنا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے لئے مراعات حاصل کرنا مسیحیت کے لئے ایک سنگ میل ثابت ہوا اور اس اجازت نامہ کے حصول کی وجہ سے انگریز مشنری بھی ہندوستان آنا شروع ہو گئے۔ یوں مسیحیت کو ایک تازہ ولولہ میسر آ گیا۔

سر تھامس رو نے تین سال تک ہندوستان میں قیام کیا اور اس مختصر قیام کے دوران اس نے اپنے لئے کچھ نہ مانگا' لیکن اپنی قوم' ملک اور مسیحیت کے لئے ایک ایسا کام کر گیا جو تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔"

یعنی تجارت کی غرض سے جو "اجازت نامہ" بادشاہ جہانگیر نے دیا تھا' اس کے

نتیجے میں انگریزوں نے نہ صرف ''ہندوستان'' میں تجارت کر کے اثر و رسوخ قائم کیا بلکہ اس تجارت کی آڑ میں انگریز ''عیسائی مشنری'' بھی عیسائیت کی تبلیغ کے لئے ہندوستان آنا شروع ہو گئے تھے' لہٰذا اس ''تجارتی اجازت نامہ'' کو اگر ہم ہندوستان میں عیسائیت کی تبلیغ کا اجازت نامہ کہیں تو غلط نہ ہو گا۔

تبلیغی اجازت نامہ

''منٹو چارٹر ۱۸۱۳ء مسیحی مبلغین کو ہندوستان میں آزادی تبلیغ'' کے زیر عنوان ایس کے داس ص ۸۵ پر لکھتے ہیں:

> ''جہانگیر بادشاہ کے آخری ایام کے بعد مسیحی مذہب کی تبلیغ پر زبردست قدغن تھی' اور مسیحیت مشکل مراحل میں سے گزر رہی تھی۔ تبلیغ تو درکنار مسیحی عبادت گاہوں کی تعمیر کرنا سخت منع تھا۔ کوئی مسلمان مسیحی مذہب اختیار نہ کر سکتا تھا۔
>
> اورنگ زیب کے عہد میں لاہور جیسے پر رونق شہر میں مسیحیت کا صرف ایک بقیہ رہ گیا تھا۔ لیکن وقت نے پلٹا کھایا' انگریزوں کی حکومت میں لارڈ منٹو اول کے وقت ۱۸۱۳ء میں ایک چارٹر کی رو سے پادریوں اور مشنریوں کو ایک تبلیغی اجازت نامہ دے دیا گیا۔ حالانکہ اس سے قبل مسیحی مذہب کی تبلیغ کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔
>
> لارڈ منٹو اول کا یہ کارنامہ مسیحیت اور تاریخ کلیسائے ہندو پاک میں ہمیشہ ایک احسان کے طور پر یادگار رہے گا۔ کیونکہ اسی چارٹر نے مسیحیت کے لئے ہندوستان میں ایک

دفعہ پھر موقع فراہم کیا کہ اس کے مردہ جسم میں جان آجائے'
اگرچہ اس چارٹر کی منظوری سے بیشتر بھی مشنری یا مبلغین
آرہے تھے۔ مگر اب باقاعدہ پروانہ یعنی اجازت نامہ میسر
آگیا تھا۔ جس کی منظوری کے بعد تمام فرقوں اور بدیسی
قوموں کے مبلغین ایک دفعہ پھر مسیحیت کا علم اور محبت کا
پیغام جو مسیحیت کی منفرد خوبی ہے لے کر آگئے ان کی آمد سے
قبل دو زبردست مشنری آچکے تھے۔"

ایمان کی شمع

اور ص ۸۷ پر لکھتے ہیں :

"چارٹر ۱۸۱۳ء سے پہلے انگلستان سے آنے والے
مشنری جو پروٹسٹنٹ مشنری ولیم کیری تھے وہ کلکتہ کے پاس
سرامپور کے مقام پر آئے۔ پیشہ کے لحاظ سے وہ جوتے بنایا
کرتے تھے۔ لیکن خیال غالب ہے کہ چونکہ ۱۸۱۳ء سے قبل
ہندوستان میں مشنریوں کو تبلیغ کی اجازت نہ تھی اس نے
جوتے کی تجارت کا سہارا لے کر یہاں آنے کی اجازت
حاصل کی اور سرامپور ۹۳ ۱۷ء میں آکر ٹھہرے۔ آغاز میں
بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کے دل میں ایمان کی شمع
روشن تھی ولولہ اور جوش موجزن تھا۔ وہ اصطباغی چرچ
(Baptist Church) سے تعلق رکھتے تھے۔ اور اس چرچ
کی بنیاد ان ہی کے ہاتھوں انجام پائی تھی۔ اس لئے انہیں پہلا
بپٹسٹ اور پہلا پروٹسٹنٹ مشنری کہا جاتا ہے۔

سرامپور میں ولیم کیری نے ایک چھاپہ خانہ قائم کیا اور
اس طرح پہلی بار انجیل جلیل کا ترجمہ جدید طریقوں پر یعنی
پرنٹنگ پریس سے کیا گیا۔ آپ نے غالباً کئی زبانوں میں انجیل
کے حصوں کا ترجمہ پرنٹ کروا کے مسیحیت کا پیغام دوسروں
تک پہنچایا۔ ۱۸۳۴ء میں اپنے خداوند سے جا ملے اور اس
دار فانی میں ایک نیک مقصد کی بدولت نام چھوڑ گئے۔
ولیم کیری کے بعد آنے والے دوسرے نامور مشنری
ہنری مارٹن تھے۔"

لامتناہی

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں بعد کے حالات میں ہندوستان میں عیسائیت کی تبلیغ نے کن کن مراحل سے گزر کر عروج پایا اور اس سلسلے میں "عیسائی مشنریوں" کو کیا کیا "ناکامیاں" اور کیا کیا کامیابیاں ہوئیں۔

نیز یہ کہ کس کس نام کے مشنری ادارے ہندوستان میں عیسائیت کی تبلیغ کے لئے وجود میں آئے' ان باتوں پر تبصرہ کرنے بیٹھوں تو بات بہت طویل ہو جائے گی' چنانچہ ہندوستان میں "عیسائی مشنریوں" کی بدولت عیسائیت کو جو "فروغ" حاصل ہوا اس پر میں وہی الفاظ نقل کرنا چاہوں گا' جو الیس سے کے ۔ داس نے اپنی کتاب کے "دیباچہ" میں ایک کٹر ہندو کے ہاتھوں توما[1] رسول کے قتل کیے جانے پر کہے ہیں۔

"ایک کٹر ہندو نے کلہاڑے یا شاید نیزے سے آپ
کو قتل کر دیا جس سے اس کی یہ مراد تھی کہ سلسلہ بشارت اختتام
کو پہنچ جائے گا' مگر اس کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوا' کیونکہ یہ
سلسلہ لامتناہی ہو گیا تھا۔ ہندوستان کے موجودہ مسیحیوں کی

---

[1] توما یہ بھی حواریین میں سے ہیں۔

تعدا داس ہندو کی خام خیالی کا مذاق اڑاتی ہے ۔"

سخت قدغن

اصولاً مجھے آپ کے سوال (آپ نے مجھے یہ پمفلٹ بھیجنے کی ضرورت کیوں محسوس کی) کے سلسلے میں پاکستان میں "عیسائی مشنریوں" کی تبلیغی سرگرمیوں کے حوالے سے بات شروع کرنی تھی مگر کیونکہ ہندوستان میں انگریزی حکومت کے زمانے ہی سے "عیسائی مشنریوں" نے اپنی تبلیغ کا باقاعدہ آغاز کیا تھا اور یہی وجہ تھی کہ آگے چل کر "عیسائی مشنریوں" نے پاکستان میں بھی باقاعدہ اپنی تبلیغ کا آغاز کیا۔ اسی کے ساتھ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آج جس سرزمین کو ہم اپنا وطن "پاکستان" کہتے ہیں۔ اس سرزمین پر بھی انگریزی دور حکومت میں قیام پاکستان سے بہت پہلے "عیسائی مشنریاں" اپنی تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف عمل تھیں اور اب بھی مصروف عمل ہیں' (اسکی بحث انشاءاللہ آگے آئے گی) چنانچہ ایس ۔کے۔ داس لکھتے ہیں :

> "اگر اس پاکستان کے موجودہ خطے میں انگریزی حکومت قائم نہ ہوتی۔ انگریز اور امریکن بشارتی کام سرانجام نہ پاتا تو بہت ممکن ہے آج کے پاکستان میں کلیسیا کی حالت 'افغانستان' سعودی عرب جیسے ممالک سے کچھ مختلف نہ ہوتی۔ انجیل جلیل کے پیغام پر سخت قدغن ہوتی۔ اور مشنریوں کا جانا ناممکن ہوتا۔" (تاریخ کلیسیائے پاکستان ص ۱۱۸)

بشارت کے دروازے

لہٰذا اس احقر نے اوپر ہندوستان میں عیسائی مشنریوں کی تبلیغ کے تحت جو کچھ نقل کیا ہے' اس کو پاکستان میں "عیسائی مشنریوں" کی "تبلیغ" پر ہونے والی آئندہ بحث کے حوالے سے آنجناب میری تمہیدی گفتگو کا حصہ کہہ سکتے ہیں۔

آئیں اب دیکھتے ہیں کہ "پاکستان" میں عیسائی مشنریوں" نے اپنے "بشارتی" (تبلیغی) کام کا آغاز کن کن علاقوں سے اور کس وقت سے شروع کیا "شیڈول

ناسٹ (سندھ کا اچھوت)" کے زیر عنوان داس صاحب لکھتے ہیں :

"پاکستان کے قیام کے بعد پنجاب سے تقریباً تمام ہندو اور سکھ ہجرت کر کے بھارت چلے گئے۔ آج شاید معدودے چند ہندو خاندان پنجاب میں ہوں گے لیکن سندھ میں آج بھی ہندو لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ سندھ میں ہندوؤں کی موجودگی اس امر کی غمازی کرتی ہے کہ سندھی لوگوں نے تقسیم ہند کے وقت ان کو برداشت کئے رکھا اور ان کا جان و مال محفوظ رہا یہ ہندو غریب اور قبائل میں بٹے رہے۔ اندرون سندھ ان کی تعداد زیادہ ہے اپنی اپنی زبان اور بولی بولتے ہیں۔ معیار زندگی اس حد تک گرا ہوا ہے کہ اگر ان کے حسب و نسب کا جائزہ لیا جائے تو وہ بھی ہندوستان کے قدیم باشندوں سے جا ملے گا۔ کئی نسلوں سے وہ ان پڑھ چلے آرہے ہیں۔ بت پرستی اور ٹونا ٹوٹکا عام ہے۔ پیشہ کے لحاظ سے کچھ ہاری ہیں جو کھیتی باڑی کے کام پر مامور ہیں۔ نقل مکانی کرنے والے قبیلے بھی عام ہیں۔ اپنے آپ کو زندہ رکھنے کے لئے ہر نوعیت کا کام کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ ہندو جن کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ ان میں شاذ شاذ لوگ ہیں جو فارغ البال اور خوشحال زندگی بسر کرتے ہیں۔ تعلیم بھی ان کے مقدر میں نہیں۔

پاکستانی کلیسیا نے ان لوگوں کی ایسی زندگی سے متاثر ہو کر ان کے درمیان کام کرنے کی ٹھان لی۔ کلیسیائی قیادت کو کبھی بھی یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ انہوں نے کوئی معرکہ سر کر لیا ہے اس کے باوجود ابھی بہت کام کرنا باقی ہے اور بشارت دینے کے دروازے ہر روز بند ہوتے چلے

جارہے ہیں۔

بشارتی تحاریک کا تفصیلا جائزہ لیا گیا جو پنجاب میں شروع ہوکر تقریباً پچاس پچپن سال تک جاری رہی۔پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے پہلے مسیحی لاہور اور سیالکوٹ سے آکر سندھ میں آباد ہوچکے تھے۔کچھ ایسے بھی تھے جو ہندوستان سے آئے تھے یہیں رہنے کو مناسب سمجھا لیکن حقیقت یہ تھی کہ سندھ کے زیادہ مسیحیوں کی تعداد کا تعلق سیالکوٹ کے علاقہ سے ہے۔ بعد میں دوسرے علاقوں ساہیوال ملتان اور فیصل آباد سے آ آکر کراچی یا سندھ میں آباد ہوتے رہے۔ حال ہی میں سندھ میں چند ایک نئے گاؤں / دیہات آباد کئے گئے ہیں۔ان میں آباد ہونے والے مسیحیوں کی تعداد کا تعلق زیادہ تر پنجاب سے ہے۔

جب پنجاب میں بشارتی تحاریک کا آغاز ہوا تو ان میں پیش پیش پریسٹرن اور چرچ آف اسکاف لینڈ کے مشنری تھے۔ اینگلیکن بہت بعد میں آئے' یعنی ۱۸۸۵ء میں خدمت کا کام شروع کیا۔اور نارووال کے علاقے میں مصروف ہوگئے۔حالانکہ اس علاقے میں تبلیغ و بشارت میں پریسٹرین ہی نے پہل کی تھی۔لیکن ۹۰-۱۸۸۹ء میں معاہدہ ہوا جس کے تحت یہ علاقہ اینگلیکن کے حوالے کر دیا گیا۔ اس کا فائدہ ہوا کہ ان مشنریوں نے نئے ولولے اور جوش کو بروئے کار لاکر بہت ساری روحوں کو خداوند کے لئے جیتا۔ اس میں سینکڑوں انسانوں کو خداوند کے قدموں میں لانے کا سہرا نیک و پارسا انسان پادری رولینڈ بیٹمین کے سر ہے۔ انہوں نے نارووال اور عیسیٰ نگری میں طویل عرصے تک

خدمت کی۔

سندھ میں بشارت کے کام میں اینگلیکن چرچ سبقت لے گیا۔بشپ چندورے جو خود ایک خوشحال ہندو گھرانے سے مسیحی ہوئے تھے۔بعد میں کراچی اور حیدر آباد کے پہلے پاکستانی بشپ بنے۔یہ ۱۹۶۸ء کا واقعہ ہے۔اس عہدے پر تعینات ہونے سے پہلے انہوں نے اس علاقے میں بڑی دلچسپی سے بشارتی کام کیا۔اس کام کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

سندھ میں شیڈول کاسٹ یا ہندوؤں میں کام ۱۹۲۰ء کی دہائی (۱۹۲۵ء) میں شروع ہوا۔ہندو مختلف قبیلوں میں بستے تھے۔ان قبیلوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ میگھوار MEGHWARS

۲۔ بھجینا BAJANIAS

۳۔ وگاری VAGARIES

۴۔ کچھی کوہلی KUTCHI KOHLIES

۵۔ بھیل BHILS

۱۹۲۵ء میں کراچی میں کام شروع کرنے کے تھوڑی دیر بعد میگھوار کے تین اشخاص نے بپتسمہ حاصل کیا۔ہیرالال نے اپنی زندگی اسی کام کے لئے وقف کر دی اور ۱۹۴۰ء تک اپنا کام جاری رکھا۔یہاں تک کہ خداوند کی طرف سے کوچ کا بلاوا آ گیا۔تین چار میگھواریوں نے حال ہی میں خداوند کو قبول کیا ہے۔مگر اسے زیادہ تشہیر نہیں کیا گیا۔بلکہ بہت آہستگی سے یہ کام انجام پایا۔

۱۹۴۰ء میں کرائسٹ چرچ کراچی نے پادری سی ہاسکل

اور مس ایل سمتھ کی وساطت سے بھینا قبیلے کے درمیان کام شروع کیا۔ نتیجہ یہ بر آمد ہوا کہ ۵۱۶ کو بپتسمہ دیا گیا۔ لیکن ان کی غیر موجودگی میں اس کام کو اچھے طریقے سے نہ سنبھالا گیا۔

مذکورہ چرچ نے وگاری لوگوں میں بھی دلچسپی لی جو کراچی میں ہی مقیم تھے۔ ۵۷-۱۹۳۷ء تک بیس سالوں میں ۱۲۶ لوگ دائرہ مسیحیت میں داخل ہوئے۔ ان میں تعلیم دینے کی پیش رفت ہوئی اور یہ کام آج بھی جاری ہے۔

کچھی کوہلی کے قبیلے میں کام شروع کرنے والا بھینا قبیلے کا ایک شخص (KARA) تھا وہ موسیقی وسنگیت کا دلدادہ تھا۔ اس کی یہ خوبی دلچسپی اور محنت بہت سے کوہلیوں کو مسیح خداوند کے قدموں میں لے آئی اس نے ایمان کے بل بوتے پر کلام پاک کا مطالعہ انتہائی دلچسپی سے کیا اور ۱۹۵۱ء تک تقریباً ۲۰۰ کوہلیوں نے مسیحیت میں قدم رکھا۔ یہاں تک کہ چودہ دیہات نے سندھ سے بپتسمہ کی فرمائش کی۔ جو قبول کر لی گئی۔ اور ۱۹۷۲ء تک بپتسمہ یافتگان کی تعداد گیارہ سو تک پہنچ گئی۔" (تاریخ کلیسیائے پاکستان ص ۱۳۸ تا ۱۴۱)

کمترین لوگ

"رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کلیسیائیں" کے زیر عنوان ۱۸۸۹ء سے ۱۹۵۶ء تک کے حالات کے تحت "رومن کیتھولک" کلیسیا نے پاکستان میں کہاں کہاں اور کس کس طرح اپنی تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھیں، اور اب بھی یہ کلیسیا کس طرح مصروف عمل ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

"رومن کیتھولک چرچ نے بھی پہلے پہل بشارت کا کام پروٹسٹنٹ کلیسیا کی طرح ۱۸۸۹ء میں سیالکوٹ اور لاہور ہی سے شروع کیا تھا۔ آدھا سیالکوٹ سب سے پہلا مرکز قائم ہوا۔ پہلے

نو مرید چمار اور کمترین لوگ تھے ۔ ان لوگوں کی آبادکاری اور سماجی بہبود کی خاطر ۱۸۹۳ء میں مریم آباد میں چھ سو ایکڑ پر مشتمل زمین خریدی گئی ۔ اور مسیحیوں کو آباد کیا گیا ۔ بعد ازیں ۱۹۰۰ء میں خوش پور اور پھر فرانسس آباد بسائے گئے ۔

حال ہی میں سندھ میں شیڈول کاسٹ میں بھی آر ۔ سی کلیسیا نے بہت کام کیا ہے ۔ اور میرپور خاص ' نواب شاہ ' سانگھڑ اور قابلی ' ٹنڈو آلہ یار میں کلیسیائیں قائم کی گئی ہیں ۔ آج ان کی تعداد بیس ہزار کے لگ بھگ ہے یہ ذکر بالتفصیل آچکا ہے ۔

پاکستان کی کل آبادی کا ۵٦٪ حصہ مسیحی صرف پنجاب میں رہائش پذیر ہیں ۔ اسی صوبہ میں اکثریت آباد ہے ۔ یہ لوگ ہندوؤں سے مسیحیت میں آئے ہیں ۔ اور یہ اس سرزمین پر قدیم باشندے تھے ۔ مسیحیت کا زیادہ اور سب سے زیادہ کام سیالکوٹ کے علاقوں میں دونوں فرقوں نے شروع کیا ۔ سیالکوٹ کا علاقہ مردم خیزی کے لئے مشہور ہے ۔

رومن کیتھولک کلیسیا وہ واحد کلیسیا ہے جس کا کام ہر شہر اور دیہات میں پھیلتا جا رہا ہے ۔ وجہ سرمایہ اور جذبہ ہے ۔ آر ۔ سی چرچ کی یہ بھی خصوصیت رہی ہے کہ وہ کمترین لوگوں میں بہت زیادہ کام کر رہے ہیں ۔ ان کے فادر ' مناد اور سسٹرز ہمہ تن مصروف ہیں کہ ہر جگہ روحانی اور بھوکے اور پیاسے کو خوراک اور پانی میسر ہو ۔ ماضی میں کیتھولک کلیسیا نے غریب عوام کو تعلیم حاصل کرنے میں بہت مدد دی تھی لیکن یہ قصہ پارینہ ہے ۔ موجودہ دور میں وہ تعلیم کے میدان میں آگے نکل رہے ہیں جو خوش آئند بات ہے ۔

اس کلیسیا کے اسکول اور ادارے ملک بھر میں شہرت کے حامل ہیں۔کراچی میں مشہور سینٹ جوزف کالج 'سینٹ پیٹرک اسکول' سینٹ میری 'سینٹ پال' لاہور میں سینٹ انتھونی اور کانونیٹ آف جیزز اینڈ میری راولپنڈی میں کانونیٹ اسکول اور ہولی فیملی ہسپتال جواب قومیا لیا گیا ہے۔لالہ زار اور مری روڈ کے سینٹ میری اسکول مشہور ہیں۔

جنہوں نے پاکستان کی نامور ہستیاں پیدا کی ہیں۔علاوہ ازیں تمام بڑے بڑے شہروں ملتان' فیصل آباد' پشاور' حیدر آباد' سیالکوٹ' جہلم' مری' ساہیوال اور دیگر شہروں میں ان کے ادارے موجود ہیں۔اور تعلیمی میدان میں ایک معیار ہے جو وہ ابھی تک قائم کئے ہوئے ہے اگر اسے اداروں کی کلیسیا کہا جائے تو مبالغہ نہ ہو گا۔

رومن کیتھولک چرچ کی سب سے بڑی تھیولاجیکل سیمنری کرائسٹ دی کنگ سیمنری کراچی ہے۔جہاں مستقبل کے لئے پاسبان اور مذہبی رہنما تیار کئے جا رہے ہیں۔

۱۹۷۱ء میں پاسٹرل انسٹی ٹیوٹ ملتان قائم کیا گیا۔جس میں ورکرز کے لئے کورسز اور سیمینار منعقد کروائے جاتے ہیں۔یہ ایک خوبصورت ادارہ ہے۔

راولپنڈی میں ڈیوا سیس پاسٹرل سنٹر اس مقصد کے لئے قائم کیا گیا ہے تاکہ مذہبی کام کو فروغ دیا جا سکے۔اور پورا سال مسیحی کورسز اور سلیبس جاری رہتے ہیں۔

اس کے علاوہ رومن کیتھولک کلیسیا میں جگہ بہ جگہ ریکارڈنگ سنٹر۔ابلاغ عامہ کے ادارے' اسٹوڈیوز' خواتین تنظیمیں' ادارہ حقوق انسانی پاکستان' ادارہ امن و انصاف اور

ہسپتال قائم ہیں۔ جو بلا تمیز و مذہب و ملت پاکستان میں ہمہ تن مصروف خدمت ہیں۔

کیتھولک جرائد میں سب سے مشہور جریدہ کاتھولک نقیب ہے جو ۱۹۲۹ء یعنی ۶۵ سالوں سے جاری ہے اور اس کی دو ہزار اشاعت ہے۔ یہ ایک بہت ہی معیاری مسیحی، سماجی، تعلیمی اور معلوماتی موثر اور اہم رسالہ ہے۔ کاتھولک کلیسیا کا ایک اور کارنامہ کوڑھیوں کے لئے کراچی اور دیگر شہروں میں ہسپتال قائم کرنا ہے۔ محتاط اندازے کے مطابق چھ ہزار مریضوں کو جو تمام کے تمام مسلمان ہیں ہر ماہ ان کا معائنہ اور علاج کیا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسی خدمت ہے جس میں یہ کلیسیا غالباً حکومت سے بھی سبقت لے جاتی ہے۔

کرائسٹ دی کنگ سیمنری کراچی ۱۹۵۶ء میں قائم ہوئی اور یہ فخر کا باعث ہے کہ نصف سے زیادہ فادر صاحبان اسی سیمنری سے تربیت یافتہ ہیں اور ان میں سے دو بشپ بھی بن چکے ہیں۔ (جان جوزف اور پطرس)"

(تاریخ کلیسیا پاکستان ص ۱۵۷تا۱۵۹)

ہماری پہچان

اور آگے ص ۱۶۱ پر "رومن کیتھولک کلیسیا" کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"خدا کرے کہ وہ وقت جلد آئے جب ایک ہی گلہ اور ایک ہی گڈریا ہو۔ ہماری پہچان رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ نہ ہو بلکہ ملک میں ہم صرف مسیحی ناطے سے پہچانے جائیں۔

رومن کیتھولک کلیسیا بڑی سرعت سے اس خطہ ارض میں روبہ ترقی ہے۔

بلاشبہ یہ کلیسیا تعداد کے لحاظ سے سب سے بڑی کلیسیا ہے
اور سارے ملک میں پھیلی ہوئی ہے۔"

ایک سنگین رخنہ

پاکستان میں "عیسائی مشنریوں" کو اپنی "مذہبی تبلیغ" کے حوالے سے اس قدر آزادی اور عروج حاصل ہونے کے باوجود موصوف ایس 'کے 'اس ص ۴۴ پر "تحریک نفاذ اسلام" پر تنقید کئے بغیر نہ رہ سکے چنانچہ فرماتے ہیں :

"نفاذ اسلام کی تحریک کی بنا پر مسیحیت کی اشاعت میں ایک
سنگین رخنہ پیدا ہو گیا ہے اور یہ کام کافی مشکل ہو گیا ہے۔"

کلیسیا کی حالت

حالانکہ دوسری طرف موصوف اس حقیقت کا اقرار بھی کر چکے ہیں کہ :

"اگر اس پاکستان کے موجودہ خطے میں انگریزی حکومت
قائم نہ ہوتی۔ انگریز اور امریکن بشارتی کام سرانجام نہ پاتا تو
بہت ممکن ہے آج کے پاکستان میں کلیسا کی حالت افغانستان'
سعودی عرب جیسے ممالک سے کچھ مختلف نہ ہوتی۔ انجیل جلیل
کے پیغام پر سخت قدغن ہوتی۔ اور مشنریوں کا جانا ناممکن
ہوتا۔"

اور "رومن کیتھولک کلیسیا" کے حوالے سے ان کا یہ بیان بھی اوپر گزر چکا ہے کہ :

"رومن کیتھولک کلیسیا بڑی سرعت سے اسی خطہ ارض
میں روبہ ترقی ہے۔
"بلاشبہ یہ کلیسیا تعداد کے لحاظ سے سب سے بڑی کلیسیا
ہے اور سارے ملک میں پھیلی ہوئی ہے۔"

لیکن اس کے باوجود "تحریک نفاذ اسلام" کو "مسیحیت کی اشاعت" میں ایک سنگین

رخنہ کہنا خود موصوف کے مذکورہ بالا بیانات کی روشنی میں تضاد بیانی اور مغالطہ آفرینی نہیں تو اور کیا ہے' آئیں اب یہ دیکھیں کہ ''پروٹسٹنٹ کلیسیائیں'' کے حوالے سے ''عیسائی مشنریوں'' پر داس صاحب نے کیا تحقیق کی ہے' آنجناب کی خدمت میں پیش ہے۔

پریس بیٹرین چرچ آف پاکستان

''پریس بیٹرین چرچ آف پاکستان دو کلیسیاؤں کا اتحاد ہے۔اس کا سبب چند ایک باتوں کا مشترک ہونا ہے۔

دونوں پریس بیٹرین کلیسیائیں ہیں۔

اس سرزمین کی قدیم کلیسیائیں ہیں۔

دونوں ۱۹۵۰ء کی دہائی میں پنجاب میں وارد ہوئیں۔

بشارت کے میدان میں اولین کلیسیائیں ہیں۔

دونوں نے غریب عوام میں انجیل کو پھیلایا اور اس پیغام کو ہر ایک چیز سے زیادہ ترجیح دی۔

دونوں کے مشنری یو ایس اے سے آئے۔

دونوں جمہوری طرز کی کلیسیائیں ہیں۔

ایک کا نام امریکن پریس بیٹرین چرچ تھا اور دوسری کا نام یونائیٹڈ پریس بیٹرین۔

(امریکن پریس بیٹرین بعد میں لاہور چرچ کونسل کے نام سے بھی جانی گئی۔)''

امریکن پریس بیٹرن چرچ (اے۔پی)

''امریکن پریس بیٹرین کا ایک مشنری جان لوری لدھیانہ میں مقیم تھا۔ ۱۸۳۵ء مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اسے دعوت دی کہ لاہور آکر شاہی خاندان کے سکھ بچوں کو تعلیم دے۔

لیکن جان لوری مشنری ہونے کے ناطے بضد تھے کہ وہ مسیحی تعلیم بھی ضرور دیں گے۔ یہ شرط مہاراجہ کو اچھی نہ لگی۔ اور جان لوری واپس چلے گئے۔ پنجاب کی فتح کے ایک سال بعد ہی امریکن پریس بیٹرین چرچ (اے۔پی) کا پہلا مشنری جان نیوٹن لاہور آیا اور ان کے ہمراہ چارلس ولیم فورمن بھی تھا۔ دونوں شاہی محلے میں رہائش پذیر ہوگئے۔ نیوٹن کو خرابی صحت کی وجہ سے واپس وطن لوٹنا پڑا۔ لیکن فورمن عرصہ دراز تک یہاں پر خدمت کرتے رہے۔

نیوٹن اور فورمن نے شروع ہی میں ایک اسکول کھولا اور پھر ۱۸۵۲ء میں باقاعدہ رنگ محل کی زمین خرید کر اس کو وہاں منتقل کر دیا گیا۔

دونوں کا نظریہ انجیل کی بشارت تعلیم اور پیغام کے ذریعے دینے کا تھا۔

فورمن جب اکیلے تھے تو انہوں نے گوجرانوالہ اور راولپنڈی میں تعلیمی کام میں پیش قدمی کی۔ یہ فورمن کی کوشش کا نتیجہ تھا کہ ۱۸۵۶ء میں راجہ بازار میں اسکول کھولا گیا تھا۔ اس وقت پادری جان۔ ایچ مارلسین اے۔ پی مشن کی طرف سے راولپنڈی اسٹیشن کے انچارج تھے (بعد ازیں یہ اسکول یو۔پی مشن کے زیر انتظام دے دیا گیا) فورمن پنتا لیس سال تک لاہور میں مصروف خدمت رہے۔ انہوں نے امریکن پریس بیٹرین چرچ کی خدمت کو قصور، شاہدرہ اور شرقپور تک بڑھایا۔ قصور میں بشارتی کام کو ۱۸۸۳ء میں شروع کیا گیا۔"

آگے چل کر مزید یہ کہ:

"یہی وہ کلیسیا ۲۰ نومبر ۱۹۹۲ء میں پریس بیٹرین چرچ آف پاکستان میں مدغم ہو چکی ہے۔"

یونائیٹڈ پریس بیٹرین چرچ (یو۔پی) پاکستان

"یو۔پی کلیسیا کا بانی مشنری اینڈریو گارڈن اپنی بیوی ربقہ چھوٹی بہن الزبتھ گارڈن کو لے کر ۱۲ فروری ۱۸۵۵ء کو کلکتہ پہنچا۔ پھر اسی سال سیالکوٹ پہنچ گئے۔ ۱۸۵۶ء میں پادری افراہیم اور پادری اے۔ آر۔ پل بھی سیالکوٹ آ گئے اور سیالکوٹ مشن کا کام شروع ہوا۔ تھوڑے عرصے کے بعد لدھیانہ کے دو یتیم بھائی الیشع سوفٹ اور جارج سکاٹ بھی ان میں آ ملے جو بعد میں ۱۸۵۹ء میں پاسبان کی خدمت پر تعینات کیے گئے۔

۱۸۶۱ء میں سیالکوٹ مشن خود مختار سنڈ بنا دی گئی۔ اس کلیسیا نے ظفروال' سیالکوٹ' نارووال' پسرور اور گوجرانوالہ میں اپنی خدمت کا آغاز کر دیا۔ اور ہزاروں کی تعداد میں میگھ اور کمترین لوگوں کو خداوند کے قدموں میں لے آئے۔ کچھ ہی سالوں کے اندر اندر راولپنڈی' سرگودھا' شیخوپورہ اور فیصل آباد میں بھی مسیحیت نے قدم جما لئے۔"

آگے چل کر اس صاحب مزید لکھتے ہیں:

"اس کلیسیا نے جید عالم' پاسبان' ماہر تعلیم' کھلاڑی اور ڈاکٹر پیدا کئے لیکن ۱۸۶۸ء میں یہ کلیسیا دو حصوں میں بٹ گئی۔ ایک حصہ ڈاکٹر کے ایل ناصر کی قیادت میں 'مسٹر کارل میکنٹائر کی تنظیم آئی۔سی۔سی میں چلا گیا اور دوسرا یونائیٹڈ پریس بیٹرین چرچ پروگرام ایجنسی کے تحت رہا۔

یہ تقسیم یو۔پی چرچ کا ایک بہت بڑا سانحہ تھا کیونکہ ڈاکٹر کے ایل ناصر ایک زبردست مبلغ، تھیولوجین عالم اور واعظ تھے۔ان کے الگ ہونے سے پاکستان کی کلیسیا کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔

۱۸۷۲ء میں نولکھا چرچ لاہور میں امریکن پریس بیٹرین اور یونائیٹڈ پریس بیٹرین یعنی لاہور چرچ کونسل اور یو۔پی چرچ دونوں اتحاد میں شامل ہو گئے۔اور آج یہ پریس بیٹرین چرچ آف پاکستان کہلاتا ہے۔"

چرچ آف اسکاٹ لینڈ (سیالکوٹ چرچ کونسل)

"اس کلیسیا کا پہلا مشنری تھامس ہنٹر تھا۔جو اٹھائیس برس کی عمر میں اکتوبر ۱۸۵۶ء میں دریائے سندھ کے راستے گجرات سے ہوتے ہوئے سیالکوٹ پہنچے تو اپنے ساتھ ایک نو مرید محمد اسماعیل کو بھی لائے تھے۔ہنٹر صاحب اس کی اہلیہ اور شیرخوار بچے کو ۹ جولائی ۱۸۵۷ء سیالکوٹ میں شہید کر دیا گیا۔ان کی زندگی اور شہادت کی بابت ذکر تفصیلاً لکھا جا چکا ہے۔ہنٹر صاحب وہ خوش قسمت انسان تھا جسے کلیسیا کا پہلا شہید کہا جاتا ہے۔

وہ اپنے خاندان کے ہمراہ چھاؤنی میں ہولی ٹرنٹی چرچ میں رہائش پذیر تھا۔ان کی شہادت کے بعد ۱۸۶۰ء میں پادری جان ٹیلر چرچ آف اسکاٹ لینڈ دوسرے مشنری کے طور پر سیالکوٹ میں آئے اور ۱۸۶۱ء میں اسی شہید کی یاد میں ۱۸۶۴ء میں ہنٹر میموریل چرچ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔تیسرا نامور مشنری رابرٹ پیٹرسن تھا۔جو ۱۸۸۵ء میں آیا اور سیالکوٹ کنونشن کے شروع کرنے میں جان ہائیڈ اور جان ٹیلر کے ساتھ شریک رہا۔ان دونوں مشنری صاحبان نے پادری محمد اسماعیل کے

ساتھ مل کر سیالکوٹ ' نارووال ' کے دیہاتوں میں 'گجرات اور وزیر آباد کے گردونواح میں خوب بشارت کا کام کیا۔گجرات میں پادری پیٹرسن نے خداوند کی بہت خدمت کی ۔اس کا نام آج بھی کلیسیاؤں میں بڑے احترام سے لیا جاتا ہے ۔اسی کلیسیا نے جموں اور کشمیر میں بھی انجیلی بشارت کو پہنچایا۔

۱۹۰۵ء تک اس کلیسیا کی تعداد پانچ ہزار تک پہنچ گئی تھی ۔ یو۔پی چرچ کی طرح اس کلیسیا نے پسماندہ لوگوں میں اولا بشارت ' دی 'تعلیمی کام کے سلسلے میں ایک اسکول سیالکوٹ سٹی جو کنک منڈی اسکول بھی کہلاتا تھا کھولا گیا۔بعد میں اس کا نام سکاچ مشن ہائی اسکول رکھ دیا گیا۔اسی کنگ منڈی کو بعد میں انٹرمیڈیٹ کالج کا درجہ دے دیا گیا۔شاعر مشرق ڈاکٹر علامہ محمد اقبال 'فیض احمد فیض ' امریتا پریتم 'نشتر میڈیکل کالج کے بانی پرنسپل ڈاکٹر بھنڈا اسی درسگاہ کے فارغ التحصیل ہیں ۔مرے کالج (ایک فوجی افسر جو سیالکوٹ میں انگریزی فوج میں تھا) کے لئے ایک کثیر رقم ایک فوجی افسر مرے صاحب نے عطیہ کے طور پر پیش کی اور ۱۹۰۹ء میں حالیہ جگہ پر اسی رقم سے کالج قائم کیا گیا۔ اور اسے اسی کے نام پر مرے کالج کا نام دیا گیا۔

اسی کلیسیا میں ڈاکٹر ہارپر اور ڈاکٹر ینگسن نے بڑا کام کیا۔ان کی تبلیغ ہی کا نتیجہ تھا کہ بہت سارے لوگوں نے سیالکوٹ ' گوجرانوالہ ' ڈسکہ ' وزیر آباد 'گجرات اور جلال پور جٹاں میں خداوند یسوع کو بطور نجات دہندہ قبول کر لیا۔

ڈاکٹر ٹیلر نے ۱۸۷۹ء میں جلال پور جٹاں میں شیوخ ہسپتال کھولا ۔اس کے علاوہ سیالکوٹ کینٹ میں اسکول ' ڈسکہ میں بورڈنگ ہاؤس اور اسکول قائم کئے ۔ ڈاکٹر ینگسن کی

کوششوں سے شیخو پورہ میں ۱۸۸۶ء میں ایک مسیحی گاؤں ہنگسن آباد کی بنیاد رکھی گئی ۔"

نیز یہ کہ :

"آج یہ کلیسیا ۱۹۷۰ء میں چرچ آف پاکستان کا ایک حصہ بن گئی ۔ آج کل یہ ایک علیحدہ ڈایوسیس ہے جس کا ہیڈ کوارٹر سیالکوٹ ہے ۔ یونین کے وقت اس کے پہلے بشپ ولیم ' جی ینگ تھے ۔ان کے وصال کے بعد صفدر قادر بخش ایک عرصے تک بشپ رہے ۔مگر آج وہ بھی خداوند میں سو گئے ہیں ۔ان کے بعد سموئیل پرویز بشپ بنے ۔"

اینگلیکن چرچ

"یہ کلیسیا رومن کیتھولک کلیسیا کی طرح ملک بھر میں پائی جانے والی کلیسیا ہے ۔ایسٹ انڈیا کمپنی نے جب پنجاب اور سندھ پر قبضہ کر لیا تو انگریز سارے علاقے میں بحیثیت فوجی موجود تھے ۔تمام کے تمام افسر اور سپاہی تو راستباز مسیحی نہ تھے مگر خداوند سے پیار کرنے والوں کی بھی کمی نہ تھی ۔ بالخصوص ان فوجیوں کا قطار در قطار وردیوں میں ملبوس ہو کر گرجا گھر جانا ایک بہت گواہی تھی ۔

۱۸۴۳ - ۴۹ء ان سات برسوں میں جب سندھ اور پنجاب کے علاقے مفتوحہ علاقے بن گئے تو جو عمارات مسیح کے نام لیواؤں کو ملیں ۔وہی ان دیسی اور بدیسی مسیحیوں کے گرجا گھر بن گئے ۔لاہور میں سب سے پہلا گرجا انارکلی کا مقبرہ ٹھہرا ۔ پشاور میں حکومت کی ایک پرانی عمارت کو تھوڑی دیر کے لئے استعمال کیا گیا ۔

انارکلی کا مقبرہ ۱۸۸۷ء - ۱۸۴۹ء یعنی ۳۸ سال تک مسیحی عبادتوں کے لئے استعمال ہوتا رہا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کے چند افسران جان لارنس' ہنری لارنس' منٹگمری' میکلوڈ' نیکلسن' ہربرٹ ایڈورڈ چارلس اور کئی سپاہی اور چھوٹے افسر مسیحیت کے اظہار میں سرگرم رہے۔ لیکن چونکہ ان کا کام پرچار کرنے کا نہ تھا۔ لہٰذا وہ پرچار نہ کر سکے۔ اتنا ضرور ہے کہ انگریزی کمپنی نے روحانی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے چپلین ضرور رکھے۔ اور ہر جگہ بدیسی اور ہندوستانی سپاہیوں کی روحانی بھوک اور پیاس کو مٹانے کی خاطر ساتھ ساتھ رہے۔

۱۸۵۵ء میں انگریز افسران اور سپاہیوں کی درخواست پر رابرٹ کلارک اور فینڈر کو پشاور بھیجا گیا تاکہ دونوں وہاں مسیحیت کا پرچار کا کام کریں۔ اینگلیکن کلیسیا نے شروع شروع میں مشنری کام اور پرچار مسیحیت کی طرف توجہ نہ دی۔ کیونکہ کلیسیائی امور حکومت نے سنبھال رکھے تھے۔ لہٰذا عملی بشارت میں اس کلیسیا نے دیر سے قدم اٹھایا۔

۱۸۷۷ء تک نہ صرف کلیسیائی کام حکومت کی زیرِ نگرانی رہا بلکہ حکومت نے کلیسیائے پاکستان کے لئے مختلف شہروں میں بڑے بڑے گرجے تعمیر کر کے ایک بہت بڑا احسان کیا جو کلیسیاؤں کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ ان عبادت گاہوں کا فن تعمیر اور اسٹائل جو اس وقت کی حکومت نے تعمیر کئے منفرد اور محیر العقل ہیں۔ ان کے اندر شیشوں پر کی منقش تصاویر' گرجا گھروں کی سنگ مرمر اور پیتل کی لمبی اور کشادہ پٹیوں پر مختصر تاریخ' خوبصورت اور فلک بوس ٹاور (مینار) انگریز طرز کی

گھنٹیاں، پیتل کے عقاب محرابیں، اونچی قسم کا روسٹرم بلند و بالا چھتیں، ویسٹری کا ساتھ بنایا جانا۔ میوزک اور بڑے آرگن یہ صرف اور صرف اسی حکومت کا طرہ امتیاز ہیں۔ خدا نے اس برطانوی حکومت کو یوں ہی سرفراز نہ کیا تھا اور اس کا طوطی سارے جہان میں یوں ہی نہ بولتا تھا۔ خداوند سے محبت کا کچھ نہ کچھ پہلو ضرور نمایاں تھا۔"

اس کے بعد موصوف داس صاحب نے انگریزی حکومت کے زیر نگرانی پاکستان کے "چاروں صوبوں" میں تعمیر ہونے والے تیس گرجاگھروں کی ایک فہرست ص ۷۰ اور ص ۷۱ پر دی ہے لیکن آنجناب کی خدمت میں مشنریوں کی تبلیغ کے حوالے سے گزارشات کی جارہی ہیں اس بنا پر پاکستان میں گرجاگھروں کی "تعمیر" اور "تعداد" کے حوالے سے کوئی بات اس مضمون میں غیر مناسب خیال کرتا ہوں۔

آگے چل کر "اینگلیکن چرچ" ہی کے حوالے سے ص ۷۲ پر داس صاحب لکھتے ہیں:

"اس کلیسیا نے کئی دیگر نامور تعلیمی، طبی اور دینی ادارے قائم کیے۔

۱۔بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور ۱۸۶۳ء میں قیام پذیر ہوئی۔

۲۔کرسچن ہسپتال پشاور ۱۸۸۳ء۔

۳۔پنیل ہسپتال بنوں ۱۸۹۳ء۔

۴۔کوئٹہ کرسچن ہسپتال ۱۸۸۶ء"

تھامس ویلپی فرینچ

"ڈایوسیس کا قیام ۱۸۷۷ء میں عمل میں آیا اور اینگلیکن چرچ کا باقاعدہ کام شروع ہوا۔ تھامس ویلپی فرینچ جو مسیح خداوند کا زبردست مبلغ اور مسیحیت کا عظیم علمبردار تھا۔ ۱۸۵۱ء میں ہندوستان آیا۔ (وہ آگرہ میں خدمت سرانجام

دے رہا تھا اور ایک دو بار پہلے بھی ۱۸۶۲ء میں لاہور اور ڈیرہ جات میں منادی کی خاطر آچکا تھا۔ کو بشپ مقرر کر کے اس علاقے میں بھیجا گیا)۔ یہ وہ بے باک خادم تھا جس نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں آگرہ قلعے میں پناہ لینے سے انکار کر دیا تھا اور کہا کہ جب تک ہندوستانی مسیحیوں کو قلعے کے اندر پناہ نہیں دی جائے گی میں اندر قدم نہ رکھوں گا۔ یہ پر عزم انسان غیر متزلزل ارادے کا مالک تھا اور اس اٹل ارادے پر ڈٹا رہا۔

یہی وہ مرد صالح تھا جس نے لاہور ڈوینٹی کالج مہان سنگھ باغ کی بنیاد رکھی۔ لاہور ڈایوسیس کا عالیشان، ملکوتی گرجا گھر دس سال کی سخت محنت کے بعد ۱۸۷۷ء میں اسی کے عہد میں مکمل ہوا۔ یہ گرجا گھر حال، ماضی اور مستقبل کی بے نظیر عمارت ہے۔ ایسی عمارت نہ تھی نہ ہے اور شاید نہ بن سکے۔ مندرجہ ذیل عمارات اسی عہد کی یادگار ہیں۔

۱۔ کتھیڈرل اسکول ہال روڈ۔ ۱۸۸۳ء
۲۔ سٹیشن اسکول راولپنڈی۔ ۱۸۸۳ء
۳۔ سینٹ ڈینیز اسکول مری۔ ۱۸۸۲ء

پادری بروس کے ہمراہ ڈیرہ جات میں انجیل جلیل کی بشارت کا پہلی بار دینا فرینچ ہی کا کام تھا۔

کیتھیڈرل چرچ کی بلڈنگ پر اس زمانے میں پچاس ہزار پونڈ لاگت آئی جو وقت کے مطابق ایک خطیر رقم تھی جو بڑی مشکلوں سے فراہم کی گئی۔ بلکہ اتنی بڑی رقم کا اکٹھا کرنا بھی اسی مرد متمکن کا ہی کام تھا۔ آج پروٹسٹنٹ کلیسیا کا سب سے بڑا۔ عالیشان اور خوبصورت گرجا گھر یہی ہے۔

۱۸۸۸ء میں وہ عازم انگلستان ہوا مگر ۱۴ مئی ۱۸۹۱ء میں جب کہ وہ مسقط میں تھا خداوند نے اپنے بندے کو اپنے پاس واپس بلا لیا۔ کیونکہ جس مقصد کے لئے وہ ہندوستان آیا وہ

خداوند نے پورا کر لیا۔اسکی قبر آج بھی سمندر کے کنارے واقع ہے۔

اگرچہ وہ نیوٹن 'گورڈن 'فورمن اور تھامس ہنٹر کی طرح کا مشنری تو نہ تھا۔لیکن اس کے باوجود کسی طور ان سے کم بھی نہ تھا۔وہ پاکستان میں اینگلیکن کلیسیا کا پہلا بشپ تھا۔

یہاں یہ بات واضح کرنے کی ضرورت ہے کہ فرینچ کی آمد سے بیشتر کلارک فینڈرز 'بروس 'فنٹز پیٹرک وغیرہ آچکے تھے۔

فنٹز پیٹرک وہ مشنری تھا جس نے ملتان میں سب سے پہلے کام شروع کیا تھا۔

گرائمر اسکول 'ہولی ٹرنٹی چرچ کراچی 'ایڈورڈ ہائی اسکول پشاور' مشن اسکول بنوں (پینل ہائی اسکول) ۱۸۵۰ء کی دہائی یا اس کے بعد فرینچ کے لاہور آنے سے پہلے تعمیر ہو چکے تھے۔

اینگلیکن کلیسیا نے بڑے بڑے جید عالم پیدا کئے۔جن میں عماد الدین' دینا ناتھ' وارث الدین 'احسان اللہ' برکت اللہ اور تاک کا شمیری شامل ہیں۔زیادہ کا تعلق نارووال سے ہے۔

یہ کلیسیا چونکہ برطانوی حکومت کی اپنی کلیسیا تھی اس لئے اسی نام سے نامزد تھی اسے شاہی کلیسیا بھی کہا گیا تھا۔یہ سچ ہے کہ شروع شروع میں اس کلیسیا کا بشارتی کام امیروں کے درمیان رہا اور غریبوں کی طرف بہت کم توجہ دی۔رئیس مسلمانوں اور ہندوؤں میں سے جو مسیحی حلقہ میں آئے وہ اینگلیکن کلیسیا کے شرکاء تھے۔

اس کلیسیا کے مشہور گاؤں کلارک آباد' ۴۲۴ منٹگمری والا اور عیسیٰ نگری ہیں۔

عبادتی نظام اور ترتیب کے لحاظ سے اس کلیسیا کا مقام ہمیشہ افضل رہا ہے۔اور آج بھی اس مقام کو قائم رکھے ہوئے ہے۔اینگلیکن کلیسیا کراچی کے پہلے پاکستانی بشپ چندو رے تھے اور اسی کلیسیا کے

لاہور میں پاکستانی بشپ عنایت مسیح تھے جو ۱۹۶۸ء میں اس عہدے پر فائز ہوئے۔ آجکل الیگزنڈر جان ملک ہیں۔یہ کلیسیا کم نومبر ۱۹۷۰ء میں چرچ آف پاکستان میں شریک ہوگئی۔"

میتھوڈسٹ چرچ

"میتھوڈسٹ کلیسیا کا بانی جان ویسلی تھا جس نے اس کلیسیا کی بنیاد انگلینڈ میں رکھی۔لیکن پاکستان میں اس کلیسیا کا کام ۱۸۷۳ء میں کراچی میں شروع ہوا۔

کوئٹہ میں ۱۸۸۴ء اور

لاہور میں ۱۸۸۰ء میں انگریز فوجیوں اور اس زبان کے جاننے والوں کے درمیان بشارتی کام شروع کیا گیا۔سب سے پہلا مشنری جو ہندوستان آیا وہ ولیم بٹلر تھا۔

میتھوڈسٹ کلیسیا کا مشہور مشنری تھوبرن اور اس کی بہن ازبلا تھوبرن یو۔ایس۔اے سے آئے۔انہوں نے دہلی اور لکھنؤ میں بہت کام کیا۔

یہ مشنری پاکستان کی سرزمین میں بہت دیر سے آئے۔لیکن انہوں نے کمترین لوگوں میں کام شروع کیا۔اور کراچی، کوئٹہ، ملتان، خانیوال، میاں چنوں، سٹوئنز آباد، رائیونڈ اور لاہور میں اپنے مراکز کھولے۔امریکن پریسبیٹرین کے ساتھ مل کر ایف۔سی اور کنیئرڈ کالجز میں تعلیم کے پھیلاؤ کے لئے اتحاد کرلیا۔اور اس طرح یو۔سی۔ایچ کی خدمت میں اے۔پی کے ساتھ مل گئے۔

۱۹۲۰ء میں ضلع ملتان میں سٹوئنز آباد اور سات گاؤں کے لئے زمین خریدلی اور بہت غریب علاقوں خاص کر سیالکوٹ اور گورداسپور وغیرہ سے مسیحیوں کو لاکر بسایا۔

بہاولپور اور بہاولنگر کے علاقوں میں ۱۹۴۰ء کی دہائی میں کام شروع

کیا گیا۔بہاولنگر کے علاقے کا دوسرا نام چولستان بھی ہے جو ریگستان ہونے کے ساتھ ساتھ بہت زیادہ پسماندہ تھا۔اس علاقہ میں بہاولنگر 'چشتیاں 'حاصل پور' ہارون آباد' فورٹ عباس میں بھی غریب عوام کے درمیان کام شروع کیا۔چولستان میں کام شروع کرنے کا سہرا پادری متھیاس 'ایم ۔اے کیذلر اور پادری خوبد اس کے سر ہے۔

میتھوڈسٹ کے مشہور ادارے اسٹونز آباد اسکول 'لوسی ہیریسن' کرسچن انسٹیٹیوٹ رائیونڈ' ہولی ٹرنٹی گرلز اسکول کراچی ڈرگ روڈ ہائی اسکول ہیں ۔اسٹونز آباد کلیسیا کا سب سے بڑا گاؤں ہے۔جس نے کلیسیا کے لئے اچھی خاصی لیڈر شپ پیدا کی۔کلیسیا کے پہلے بشپ سی۔ڈی ۔راکی آرمسٹڈ اور پھر جے۔وی سموئیل تھے جو پہلے پاکستانی بشپ ۱۹۶۸ء میں نامزد ہوئے۔

۱۹۷۰ء میں یہ کلیسیا بھی چرچ آف پاکستان میں زعم ہوگئی تھی۔"

سالویشن آرمی

"سالویشن آرمی کلیسیا انتظامی لحاظ سے وہ کلیسیا ہے جسے کبھی زوال نہیں آیا۔جبکہ باقی کچھ کلیسیائیں اپنے پہلے والے مقام پر نہیں رہیں۔

اس تنظیم کے بانی جنرل ولیم بوتھ تھے ان کا تعلق انگلینڈ سے تھا۔وہ روحانی شعلہ بیان مقرر تھے ۔جب ۱۸۹۴ء میں وہ لاہور آئے تو ایک تہلکہ مچ گیا۔احسان اللہ انہی کے مترجم تھے۔جوان ہی کی وساطت سے مسیحی ہوئے تھے۔

سالویشن آرمی نے بھی غربا میں اپنا مسکن ڈھونڈا ور منادی کے کام کو خوب طریقے سے کیا۔

مزنگ چنگی کے نزدیک اس کلیسیا کا ہیڈ کوارٹر موجود ہے۔

اس کا کام جھنگ' لاہور' فیصل آباد' خانیوال' شانتی نگر اور امرت نگر میں ہے۔
پاکستان میں اس تنظیم کا کام ۱۸۸۳ء میں لاہور سے شروع ہوا۔"

لوتھرن چرچ

"اس چرچ نے اپنا کام ڈینش خاتون کے ذریعہ مردان میں ۱۹۰۳ء میں شروع کیا۔
اگرچہ مردان اور دیگر پہاڑی علاقہ میں لوتھرن مشن نے ایک طویل عرصے تک بشارتی کام کیا مگر پٹھانوں نے ہمیشہ مسیحیت کی مخالفت کی اور کئی مشنریوں کو شہادت کے درجے تک پہنچایا۔ ۱۹۲۸ء میں تائب نامی شخص کو بپتسمہ دیا اور اس نے جب مسیحیت کو قبول کر لیا تو پشتو زبان کو انجیل کے ترجمہ کے لئے استعمال کیا تاکہ پٹھان انجیلی بشارت کو جان سکیں۔ انہوں نے پسماندہ لوگوں میں بہت خدمت کی۔ ان کا کام ٹانک' ڈیرہ اسماعیل خان' اور رسالپور میں شروع ہوا۔ اس کلیسیا کے تبلیغی کام کو ۱۹۶۰ء میں بڑی تقویت حاصل ہوئی جب فن لینڈ کی کلیسیا نے کافی سارے مشنریوں کو پاکستان میں بھیج دیا۔ ۱۹۶۸ء میں ان کی تعداد دسترہ سو کے قریب ہوگئی۔
اس کلیسیا نے ۱۹۷۰ء میں بشپ ارنی روڈون کی قیادت میں چرچ آف پاکستان میں شرکت کر لی۔ یہی مشنری بعد میں کراچی ڈایوسیس کے بشپ مقرر ہوئے۔"

اے۔ آر۔ پی چرچ

"اس کلیسیا نے منٹگمری ڈسٹرکٹ میں اپنا کام شروع کیا۔ یہی علاقہ جس کا نام آجکل ساہیوال ہے۔ یو۔ ایس۔ اے سے۔ اے۔ آر۔ پی مشن نے اپنی ایک خاتون کارندہ مس منی الیگزینڈر کو ۱۹۰۶ء میں

بشارتی کام شروع کرنے کے لئے بھیجا۔

۱۹۱۰ء میں پادری اور مسز روبنسن بھی آئے۔ڈاکٹر لوئینگ نے ان دونوں کو ساہیوال ڈسٹرکٹ میں کام کرنے کی ترغیب کی۔اور یوں اس مشن کا کام شروع ہوا۔پریسبیٹرین چرچ کی طرف سے غریب کمترین خاکروب لوگوں میں منادی کی گئی۔

اس مشن نے ۱۹۱۱ء میں ساہیوال فینسی فل وڈ ہسپتال کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۱۶ء کے بعد رینس آباد' نوے چک' بہتر چک' اٹھاون چک' ڈاکٹر والا میں مسیحیوں کو آباد کیا۔لڑکے اور لڑکیوں کے لئے اسکول کھولے گئے۔

آج کل ان کا کام بہاولپور اور کراچی میں بھی جاری ہے۔

اے۔آر۔پی چرچ وقتاً فوقتاً بحران کا شکار رہی ہے۔اس کلیسیا کی مایہ ناز ہستیوں میں سے پادری بی۔ڈیل وائٹ۔پریسلی' مس حنا' مس ڈیگن ہیں۔مس ڈیگن ہارٹ کو نرسنگ شعبہ کے توسط سے ان کی خدمت کے سلسلے میں حکومت پاکستان نے تمغہ خدمت بھی عطا کیا تھا۔"

ٹیم مشن

"اس تنظیم کا کام ۱۹۵۰ء سے شروع ہوا۔اس کی تفصیل جاننے کے لئے KAREN & PIETSCH کی لکھی ہوئی کتاب نمبر ۲۳ کا مطالعہ معاون ثابت ہوسکتا ہے۔ یہ تنظیم NON-DENOMINATIONAL ہے۔اور بشارت کی دلدادہ۔

۱۸۴۶ء میں ڈاکٹر اینڈ مسز اینڈریو کارسگار ڈ ٹیکسلا میں آئے۔اور پھر ان کے چلے جانے کے بعد ۱۹۴۷ء میں کارل اور ایگنس ڈیوس' میرین ٹمپل تشریف لے آئے۔ ۱۹۵۰ء میں ان لوگوں نے یو۔پی

چرچ سے علیحدہ ہو کر اپنے کام کی ابتداء کی۔ ان کا کام یہ ہے۔

They faced the challenge of the mountains
and valleys of the north

آج ان کا کام ایبٹ آباد' راولپنڈی' مانسہرہ' قلندر آباد' مری' حسن ابدال' واہ' سوات' ہری پور' تربیلا اور اٹک یعنی پہاڑی علاقوں میں ہے۔ ۱۹۶۹ء میں بیس سال کے کام کے بعد دو سو اکیس لوگ اس گروہ میں شامل ہو سکے۔ زمین سخت ہے اور بیج کا اگنا بہت محال ہے۔ کوشش جاری ہے کہ ٹریکٹ' بک اسٹال' بشارت اور ہسپتال میں منادی کے ذریعہ لوگوں کو خداوند کا کلام سنایا جائے۔

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں"

سیونتھ ڈے ایڈونٹسٹ کلیسیا

"اس کلیسیا کو شروع کرنے کا سہرا ڈاکٹر مان کے سر ہے جنہوں نے ۱۹۱۴ء میں کام شروع کیا۔ صحت کے شعبے پر زیادہ توجہ دینے اور اچھے ہسپتال قائم کرنے کی بدولت کراچی' لاہور' فاروق آباد اور نیاز بیگ ٹھوکر میں اپنے مراکز قائم کیے ہیں۔

بائبل اسکول کے ذریعے بھی خداوند کا پیغام غیر مسیحیوں تک پہنچایا جاتا ہے۔ ان کی تعداد چند ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔"

پینٹکاسٹل اور برادران

"پینٹکاسٹل کا کام ۱۹۴۳ء میں شروع ہوا۔ آج کل مختلف گروہوں میں پائے جاتے ہیں۔ پینٹکاسٹل اور برادران اپنے خصوصی انداز میں بڑے زبردست بشارتی ہیں۔ ان کا کوئی مخصوص علاقہ نہیں اور نہ ہی کسی قیود اور حدود کے پابند ہیں۔ دعا کرنا' بدروحوں کو نکالنا' شفا

دینا اور بالغ شخص کے بپتسمہ لینے پر زیادہ زور دیتے ہیں ۔پاکستان کے ہر شہر میں پائے جاتے ہیں ۔ان کے اکثر خادم تربیت یافتہ نہیں ہوتے مگر وہ پھر بھی تربیت یافتہ سے کہیں بڑھ کر جوشیلے اور خداوند کے لئے دکھ اٹھانے والے ہیں ۔ان کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے ۔اور دنیا بھر کی اس وقت مقبول ترین کلیسا بنتی جا رہی ہے ۔

شاید اس کا راز دعا اور روزہ میں مخفی ہے ۔

برادران کا کام بھی پاکستان بننے کے بعد سے کافی ترقی پا گیا ہے ۔ان کے گروہوں کی تعداد ۱۰۰ سے تجاوز کر رہی ہے ۔اس کے علاقوہ اور بہت سی چھوٹی چھوٹی کلیسیائیں مصروف عمل ہیں ۔"

ہماری عیسائیت

پاکستان میں "عیسائی مشنریوں" کی تبلیغ کے حوالے سے مذکورہ بالا حقائق کو سامنے رکھ کر یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ "عیسائی مشنریاں" ڈاکٹر جارج ای پوسٹ کے اس بیان کو عملی جامہ پہنا رہی ہے جو اس نے "پروٹسٹنٹ مشنز" کی سو سالہ کانفرنس کے موقع پر ۱۸۶۶ء میں دیا تھا اس نے کہا تھا :

> "یہ زندگی کی جنگ ہے ۔ہمیں ان (مسلمانوں) پر فتح حاصل کرلینی چاہئے ورنہ وہ ہم پر فتح پالیں گے ۔ہم کو ٹڈیوں اور مکڑیوں کے گھروں میں جانا چاہئے ۔ہم کو عرب جانا چاہئے ۔سوڈان جانا چاہئے ۔وسطی ایشیاء جانا چاہئے ۔اور ہم کو یہاں کے لوگوں کو عیسائی بنانا چاہئے ۔ورنہ وہ (مسلمان) صحراؤں کو عبور کرلیں گے ۔آگ کی طرح بڑھیں گے اور ہماری عیسائیت کو ہڑپ کر جائیں گے اور اسے برباد کردیں گے ۔"[1]
>
> (مسلمان اور اہل کلیسا کا نظام تعلیم ص ۴)

---

[1] ISLAM -- A CHALLANGE TO FAITH P. 8 S.L

پاکستان بائبل کارسپانڈنس اسکول

یہاں میں ان دو مشنری اداروں کا ذکر بھی کرنا چاہوں گا' جن کے عیسائیت سے متعلق "مذہبی کورس" کا کچھ حصہ "خط و کتابت" کے ذریعہ کر چکا ہوں' اور ردعیسائیت کے حوالے سے بھی ان مشنری اداروں سے خط و کتابت کر چکا ہوں۔

ان میں پہلا مشنری ادارہ کراچی کی سطح پر "پاکستان بائبل کارسپانڈنس اسکول" کے نام سے جانا جاتا ہے۔

یہ مشنری ادارہ ابتداء میں خط و کتابت کے ذریعہ "توریت انبیاء کے صحائف اور زبور کی شہادت" "خداوند اور نجات دہندہ" اور "روزمرہ کی زندگی" نامی کورس کرواتا ہے' ان تینوں کورسوں کو مکمل کرنے پر یہ ادارہ "بائبل مقدس" بطور انعام ارسال کرتا ہے' اور ساتھ ہی ہر کورس کے اختتام پر "سند" بھی ارسال کی جاتی ہے۔

آگے چل کر یہ ادارہ جو کورس شروع کرواتا ہے' وہ بھی بائبل کے مختلف ابواب سے ہوتے ہیں' جن میں "راہ نجات"' "زبور"' "یوحنا کی انجیل"' "رسولوں کے اعمال"' "رومیوں کے نام خط"' "کرنتھوں"' "افسیوں" اور مکاشفہ وغیرہ۔

نومبر ۱۹۹۳ء سے اس احقر نے اس مشنری ادارے سے عیسائیت پر بحث و تمحیص کا آغاز کیا' احقر حضرت عیسیٰ علیہ السلام (یسوع مسیح) کے سلسلے میں بائبل سے عیسائیت کے ان نظریات و عقائد کی تردید میں لکھتا رہا' جن کے تحت حضرت عیسیٰ علیہ السلام (یسوع مسیح) کو "تثلیث" کی بنیاد پر "خدا" یا "اقنوم دوم" کے اعتبار سے خدا کا "بیٹا" مانا جاتا ہے۔

اور اس مشنری ادارے (پاکستان بائبل کارسپانڈنس اسکول) کی جانب سے ردعیسائیت پر میرے خطوط کے جواب میں عیسائیت کے عقائد کی ترجمانی کرتے ہوئے سلیمان جاوید نامی کوئی صاحب لکھتے رہے۔

اور ساتھ ہی ساتھ یہ مشنری ادارہ عیسائیت سے متعلق لٹریچر بھی بھیجتا رہا' اس کے علاوہ اس مشنری ادارے کی جانب سے وقتاً فوقتاً اس ناچیز کے نام "دعوتی خطوط" بھی آتے رہے' چنانچہ پی' ای' سی' ایچ' ایس (کراچی) کے علاقہ میں مورخہ ۲۴ جون ۱۹۹۴ء

کو ایک ''اسٹوڈنٹس ریلی'' میں شرکت کی دعوت دیتے ہوئے اس مشنری ادارے نے جو ''دعوتی خط'' مجھے ارسال کیا اسکا مضمون ملاحظہ ہو :

''عزیز طالب علم خالد محمود صاحب

خداوند کریم کے بابرکت اور پرفضل نام میں آپکی سلامتی ہو۔
ہمیں نہایت خوشی ہے کہ آپ کلام خدا کی سچائیوں سے واقفیت حاصل کر رہے ہیں اور اس علم کی خوشبو سے اپنی زندگیاں مہکا رہے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ خدا آپ کو اپنی نجات کا علم بخشے اور برکت عطا فرمائے۔ آمین۔
اس وقت خط لکھ کر ہم آپ کو ایک اسٹوڈنٹس ریلی میں شرکت کی دعوت دے رہے ہیں تاکہ کچھ دیر باہم مل بیٹھ کر کلام خدا کے بارے میں تبادلہ خیال کر سکیں۔ اور خدا سے اپنے لئے روحانی برکات اور نیک راہیں طلب کر سکیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آپ ضرور تشریف لائیں گے۔ شکریہ

فقط خیر اندیش پرنسپل و اسٹاف
کراچی سینٹر''

نیز یہ مشنری ادارہ عیسائیت سے متعلق اپنے لٹریچر کے ساتھ وقفے وقفے سے ایسے ''کارڈ'' اور ''اشتہارات'' بھی روانہ کرتا رہتا ہے جس کے شروع میں جلی حروف میں ''آپ کے دوست کے لئے'' تحریر کیا ہوا ہوتا ہے۔
یعنی آپ کے ذریعے آپ کے دوستوں میں بھی عیسائیت کی تبلیغ کے لئے ''راہیں'' ہموار کرنے کی کوشش کی جاتی ہے' اور ساتھ ہی ''کورس'' میں شمولیت کی دعوت بھی دی جاتی ہے۔

اسی طرح یہ مشنری ادارہ مختلف اوقات میں اخبارات اور خاص خاص موقعوں پر اشتہارات کے ذریعے ہر خاص و عام کو عیسائیت سے متعلق کورس کرنے کی دعوت دیتا ہے' اس سال ۱۴ اگست ۱۹۹۶ء کے موقع پر ''یوم آزادی مبارک'' کے زیر عنوان اس

مشنری اداروں نے جو اشتہار شائع کیا وہ ملاحظہ ہو۔

"یوم آزادی مبارک"

"کتنا خوبصورت، کتنا شاداب اور کتنا باوقار ہے ہمارا پاکستان، وطن عزیز اور آزادی عنایات خداوندی ہیں، جو ہمارے بزرگوں کی بیشمار قربانیوں کے طفیل ہمیں ملیں۔ آج ہم آزادی کی سالگرہ منا رہے ہیں۔ مسرت و شادمانی کے اس موقع پر لازم ہے کہ نہ صرف ہم خدائے بزرگ و برتر کے حضور شکر گذاری کا نذرانہ پیش کریں بلکہ اپنے آپ کو جانچیں بھی کہ گذرے برسوں میں ہم نے اپنے ملک کو کیا دیا ہے۔؟

انجیل مقدس میں مرقوم ہے!

"جو کوئی زندگی سے خوش ہونا اور اچھے دن دیکھنا چاہے، وہ زبان کو بدی سے اور ہونٹوں کو مکر کی بات کہنے سے باز رکھے۔ بدی سے کنارہ کرے اور نیکی کو عمل میں لائے۔ صلح کا طالب ہو اور اس کی کوشش میں رہے۔" (انجیل مقدس بمطابق پطرس ۳:۱۰،۱۱)

داؤد نبی کا استفسار ہے کہ!"خداوند کی سب نعمتیں جو مجھے ملیں، میں ان کے عوض میں اسے کیا دوں؟" (زبور ۱۱۶:۱۲)

آیئے آج ہم مل کر عہد کریں کہ وطن عزیز کی ترقی استحکام اور خوشحالی کے لئے ہم کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے اور روز و شب ملک کی ترقی اور سلامتی کے لئے کوشاں اور دعاگو رہیں گے۔

دعا "اے خدا! میں نے تجھ سے دعا کی ہے کیونکہ تو مجھے جواب دے گا۔ میری طرف کان جھکا اور میری عرض سن لے، آسمان پر سے نگاہ کر اور دیکھ اور اس تاک کی نگہبانی فرما اور اس

پودے کی بھی جسے تیرے دہنے ہاتھ نے لگایا ہے اور اس شاخ کی جسے تو نے اپنے لئے مضبوط کیا ہے۔" (زبور ۶:۱۷-زبور ۸۰: ۱۴'۱۵)

خدا کے زندہ کلام اور انبیاء کے صحائف کا مفت مطالعہ کرنے کے لئے اس کوپن کو مندرجہ ذیل پتہ پر بھیجیں۔

نام ------------------------------------

پتہ ------------------------------------

پاکستان بائبل کارسپانڈنس اسکول پوسٹ بکس ۲۳۲۷ کراچی ۷۵۴۰۰"

گڈ نیوز سنٹر (ڈیرہ غازی خان)

یہ مشنری ادارہ بھی "پاکستان بائبل کارسپانڈنس اسکول" کی طرز پر کام کرتے ہوئے بائبل کے مختلف ابواب سے "خط و کتابت" کا آغاز کرتے ہوئے عیسائیت کی تبلیغ میں سرگرم ہے۔ اس مشنری ادارے سے احقر کی خط و کتابت کا زمانہ بھی قریب وہی ہے جو "پاکستان بائبل کارسپانڈنس اسکول" سے رہا۔

لیکن اس مشنری ادارے نے خط و کتابت سے زیادہ عملی کام کی طرف توجہ دی جس کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ ۱۲ جنوری ۱۹۹۴ کی شام کو ڈاک کے ذریعہ اس مشنری ادارے کی جانب سے جمال اکمل نامی ایک مشنری کا خط مجھے موصول ہوا' جوان صاحب نے علاقہ ڈیفنس سوسائٹی (کراچی) کے پتہ سے روانہ کیا تھا' یہ پورا خط پرنٹ شدہ ہے' اور اس خط کے آخری میں جمال اکمل نامی اس مشنری موصوف نے اپنے دستخط کئے ہوئے ہیں' خط کا مضمون ملاحظہ ہو:

"محترم دوست!

آداب عرض۔ ہمیں خدا کی ذات سے امید ہے کہ آپ اور آپ کے اہل خاندان بخیریت ہوں گے' اور ہماری دعا ہے کہ خداوند آپ کو ہر حال میں خوش و خرم اور خوشحال رکھے۔

یہ بات ہمارے لئے باعث مسرت ہے کہ آپ نے ڈیرہ غازی خان کے اسکول سے ہمارا بائبل کارسپانڈنس کورس بڑی کامیابی سے مکمل کر لیا ہے۔ خدا کے کلام کا مطالعہ کرنا اور اس کے مقدس نوشتوں کے ذریعہ اس کلام کو سننا ایک عظیم کام ہے۔ چنانچہ ہم محسوس کرتے ہیں کہ سچائیوں کی تحقیق کے لئے آپ کے مطالعہ کا سلسلہ ہم سب کے لئے حوصلہ افزا ہے۔

اگر اس سلسلہ میں آپ کا شوق مطالعہ قائم ہے تو ہماری گذارش ہے کہ آپ مندرجہ بالا پتہ پر اپنے نام اور پتہ سے مطلع فرمائیں۔

امید ہے کہ آپ اپنے خط میں یہ ذکر ضرور کریں گے کہ آیا ہمارے ایک نمائندے کا آپ سے مل کر آپ کی اس تحقیق میں مددگار کی حیثیت سے شامل ہونا فائدہ مند ہو گا یا نہیں یہ انتظام ایک فرد کی بجائے ایک گروپ یا کلاس کی شکل میں بھی ہو سکتا ہے۔

برائے کرم مندرجہ ذیل سوالات کی روشنی میں اپنے خیالات سے مطلع فرمائیں:

۱۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کسی مددگار کے ساتھ مل کر اپنا مطالعہ جاری رکھیں؟

۲۔ کیا آپ ہماری ہفتہ وار میٹنگ میں شامل ہونا چاہتے ہیں؟

۳۔ کیا آپ صرف خط و کتابت کے ذریعہ ہی علم حاصل کرنا چاہتے ہیں؟

علاوہ ازیں ہر جمعہ کے روز بوقت (۵) پانچ بجے شام

بمقام: ۱۰۱ اے ' ۲-۱۰ڈی پوسٹ لائن بالمقابل سی بریز ہسپتال '
ایک میٹنگ منعقد ہوتی ہے جس میں لیکچر دیا جاتا ہے جس کے
بعد ہر کسی کو اظہار خیال کرنے کا موقع ملتا ہے ۔

ہم آپ کو اس میٹنگ میں شرکت کی دعوت دیتے ہیں ۔
ہمیں امید ہے کہ آپ اس خط کا جواب جلد بھیجیں گے
اور ہمیں خدمت کا موقع دیں گے ۔

والسلام

آپ کا خیراندیش
"جمال اکمل"

مشنری سے ملاقات

مندرجہ بالا خط میں جس مقام اور میٹنگ کا ذکر کیا گیا ہے اس ناچیز نے اس میں شرکت نہ کی مگر اس خط کے بعد اس مشنری سے میری خط و کتابت کا آغاز ہو گیا 'اور آگے چل کر یہ خط و کتابت اس عیسائی مشنری سے ملاقات کی پیش خیمہ ثابت ہوئی ۔

لہٰذا مورخہ ۲۳ فروری ۱۹۹۴ء کو باقاعدہ پروگرام کے تحت "جہانگیر ریسٹورنٹ" (صدر کراچی) میں شام چھ بجے اس مشنری سے ملاقات ہوئی 'اس عیسائی مشنری سے ملاقات سے پہلے اس کے نام (جمال اکمل) اور طرز تحریر سے میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ موصوف کوئی پاکستانی مشنری ہوں گے ۔

عین مذکورہ تاریخ والے دن اس عیسائی مشنری سے ملاقات پر معاملہ میری سوچ کے برعکس بر آمد ہوا 'کیونکہ موصوف انگریز عیسائی مشنری نوجوان نکلے 'اس دن ان کے ساتھ ایک پاکستانی دانش نامی عیسائی نوجوان بھی آیا تھا 'جمال اکمل نامی اس مشنری سے رسمی سلام و دعا اور بعد کا تعارف اردو زبان میں ہی ہوا 'اور حیرت انگیز طور پر موصوف بغیر کسی تلفظ کی غلطی کئے اردو بہت اچھی بول رہے تھے ۔

پہلے دن اپنا تعارف کراتے ہوئے جو باتیں اس انگریز مشنری نے بتائیں ان کا

اجمالی خاکہ یہ تھا کہ موصوف ([illegible]) کا رہائشی اور پیدائشی ہے اور [illegible] سال سے اپنی انگریز نوجوان بیوی کے ساتھ ”ڈیفنس“ میں رہائش پذیر ہے۔ موصوف کی بیوی کراچی کے کسی بڑے ہسپتال میں ملازم ہے اور خود موصوف ”کلفٹن سی اسکول“ میں ریاضی کے استاد ہیں۔ نیز یہ کہ موصوف کا اصل نام ”گراہم ایلبٹ“ ہے۔ ”جمال اکمل“ نام پاکستان آکر اختیار کیا ہے۔ اس کی وجہ کے استفسار پر ”گراہم ایلبٹ“ نے جواب دینے کے بجائے اس کے ساتھ آئے ہوئے پاکستانی عیسائی نوجوان دانش نے یہ جواب دیا کہ بعض پاکستانی دوستوں کی زبان سے موصوف کا انگریزی نام صحیح ادا نہیں ہوپاتا۔ اس بناء پر موصوف نے یہ نام (جمال اکمل) اختیار کیا ہے۔

گراہم ایلبٹ

یہاں وثوق سے کچھ کہنا مشکل ہے کہ اس عیسائی مشنری ”گراہم ایلبٹ“ نے اپنے بارے میں کتنا سچ بتایا اور کتنا سچ چھپایا۔ اس مشنری سے بعد میں بھی میری کئی ملاقاتیں ہوئیں، مگر ان کی تفصیل یہاں مقصود نہیں بلکہ اصل گزارش یہ ہے کہ اس مشنری سے ملاقات کے بعد ”عیسائی مشنریوں“ کے حوالے سے ”ہفت روزہ تکبیر“ ۲۰ جنوری ۱۹۹۳ء کی اشاعت میں ”پاکستانی نوجوانوں پر عیسائیت کی یلغار“ اور ۸ جنوری ۱۹۹۳ء کی اشاعت میں ”کراچی پر عیسائیت کی یلغار“ کے زیر عنوان جو تفصیلی رپورٹیں شائع ہوئی تھیں ان کی تصدیق ہوگئی تھی۔[۵۵]

اس کے علاوہ ادارہ ”صدیقی ٹرسٹ“ نے پاکستان میں عیسائی مشنریوں کی سرگرمیوں کے حوالے سے جو رسائل بنام ”پاکستان اور صلیبی جنگ“، ”پاکستان میں عیسائیت کا فروغ“، ”پاکستان میں عیسائیت کا حوال“ اور دیگر اسی مضمون کے رسائل کے حقائق اس مشنری سے ملاقات پر سامنے آگئے تھے، یعنی جو باتیں ”عیسائی مشنریوں“ کے حوالے سے علمی طور پر میں پڑھ چکا تھا ”گراہم ایلبٹ“ مشنری سے ملاقات کے بعد

---

[۵۵] عیسائی مشنریوں پر ہفت روزہ تکبیر ۴ فروری ۱۹۹۳ء کی رپورٹ مزید تفصیل کے لیے دیکھی جاسکتی ہے۔ خالد

مشاہدے میں آچکی تھیں۔

گزارشات

مجھے امید ہے کہ عیسائی مشنریوں کے حوالے سے جتنی بھی گزارشات میں اوپر کر آیا ہوں' اس میں احقر نے آنجناب کی معلومات میں ذرا بھی اضافہ نہیں کیا ہو گا' بلکہ پاکستان اور پاکستان کے علاوہ جن جن ممالک میں عیسائی مشنریاں مصروف عمل ہیں' آنجناب مجھ احقر سے کہیں زیادہ اس بارے میں جانتے ہوں گے۔

مگر ''عیسائی مشنریوں'' کے بارے میں مذکورہ بالا تفصیل کی ضرورت صرف آنجناب کے اس سوال کہ ''آپ نے مجھے یہ پمفلٹ بھیجنے کی ضرورت کیوں محسوس کی'' کی وجہ سے پیش آئی۔ لہٰذا آپ اپنے اس استفسار (آپ نے مجھے یہ پمفلٹ بھیجنے کی ضرورت کیوں محسوس کی) کو سامنے رکھ کر خود انصاف سے فیصلہ فرمائیں کہ پاکستان میں عیسائی مشنریاں ہر طرح کی آزادی سے مسلمانوں میں اور غیر مسلموں میں عیسائیت کی ''تبلیغ'' کر رہی ہیں تو کیا؟ ہم مسلمانوں کو اتنا بھی حق حاصل نہیں کہ ہم مسلمان ''اسلام'' کے نام پر حاصل کئے گئے وطن عزیز پاکستان میں ''دین اسلام'' کی تبلیغ کریں۔

حالانکہ میں نے جو پمفلٹ ''عیسیٰ علیہ السلام بزبان خود'' آپ کی خدمت میں روانہ کیا تھا وہ سے فیصد ''بائبل مقدس'' کی آیات پر مشتمل ہے۔

مگر ان سب باتوں کو چھوڑ کر آپ کو پمفلٹ بھیجنے کا مقصد صرف اتنا تھا کہ بحیثیت ''نو مسلم'' جو روشنی میں نے ''دین اسلام'' کو پڑھنے اور دیگر عوامل کے ساتھ پائی ہے۔ اس روشنی کو پمفلٹ ''عیسیٰ علیہ السلام بزبان خود'' کے ذریعہ آپ کے سامنے رکھنا تھا' ورنہ دوسری جانب مجھے یہی امید تھی کہ مذکورہ پمفلٹ میں جو آیات ''بائبل مقدس'' سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ''معبود'' ہونے کی نفی پر مولف نے نقل کرنے کے بعد جو نظریہ پیش کیا ہے اس پر اگر اختلاف ہوا تو آپ علمی انداز میں اس بارے میں جوابا کچھ تحریر فرمائیں گے مگر مجھے افسوس ہے کہ آپ نے اپنے خط میں پمفلٹ میں مذکور کسی بائبل کی آیت پر ایک جملہ نہیں لکھا۔

امن وسلامتی

آنجناب لکھتے ہیں :

"اگر آپ مجھے اسلام سکھانا چاہتے ہیں تو اسلام کے متعلق لکھ کر بھیجئے اس میں کیا ہے ؟ جس کی آپ پیروی کر کے امن و سلامتی کے ساتھ سکون سے رہ رہے ہیں تاکہ ہم بھی وہ سکون حاصل کریں ۔"

آنجناب کو اسلام سکھانا اور آنجناب کی خدمت میں اسلام کے متعلق لکھ کر بھیجنے کے حوالے سے چند گزارشات احقر کرنا چاہتا ہے ۔

اول :- آنجناب کی خدمت میں "عیسیٰ علیہ السلام بزبان خود" نامی ۲۰ صفحات کے اس پمفلٹ میں مولف (ڈاکٹر محمد ایوب خان صاحب) نے بائبل کی آیات سے عیسائیت کے عقائد باطلہ کی نفی کرتے ہوئے قرآن مجید فرقان حمید کی آیات کو نقل کرتے ہوئے اپنے تبصرہ کے ساتھ اجمالاً دین اسلام کی دعوت بھی بڑے محبت بھرے انداز میں دی ہے ۔

لہٰذا آنجناب اپنے بیان "اگر آپ مجھے اسلام سکھانا چاہتے ہیں تو اسلام کے متعلق لکھ کر بھیجئے" کی روشنی میں اگر واقعتاً حق کے متلاشی ہوتے تو پمفلٹ کی دعوت پر ضرور غور فرماتے ۔

دوئم :- آپ کے مذکورہ بالا بیان میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آنجناب کو پمفلٹ "عیسیٰ علیہ السلام بزبان خود" میں مذکور قرآنی آیات پر اگر اختلاف تھا تو کم از کم حق کی تلاش کے لئے "بائبل مقدس" کی ان آیات پر ہی غور فرمالیتے جس میں "یسوع مسیح" (علیہ السلام) نے "توحید خالص" کی دعوت دی ہے 'تو کچھ مشکل نہ تھا کہ آنجناب کو "دین اسلام" کے پیغام کی سمجھ آجاتی' لہٰذا اپنی نفی کر کے حق کو قبول کرنا اس عقل مند آدمی کا کام ہے جس کے لئے اشارہ کافی ہوتا ہے ۔

سوئم :- یوں تو آنجناب کی مذکورہ بالا ساری عبارت مع خط کے طنز پر مشتمل ہے 'مگر اس عبارت میں "اسلام کے متعلق لکھ بھیجئے" کے بعد آپ طنز کرتے ہوئے

فرماتے ہیں: ''(اس میں کیا ہے یعنی اسلام میں) جس کی آپ پیروی کر کے امن و سلامتی کے ساتھ سکون سے رہ رہے ہیں تاکہ ہم بھی وہ سکون حاصل کریں۔''

چنانچہ اپنے اس طنز کو سامنے رکھتے ہوئے آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ کیا ''حق'' کے متلاشی آدمی کا طرز کلام ایسا ہوا کرتا ہے، جیسا آنجناب نے اپنے خط میں اختیار کیا ہے۔

اس بنا پر ''اسلام سکھانا'' والی بات کو تو چھوڑیں کہ یہ احقر بحیثیت ''نو مسلم'' خود دین اسلام کا طالب علم ہے، مجھ ایسا کم فہم آنجناب جیسے فہیم آدمی کو کیا سکھائے گا، مگر آنجناب کی اسلام کے ''متعلق لکھ کر بھیجئے'' والی بات مذکورہ بالا طنز کی بناء پر کیا حقیقت رکھتی ہے، آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔

سچا مذہب

''دین اسلام'' میں کیا ہے؟ کے حوالے سے یہ احقر اسلامی کتب سے نہ ختم ہونے والی طویل عبارتیں نقل کر سکتا ہے، مگر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ''غیر مسلم'' اہل علم کی رائے معلوم کر لی جائے کہ وہ ''اسلام'' کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

میجر آرتھر کلائن لیونارڈ کہتے ہیں:

> ''پس وہ (تلاش کنندہ) یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گا کہ اسلام ایک ایسا عظیم اور سچا مذہب ہے جو اپنے متابعین کو انسانی اندھیرے اور گمراہوں سے نکال کر روشنی اور سچائی کی بلند چوٹیوں تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔''

(حضرت محمد رسول اللہ ﷺ غیر مسلموں کی نظر میں ۱۷)

امن و امان

''ہسٹری آف دی مورش ایمپائران یورپ'' کے مصنف جناب ایس پی اسکاٹ کہتے ہیں:

> ''ہم کو چاہئے کہ اس غیر معمولی مذہب (اسلام) کی

سرعت ترقی اور اس کے دوامی اثرات ان قدر نہیں تھے جو جذبہ امن و امان، دولت و حشمت، فرحت و سرور اپنے ساتھ لے گیا۔"

(حضرت محمد رسول اللہ ﷺ غیر مسلموں کی نظر میں ص د ۶)

امریکہ کے مشہور جریدہ "لائف" کے ایڈیٹر نے اسلام کی خوبیوں پر جو مضمون لکھا تھا اس کے چند اقتباسات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

توحیدی دین

"عرب میں آنحضرت ﷺ نے جس توحیدی دین کی بنیاد ڈالی تھی، آگے چل کر اس نے ساری دنیا کو اپنے سایہ عاطفت میں لے لیا۔ اسلام تمام مذاہب عالم میں آسان اور واضح ترین مذہب ہے۔ اس کی تعلیمات میں کوئی پیچیدگی نہیں ہے، کوئی عقیدہ خلاف عقل نہیں ہے۔"

"پیغمبر اسلام ﷺ نے کبھی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ انہوں نے صاف لفظوں میں کہا کہ میں تمہاری ہی طرح ایک بندہ بشر ہوں۔ مجھے اللہ نے اپنا دین تم تک پہنچانے کے لئے منتخب فرمالیا۔ پیغمبر اسلام ﷺ ایک تاریخی شخصیت ہیں۔ جن کی سیرت اور سوانح عمری ہمیں یقین کے ساتھ معلوم ہے۔ دوسرے مذاہب کے برعکس اسلام کا آغاز تاریخ کی روشنی میں ہوا۔"

"اکثر مغربی مورخین یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کی فتوحات کا سبب یہ تھا کہ عرب کے ہمسایہ ملکوں میں بدنظمی پھیلی ہوئی تھی اور مسلمان اعلیٰ درجے کی عسکری قوت کے مالک تھے لیکن یہ مفروضہ بالکل غلط ہے۔ ان کی فتوحات کا اصل سبب یہ ہے کہ اسلام نے ان کے اندر اللہ کی راہ میں جہاد کرنے اور شہادت

حاصل کرنے کا بے پناہ جذبہ بیدار کر دیا تھا۔"

"اسلام کا معنی ہے مطیع ہو جانا یعنی اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا۔ اس لئے ہر سچا مسلمان رضاالٰہی حاصل کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ نیز وہ اپنے خدا کو ہر جگہ حاضر و ناظر کرتا ہے جس کی رفاقت کا احساس اسے بے خوف بنا دیتا ہے۔

مسلمانوں کی نگاہ میں اسلام کو سیاست سے جدا نہیں کیا جاسکتا' کیونکہ اسلام ایک ہمہ گیر نظام حیات ہے' جو انسانی افکار اور اعمال کی ایسی رہنمائی کرتا ہے جس کی نظیر اہل مغرب کے یہاں ناپید ہے۔"

(اسلام غیر مسلموں کی نظر میں ص ۲۸۴ تا ۲۸۵)

آداب

موسیو سید یو اسلام کے بارے میں کہتے ہیں:

"اسلام بے شمار خوبیوں کا مجموعہ ہے۔ قرآن میں تمام آداب و اصول حکمت اور فلسفہ موجود ہیں۔"

(اسلام غیر مسلموں کی نظر میں ص ۲۰۷)

قرآن کی حکومت

موسیو گاسٹن کار اسلام کے بارے میں کہتے ہیں:

"اسلام حقیقت میں اجتماعی مذہب ہے۔ جس کو دنیا کے ۲/۳ حصہ آبادی نے حق تسلیم کر لیا ہے۔ اسلام ہی نے دنیا کی عمرانی ترقی کے لئے ہر قسم کے ذرائع یورپ کو بہم پہنچائے ہیں۔ روئے زمین سے اگر اسلام مٹ گیا۔ مسلمان نیست و نابود ہوگئے' قرآن کی حکومت جاتی رہی تو کیا دنیا میں امن قائم رہے

گا۔ ہرگز نہیں‘‘ (اسلام غیر مسلموں کی نظر میں ص ۷۲۲)

’’دین اسلام‘‘ کی حقانیت پر اوپر مذکور یہ حوالہ جات آنجناب کی خدمت میں پیش کئے ہیں ‘ لہٰذا بغیر کوئی تبصرہ کئے دعوت دیتا ہوں کہ آپ ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ اس ’’دین اسلام‘‘ میں کیا ہے؟ کہ غیر مسلم بھی اس ’’دین حنیف‘‘ کو تمام انسانیت کے لئے ’’سایہ عاطفت‘‘ بتاتے ہیں۔

نظریہ فطرت

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جب ضمیر کی آواز پر لبیک کہنے والے غیر مسلموں نے ’’دین اسلام‘‘ کو قبول کیا تو انہوں نے بے اختیار دین اسلام کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ان خیالات کا اظہار کیا۔

ماہر علم الانسان مصنف اور محقق کی حیثیت سے ڈاکٹر آر ایل ۔میلما یورپ کے علمی حلقوں میں خاص عزت اور شہرت کے مالک ہیں ‘انہوں نے اپنے اسلام قبول کرنے کا طویل قصہ بیان فرمایا ہے ‘ لہٰذا طوالت کے خوف سے یہاں انکی وہ باتیں نقل کرتا ہوں جن کی بناء پر یہ اسلام سے متاثر ہوئے ‘وہ کہتے ہیں :

> ’’اب میں یہ بتاؤں گا کہ اسلام کی کون سی باتوں نے مجھے متاثر کیا۔
>
> ۱۔ صرف ایک اعلیٰ و برتر ہستی ‘اللہ کا اقرار ‘ یہ نظریہ فطرت کے اتنا قریب ہے کہ سوجھ بوجھ رکھنے والا کوئی بھی انسان اسے آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے ۔اللہ بڑا ہی بے نیاز ہے ‘سبھی مخلوقات اسی کی محتاج ہیں ‘وہ کسی کی اولاد نہیں مگر ہر چیز کو اسی نے پیدا کیا اور ساری کائنات میں کوئی بھی اس کا ہمسر نہیں ہے ۔وہ حکمت ‘ طاقت اور حسن کا منبع ہے ۔وہ بڑا ہی مہربان اور بہت ہی زیادہ سخی ہے ۔
>
> ۲۔اللہ کا اپنی کائنات ‘مخلوقات اور اشرف المخلوقات ‘

انسان سے رابطہ براہ راست قسم کا ہے۔ اس تک پہنچنے کے لئے کسی درمیانی ذریعے کی ضرورت نہیں' اسلام میں عیسائیت کی مانند پاپائیت کا کوئی تصور نہیں اس مذہب میں انسان اپنے اعمال وافعال کے لئے آزاد و خود مختار پیدا کیا گیا ہے۔ یہ دنیا اس کے لئے دارالامتحان ہے۔ جہاں اسے دوسری زندگی کے لئے تیاری کرنا ہے۔ وہ اپنے اچھے برے کا خود ذمہ دار ہے اور کسی دوسری کی قربانی اسے کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

۳۔ "مذہب میں کوئی جبر نہیں" صداقت جہاں سے بھی ملے اسے قبول کرلو" اسلام کے ان سنہرے اصولوں میں رواداری اور حق شناسی کا جو جوہر پایا جاتا ہے' اس کی مثال دنیا کے کسی مذہب میں نہیں ملتی۔

۴۔ اسلام انسانوں کو رنگ ونسل اور علاقے سے ماورا ہو کر رشتہ اخوت میں منسلک کرتا ہے اور صرف یہی وہ مذہب ہے جس نے عملی طور پر اس اصول کو اپنا کر دکھا بھی دیا ہے۔ مسلمان دنیا میں کہیں بھی ہوں' وہ دوسرے مسلمانوں کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں۔ خدا کے سامنے سارے انسان یکساں درجہ رکھتے ہیں اس کا سب سے خوبصورت اور روح پرور مظاہرہ حج کے موقع پر احرام باندھ کر کیا جاتا ہے۔

۵۔ اسلام زندگی میں روح اور مادے دونوں کی اہمیت کو تسلیم کرتا ہے انسان کی ذہنی وروحانی پرورش کا گہرا تعلق اس کی جسمانی ضرورتوں کے ساتھ وابستہ ہے۔ اسے زندگی میں ایسا انداز اختیار کرنا چاہئے کہ روح اور جسم اپنے اپنے دائروں میں ترقی کر سکیں۔

۶۔ شراب اور دیگر نشہ آور اشیاء کو ممنوع قرار دینے کا

عمل اپنے اندر وہ عظمت رکھتا ہے جس نے اسلام کو دیگر مذاہب کے مقابلے میں صدیوں آگے لا کھڑا کیا ہے۔"

(ہم کیوں مسلمان ہوئے، ص ۲۰۲)

خدا کا تصور

جناب ابراہیم کوان صاحب انہوں نے ساٹھ سال کی عمر تک ایک پروٹسٹنٹ عیسائی کی حیثیت سے زندگی گزار دی اور اس دوران تقریباً تین سال تک کوالالمپور (ملائشیا) کے چرچ میں پادری کی خدمات بھی انجام دیں۔ لہٰذا دین اسلام قبول کرنے کے بعد وہ اسلام کے بارے میں اپنے تاثرات یوں بیان کرتے ہیں:

"اس اندوہناک کیفیت کے برعکس اسلام زندگی گزارنے کا ایک درمیانہ اور متوازن لائحہ عمل دیتا ہے۔ اسلام مادیت اور روحانیت میں توازن پیدا کرتا ہے اور دونوں میں سے کسی کو نظر انداز نہیں کرتا۔ اسلام کا مطلب ہے اطاعت' اللہ کی اطاعت اور اس کے قوانین واحکامات کی پابندی۔ اس کی مخلوقات کی خیر خواہی اور معاشرے کی اصلاح وبہبود کی فکر۔

عیسائیت' تہذیب حاضر اور اسلام کے تقابلی مطالعے نے مجھے یکسو کر دیا۔ میں نے دل کی انتہائی گہرائیوں سے اسلام قبول کر لیا اور سچے مسلمان کی طرح اسلامی قوانین کی پیروی قبول کر لی۔ اسلام نے مجھے یہ سکھایا کہ میں غریبوں اور ضرورت مندوں کی ضروریات ومشکلات کو سمجھوں اور ان کی مدد کرنے میں کوئی کوتاہی نہ کروں۔ میں اپنے آپ کو بے حد خوش قسمت سمجھتا ہوں' جو کچھ اس نے مجھے عنایت فرمایا ہے میں اس پر قانع ہوں اور اس کے فضل وکرم کا شکریہ ادا کرتا ہوں' جو وہ شب وروز ہم پر نازل کرتا ہے۔ ہمیں اس پر آشوب دور میں صرف اللہ کی مدد درکار ہے۔ ہم اس سے تحمل' حلم اور محبت کی بھیک

مانگتے ہیں تاکہ ایک پرامن دنیا کی تخلیق کی جا سکے۔

ہاں اس امر کا بھی اظہار کرتا چلوں کہ قرآن میں کتنی ہی ایسی باتیں ہیں جن کی تصدیق بائبل بھی کرتی ہے۔ مثلاً اطاعت خداوندی' اخوت و مساوات زندگی بعد موت اور روز حشر پر یقین اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ صحیح معنوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر میں اب ایمان لایا ہوں' بمقابلہ اس دور کے جب نام نہاد "عیسائی" تھا۔

مختصراً اسلام کی جن تعلیمات نے مجھے اپنا اسیر بنالیا وہ یہ ہیں:

۱۔ اسلام عیسائیت کے مقابلے میں کہیں زیادہ عقلی' عملی' قابل فہم' منطقی اور سادہ مذہب ہے۔

۲۔ اسلامی عبادات اللہ سے براہ راست تعلق جوڑتی ہیں۔

۳۔ اسلام میں خدا کا تصور بڑا ہی باوقار اور پرشکوہ ہے۔

۴۔ اسلامی عبادات میں زندگی اور تکمیل کا احساس ہوتا ہے۔ عیسوی طرز عبادت کی طرح ادھورا پن نہیں ہے۔

۵۔ قرآنی تعلیمات کے مطابق مسلمان گزشتہ ساری کتابوں کو مقدس اور الہامی مانتے ہیں۔ اگرچہ وہ تحریف کی نذر ہو چکی ہیں۔ قرآن ہر قسم کی ترمیم و تبدیلی سے محفوظ ہے اور پہلی کتابوں اور رسولوں کی تصدیق کرتا ہے۔"

(ہم کیوں مسلمان ہوئے ص ۲۰۶)

پیدائشی مسیحی

جناب شیخ بشیر احمد شاد صاحب ۱۹۲۸ء میں ضلع شیخو پورہ کے ایک گاؤں ڈھیان گالو کے ایک عیسائی خاندان میں پیدا ہوئے' اور ان کے والد متھیاس صاحب پادری تھے' بشیر احمد شاد صاحب نے اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام کے بارے میں جن خیالات کا اظہار فرمایا وہ یہ تھے :

"بچپن سے سنتا آرہا تھا کہ اسلام ظلم و تشدد کا علمبر دار ہے' اور یہ تلوار کے زور سے پھیلا ہے' جبکہ عیسائیت محبت واخلاق سے بھی پھیلی ہے اس میں کسی پر ظلم و زیادتی نہیں کی جاتی۔

مگر پیدائشی مسیحی ہوتے ہوئے بھی یہ بات میرے مشاہدے میں آتی رہی کہ برصغیر میں انگریزوں کے آنے کے بعد لوگ پیار و محبت سے عیسائی نہیں ہوئے بلکہ انہیں دنیاوی لالچ دے کر عیسائی بنایا گیا اور روحانی سکون کی طرف کھینچنے کی بجائے انہیں دنیاوی عیش و آرام کی طرف اکسایا جاتا تھا۔ چنانچہ اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ پاک وہند میں جتنے لوگ بھی عیسائی ہوئے وہ کسی نہ کسی دنیاوی مفاد اور لالچ میں گرفتار ہوئے۔

پھر یہ بات بھی میرے تجربے میں آئی کہ غیر ملکی مشنری امریکہ اور یورپ سے بھاری رقمیں منگاتے تو مقامی عیسائیوں کی امداد کے نام پر ہیں مگر وہ خرچ اپنی ذات پر کرتے ہیں۔ انہیں کالے عیسائیوں سے کوئی محبت نہیں ہوتی۔ وہ اسکو کاروبار سمجھتے ہیں اور تبلیغ کے نام پر دراصل خود گلچھرے اڑاتے ہیں۔ بلکہ یورپ کی طاقتوں نے خصوصاً اسلام کو ختم کرنے کیلئے بڑے سے بڑے ظلم اور دھونس اور دھاندلی سے بھی گریز نہیں کیا۔

اس کے برخلاف مجھے یاد نہیں کہ پاکستان میں کبھی کسی

غیر مسلم کو مسلمان ہونے پر مجبور کیا گیا ہو۔ یہی عالم دوسری اسلامی دنیا کا ہے۔ ہندوستان میں صدیوں تک مسلمان حکمران رہے مگر ہندو آخر تک اکثریت میں رہے اور آزادی سے اپنے مذہب پر عمل کرتے رہے۔ انڈونیشیا اور ملائشیا میں کبھی اسلامی فوجیں گئی ہی نہیں مگر وہ اکثریتی مسلم ممالک ہیں۔ تلوار تو دفاع کے لئے ہے یا ظالم انسان دشمن قوتوں کے لئے ورنہ نبی اسلام حضرت محمد ﷺ کی زندگی سے لے کر ساری اسلامی تاریخ بتاتی ہے کہ اسلام رحم و کرم، محبت و شفقت اور انسانی ہمدردی کا بے نظیر مرقع ہے اور اس پر تشدد کا الزام جھوٹ اور بہتان کے سوا کچھ نہیں۔"

آگے چل کر شیخ بشیر احمد شاد مزید کہتے ہیں:

بلا امتیاز

"دین اسلام کے جس پہلو نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ مساوات کی تعلیم ہے۔ حلقہ اسلام میں بلا امتیاز سب مسلمان برابر ہیں، فضیلت ہے تو صرف نیکی، پارسائی اور تقویٰ و پرہیز گاری کی۔ مساجد میں حاکم و محکوم، گورے کالے، امیر غریب سب ایک ہی صف میں کھڑے ہوتے ہیں۔ یہاں عیسائیوں کی مانند گوروں اور کالوں کے گرجے الگ الگ نہیں ہوتے۔ امیر لوگ عبادت کے وقت کرسیوں پر نہیں بیٹھتے نہ غریب اور ناخواندہ لوگ فرش پر بیٹھتے ہیں۔ بلکہ یہاں تمام کی حیثیت برابر اور یکساں ہے۔ اسلام مساوات اور احترام انسانیت کا مذہب ہے اور جس دین میں مساوات ہے وہی دین حق ہے۔" (ہم کیوں مسلمان ہوئے ص ۴۲، ۴۳)

اوپر "غیر مسلموں" اور "نو مسلموں" کی ان شہادتوں سے امید ہے آپ نے اندازہ لگا لیا

ہو گا کہ اس "دین اسلام" میں کیا ہے' اس لئے آنجناب کی خدمت میں درخواست ہے کہ تعصب کی عینک اتار کر "دین اسلام" میں موجود "توحید خالص" کی دعوت پر غور کیا جائے۔

اسلام کی پیروی

اب رہی "اسلام کی پیروی کر کے امن و سلامتی کے ساتھ سکون سے رہنے" والی بات ' اس بارے میں چند باتیں آپ کی لائق توجہ ہوں۔

اول :۔ مسلمانوں کے موجودہ جن حالات پر آپ نے اسلام کی پیروی پر "امن و سلامتی" کا جو طنزیہ جملہ ارشاد فرمایا ہے' اس کی حقیقت یہی ہے کہ آج مسلمان جس افراتفری کا شکار نظر آرہے ہیں' وہ صرف اور صرف عملی طور پر اسلام کی پیروی نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔

دوئم :۔ چنانچہ مسلمانوں کی بدعملی یا اسلام کی پوری پوری پیروی نہ کرنے کو کوئی شخص بنیاد بنا کر "دین اسلام" کی حقانیت پر یا "دین اسلام" پر اعتراض کرتا ہے تو ایسا شخص سخت غلطی پر ہے' قطع نظر اس سے کہ وہ کس مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔

سوم :۔ کیونکہ کوئی بھی مذہب فضائل میں اعمال کی غلط تعلیم نہیں دیتا' مثلاً چوری کرنا' جھوٹ بولنا' زنا کرنا' وغیرہ' ان سب باتوں کو ہر مذہب برے اعمال شمار کرتا ہے۔

اس بنا پر کسی مسلمان کی اجتماعی حیثیت سے یا فرد واحد کی حیثیت سے کسی بدعملی یا برے عمل کو دیکھ کر "دین اسلام" پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا' کیونکہ ہر اچھے برے عمل پر "دین اسلام" نے "جزا و سزا" کی خبر کل اولاد آدم کو سنا دی ہے' برے اعمال پر اللہ تعالیٰ نے سخت سزا کی وعید سنائی ہے اور اچھے اعمال پر اللہ تعالیٰ نے اپنی "رضا" کے ساتھ "جنت" کی خوشخبری دی ہے' پھر ان باتوں کی تفصیل بتا کر "دین اسلام" نے آدمی کو "اختیار" دیا ہے کہ وہ کس طرف جانا چاہتا ہے' برے اعمال کر کے سزا کی طرف' یا اچھے اعمال کر کے اللہ تعالیٰ کی "رضا" کی طرف' لہٰذا آج مسلمان جس افراتفری اور "بے امن و

سلامتی" کی کیفیت سے دوچار ہیں، وہ "دینِ اسلام" پر صحیح پیروی نہ کرنے کا نتیجہ ہی کہا جاسکتا ہے۔

چہارم :۔مگر دوسری جانب آنجناب کو اس حقیقت کا بھی اقرار کرنا پڑے گا کہ مسلمانوں کی امن و سلامتی جہاں خود ان کے خراب اعمال کی وجہ سے "بدامنی" میں تبدیل ہوئی، وہاں امن کی دعویدار "مغربی طاقتوں" نے بہت بڑے پیمانے پر مسلمانوں کی "امن و سلامتی" کو تباہ کیا، اور اب تک یہ غیر مسلم اور مغربی طاقتیں مسلمانوں کو مٹانے اور ہر طرح سے ان کی "امن و سلامتی" کو تباہ کرنے کی فکر میں ہیں۔ (لہٰذا عالمی سطح پر مسلمانوں کے خلاف ہونے والی سازشیں اس بات کی قوی شہادتیں ہیں)

کیونکہ "امن و سلامتی" کی دعویدار اور اس کا پرچار کرنے والی ان مغربی طاقتوں کے پاس لینے کے "پیمانے" اور ہیں، اور دینے کے "پیمانے" اور ہیں "امن و سلامتی" کے نعرے لگانے والوں کا خود اپنا حال یہ ہے کہ یہ اندر اندر ایک دوسرے کے دشمن ہیں، ہر دوسرا مغربی ملک اس فکر میں رہتا ہے کہ اسکا پڑوسی ملک کہیں "دفاعی طاقت" میں اس سے آگے نہ نکل جائے، لہٰذا ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی فکر میں سینے پر "امن و سلامتی" کا لیبل لگا کر یہ مغربی "امن پسند" دنیا کو تباہ کن بارود فراہم کر رہے ہیں۔اس لئے مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ "امن و سلامتی" کے نعرے لگانے والے نہ خود "امن و سلامتی" سے رہ رہے ہیں، اور نہ ہی دوسروں کو رہتے دیکھنا چاہتے ہیں۔

اس پر اسلامی ممالک کی جائز "دفاعی طاقت" اور "امن و سلامتی" بھلا ان "امن پسندوں" کو کیسے بھاسکتی ہے، اس لئے آج جب بھی کوئی اسلامی ملک اپنی جائز "دفاعی طاقت" اور اپنی "امن و سلامتی" کی بات کرتا ہے، تو یہ مغربی طاقتیں ان اسلامی ممالک کے لئے فوراً قوانین بناتی نظر آتی ہیں۔

کیا "امن و سلامتی" کے ان دعویداروں کے پاس انصاف کے یہی "پیمانے" ہیں؟ لہٰذا ان حقائق کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو دوسری جانب "تاریخ کے اوراق" پر خود عیسائی مورخین کی قوی شہادتیں موجود ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ عیسائیت ہمیشہ سے اسلام کی دشمن رہی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ "اسلام" سے عیسائیوں کی اس دشمنی کو آج

بھی ''صلیبی جنگوں'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

صلیبی جنگ

لہٰذا ''نیوزویک'' ۱۱جنوری (۱۹۹۳ء) کی اشاعت اس بارے میں کیا کہتی ہے' ملاحظہ فرمائیں۔

> ''عصر جدید میں نوآبادیاتی نظام کے خاتمے اور مسلم ممالک کی آزادی سے پرانی عداوت پھر لوٹ آئی۔اہل مغرب آج پھر صلیبی ذہنیت کے ساتھ مسلمانوں کو دیکھ رہے ہیں۔ فلسطین' کشمیر' عراق' ایران' لیبیا پر حملے اسی جذبے کا اظہار ہیں۔بوسنیا میں مسلمانوں کی نسل کشی کا یہ سلسلہ صلیبی جنگوں کا ہی حصہ ہے۔''

کہاں تک ہم سے لوگے انتقام فتح ایوبی
دکھاؤ گے ہمیں جنگ صلیبی کا سماں کب تک
(علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ)

پنجم:۔اسی طرح یہ حقیقت بھی تسلیم کرنی پڑے گی کہ ''دین اسلام'' انتہائی امن و امان اور سلامتی کا مذہب ہے' جیسا کہ آپ گزشتہ سطور میں ''دین اسلام'' کی ''امن و سلامتی'' پر غیر مسلم مورخ' ایس' پی' اسکاٹ' اور موسیو گاسٹن کار وغیرہ کی شہادت پڑھ آئے ہیں۔جس میں مورخ ایس' پی' اسکاٹ کے الفاظ یہ تھے کہ:

> ''ہم کو چاہئے کہ اس غیر معمولی مذہب (اسلام) کی سرعت ترقی اور اس کے دوامی اثرات کی قدر کریں' کہ جو ہر جگہ امن و امان' دولت و حشمت' فرح و سرور اپنے ساتھ لے گیا۔''

اور موسیو گاسٹن کار کے الفاظ یہ تھے کہ:

> ''روئے زمین سے اگر اسلام مٹ گیا' مسلمان نیست و

نابود ہو گئے' قرآن کی حکومت جاتی رہی تو کیا دنیا میں امن قائم رہے گا۔ ہرگز نہیں۔"

چنانچہ اسی قسم کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے پادری والرش 'ڈی' ڈی کہتے ہیں '

"قرآن کا مذہب امن و سلامتی کا مذہب ہے۔"

(قرآن غیر مسلموں کی نظر میں ص ۲۴۶)

اسلام دشمنی

باقی رہا آنجناب کا یہ طنزیہ جملہ کہ :

"تاکہ ہم بھی وہ سکون حاصل کریں۔"

اس بارے میں گزارش عرض یہ ہے کہ عیسائی برادری کی اسلام دشمنی اور تحریر و تقریر میں اسلام پر اعتراضات کے باوجود کیا یہ کم ہے کہ آپ لوگ پاکستان جیسے اسلامی ملک میں "امن و امان اور سلامتی" کے ساتھ "سکون" سے رہ رہے ہیں' اور "اقلیتی" اعتبار سے بھی آپ لوگوں کو حکومتی سطح پر "تحفظ" حاصل ہے۔ لہٰذا لاہور سے شائع ہونے والا مسیحی جریدہ کاتھولک "نقیب" ۱۶ مارچ ۱۹۹۰ء کی اشاعت میں اس بارے میں کیا کہتا ہے ملاحظہ ہو۔

> "پاکستان میں بعض حکومتوں کے دور میں سیاسی مخالفین کے حقوق کسی نہ کسی حد تک ضرور پامال ہوئے ہوں گے۔ لیکن جہاں تک مذہبی اقلیتوں کے خلاف امتیازی سلوک روا رکھے جانے کا تعلق ہے اس کا خدا کے فضل سے ہمارے معاشرہ میں کبھی بھی تصور نہیں کیا گیا۔
>
> غیر مسلم پاکستان کے سول اور فوجی دونوں شعبوں میں حد درجہ اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے ہیں اور اب بھی ان شعبوں میں ان کی بہت بڑی تعداد کام کر رہی ہے بالخصوص فوج میں ایسے افراد نہایت ذمہ دار اور کمانڈنگ پوزیشنوں پر خدمات سرانجام

دیتے آرہے ہیں حتی کہ ایک مسیحی ماہر قانون پاکستان کے چیف جسٹس بھی رہ چکے ہیں۔ جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ عدلیہ جیسے شعبہ میں بھی پاکستان میں بسنے والی اقلیتوں کو برابر کے حقوق حاصل رہے ہیں۔ پاکستان میں مذہبی بنیاد پر کسی کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جاتا۔ اس لئے کہ اسلام میں اس قسم کے غیرانسانی رویہ کی سرے سے کوئی گنجائش ہی نہیں پائی جاتی۔" (پاکستان میں اقلیتوں کی مذہبی آزادی ص ۱)

مذکورہ بالا حقائق کو سامنے رکھ کر اب آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ میں آپ کے اس طنز کو کیا نام دوں جو آپ نے اسلام کے امن وامان و سلامتی اور اسی ضمن میں خود سکون حاصل کرنے جیسے الفاظ سے کیا ہے۔

معبود

آنجناب لکھتے ہیں :

"آپ کے حضرت (ﷺ ناقل) نے کیا نبوت کی تھی کس کے متعلق نبوت کی تھی کب پوری ہوئی اس کا میرے ساتھ کیا تعلق ہے۔"

اولاً :۔ آپ نے بالکل صحیح فرمایا ہے 'آنجناب کو یا آنجناب کے کسی بھی ہم مذہب کو آقا دو جہاں آنحضرت ﷺ کی "نبوت" سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس کی وجہ یہی ہے کہ یسوع مسیح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو جب پوری عیسائی دنیا باوجود ان کے نبی و رسول ہونے کے "تثلیثی" عقائد کی بنیاد پر "معبود" مانتی ہے تو ایسی صورت میں آنحضرت ﷺ کی "نبوت" سے کسی عیسائی کا کیا واسطہ 'جبکہ کتابچہ "عیسیٰ علیہ السلام بزبان خود" صفحہ ۱۳ پر "عیسیٰ علیہ السلام بشر اور رسول تھے" کے زیر عنوان "بائبل مقدس" کی وہ آیات آپ مطالعہ کر چکے ہیں جن سے یہ بات دو اور دو چار کی طرح عیاں ہے کہ یسوع مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی جانب سے "نبی" بنا کر بھیجے گئے تھے چنانچہ یسوع مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں :

خدائے واحد

"اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور
برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں۔؟"

(یوحنا باب ۱۷ آیت ۳)

ایک اور مقام پر یسوع مسیح (علیہ السلام) فرماتے ہیں:

بے اعتقادی

"نبی اپنے وطن اور اپنے گھر کے سوا اور کہیں بے عزت
نہیں ہوتا' اور اس نے انکی بے اعتقادی کے سبب سے وہاں
بہت سے معجزے نہ دکھائے۔" (متی باب ۱۳ آیت ۵۸)

مگر کیا کیجئے کہ بائبل کے ان کھلے ہوئے حقائق کے باوجود پوری عیسائیت یسوع مسیح (علیہ السلام) کے اقوال کے مخالف انہیں "معبود" تسلیم کرنے اور کروانے پر تلی ہوئی ہے' حالانکہ اس سے بڑی شہادت اور کیا ہوگی کہ آپ کے معاصر لوگ آپ کو "نبی" جانتے تھے۔

پیغمبر حق

"اور جب سردار کاہنوں[1] اور فریسیوں[2] نے اسکی
تمثیلیں سنیں تو سمجھ گئے کہ ہمارے حق میں کہتا ہے' اور وہ اسے
پکڑنے کی کوشش میں تھے لیکن لوگوں سے ڈرتے تھے کیونکہ وہ

---

[1] یہ جماعت مذہبی رسوم اور خدمت ہیکل سے متعلق تھی' اور یہ لوگ کاہن کہلاتے تھے۔
[2] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں یہ ایک جماعت تھی جو اس بات کا یقین رکھتی تھی کہ وصول الی اللہ کے لئے از بس ضروری ہے کہ لذات دنیا اور اہل دنیا سے کنارہ کش ہو کر "رہبانیت" کی زندگی اختیار کی جائے' چنانچہ وہ بستیوں سے الگ خانقاہوں اور جھونپڑیوں میں رہنا پسند کرتے تھے' اور یہ لوگ "فریسی" کہلاتے تھے۔ خالد

اسے نبی جانتے تھے۔" (متی باب ۲۱ [illegible])

ثانیاً:۔ آنحضرت ﷺ کی "نبوت" سے آنجناب کا انکار محض ہٹ دھرمی کی وجہ سے ہے کیونکہ تمام اہل علم عیسائی جو بائبل مقدس کا گہرا مطالعہ کر چکے ہیں یا کرتے ہیں جن میں پادری صاحبان وغیرہ شامل ہیں' وہ (انجیل) بائبل میں یسوع مسیح (علیہ السلام) کی زبانی آنحضرت ﷺ کی بشارتوں اور آپ ﷺ کے اوصاف و کمالات کو پڑھ سن چکے ہیں مگر محض ہٹ دھرمی اور حسد کی وجہ سے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی "ختم نبوت" کا انکار کرتے ہیں۔

جس کو قرآن مجید فرقان حمید یوں بیان فرماتا ہے:

"الذین اتینھم الکتب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم و ان فریقا منھم لیکتمون الحق وھم یعلمون"

"وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب عطا کی وہ تم کو اس طرح "پیغمبر حق" پہچانتے ہیں جیسا اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور بلاشبہ ان میں سے ایک فریق حق کو چھپاتا ہے اور وہ خوب جانتے ہیں کہ وہ حق کو چھپا رہے ہیں۔" (البقرہ۔ع ۱۷، پ ۲)

خوب جانتے ہیں

اس قرآنی اعلان کی شرح کرتے ہوئے حضرت مولانا مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اس آیت میں انہی اہل کتاب کا صاحب قبلہ یعنی رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح دل میں حق جاننے اور زبان سے نہ ماننے کا بیان ہے۔ جن لوگوں کو ہم نے کتاب (توراۃ و انجیل) دی ہے' وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو (تورات و انجیل میں آئی ہوئی بشارت کی بناء پر بحیثیت رسالت) ایسا (بے شک و شبہ) پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو (ان کی صورت سے) پہچانتے ہیں' (کہ بیٹے کی صورت دیکھ کر کبھی شبہ نہیں ہوتا کہ یہ

کون شخص ہے 'مگر پہچان کر بھی سب مسلمان نہیں ہوتے 'بلکہ بعض تو ایمان لے آئے)اور بعضے ان میں سے (ایسے ہیں کہ اس)امر واقعی کو باوجود یہ کہ خوب جانتے ہیں (مگر)اخفاء کرتے ہیں (حالانکہ) یہ امر واقعی من جانب اللہ (ثابت ہو چکا) ہے سو (ایسے امر واقعی ثابت من اللہ میں ہر ہر فرد کو کہا جاسکتا ہے کہ) ہرگز شک و شبہ لانے والوں میں شمار نہ ہونا۔"

تورات و انجیل

آگے چل کر حضرت مولانا صاحب ؒ "معارف و مسائل" کے زیر عنوان مزید فرماتے ہیں :

"اس آیت میں رسول کریم ﷺ کو بحیثیت رسول پہچاننے کی تشبیہ اپنے بیٹوں کو پہچاننے کے ساتھ دی گئی ہے 'کہ یہ لوگ جس طرح اپنے بیٹوں کو پوری طرح پہچانتے ہیں 'ان میں کبھی شبہ و اشتباہ نہیں ہوتا 'اسی طرح تورات و انجیل میں جو رسول اللہ ﷺ کی بشارت اور آپ ﷺ کی واضح علامات و نشانات کا ذکر آیا ہے اس کے ذریعہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو بھی یقینی طور سے جانتے پہچانتے ہیں 'ان کا انکار محض عناد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ہے۔"

(معارف القرآن جلد اول ص ۳۸۵ '۳۸۶)

"احمد" (ﷺ)

اسی طرح "طبقات ابن سعد" میں آتا ہے کہ :

"عبدالحمید بن جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ زبیر بن باطا 'جو یہودیوں میں سب سے بڑا عالم تھا 'کہتا تھا کہ میں نے ایک کتاب پائی ہے جس کا ختم 'میرا باپ مجھے سنایا کرتا تھا '

اس کتاب میں ''احمد'' کا تذکرہ ہے کہ وہ ایک پیغمبر ہوں گے اور سرزمین قرظ[1] میں ظہور فرمائیں گے' ان کا حلیہ ایسا اور ایسا ہو گا' اپنے باپ کے مرنے پر زبیر نے لوگوں سے اس کا تذکرہ کیا' رسول اللہ ﷺ اس وقت مبعوث نہیں ہوئے تھے' کچھ ہی دن گزرے تھے کہ اس نے سنا رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں ظہور فرمایا' وہ کتاب لی اور (وہ تشریح) مٹادی' رسول اللہ ﷺ کی شان (جو اس کتاب میں مذکور تھی) چھپا ڈالی اور کہدیا اس میں نہیں ہے۔'' (جزاول ۲۰۷)

صفات و شمائل

''ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مبعوث ہونے سے قبل ہی قریظ و نضیر و خیبر و فدک کے یہودیوں کے ہاں آنحضرت ﷺ کے صفات و شمائل اور حلیہ موجود تھا' یہ بھی جانتے تھے کہ آپ کا دارالہجرۃ مدینہ ہو گا' آنحضرت ﷺ جب پیدا ہوئے تو علمائے یہود نے کہا کہ آج شب کو احمد ﷺ پیدا ہو گئے۔''

''یہ ستارہ نکل آیا' جب آپ نبی ہوئے تو انہیں لوگوں نے کہا احمد ﷺ نبی ہو گئے' وہی ستارہ طلوع ہو گیا جو کسی نبی کی نبوت کے وقت طلوع ہوا کرتا ہے۔ وہ لوگ اس کو پہچانتے تھے۔ آپ کا ذکر پڑھا کرتے تھے اور آپ کی صفت بیان کیا

---

[1] قرظ: برگ درخت سلم' یا درخت --- کا پھل' یہ دونوں قسم کے درخت صحرائے عرب میں مشہور تھے' اہل عرب ان کے پتے اور پھل کی بڑی قدر کرتے تھے اور اس کا نام قرظ تھا' قرظ کو نچوڑ کے ایک دوا بناتے تھے جسے ''آقاقیا'' کہتے تھے' ملک میں اس کی تجارت بھی تھی' سعد القرظ رسول اللہ ﷺ کے نام' اصل نام فقط ''سعد) تھا' اسی تجارت کے باعث ''سعد القرظ'' مشہور ہوئے' خود ملک عرب کو بھی اس زمانے میں اسی وجہ سے ''سرزمین قرظ'' کہتے تھے' (احقر نے یہ حواشی ''طبقات ابن سعد'' کی ہی نقل کی ہے۔ خالد)

کرتے تھے۔مگر حسد و سرکشی کی وجہ سے انکار کر بیٹھے۔"
(طبقات ابن سعد 'جز اول ص ۲۴۷ تا ۲۴۸)

اپنے بچوں کو

"نملہ بن ابی نملہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ یہود بنی قریظہ رسول اللہ ﷺ کا ذکر اپنی کتابوں میں پڑھا کرتے تھے اور اپنے بچوں کو آپ کی صفت 'اور نام اور ہمارے پاس ہجرت کر کے آنے کی تعلیم دیا کرتے تھے 'پھر جب رسول اللہ ﷺ ظاہر ہو گئے تو ان لوگوں نے حسد کیا اور بغاوت کی اور کہا کہ یہ وہ نہیں ہیں۔[له]

(طبقات ابن سعد جز اول ص ۲۴۸)

خاتم النبیین ﷺ

اوپر مذکورہ ان تینوں روایات سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ یہودی علماء اور لوگ اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ ایک خاتم النبیین بنام "احمد" ﷺ پیدا ہونے والے ہیں 'پھر یہ کہ آنحضرت ﷺ کن اوصاف و کمالات کے حامل ہوں گے اس بات کو بھی اچھی طرح جانتے تھے 'اور اپنے بچوں کو بھی آنحضرت ﷺ کے بارے میں بتایا کرتے تھے۔لہٰذا انہیں باتوں کی تصدیق کرتے ہوئے قرآن مجید نے فرمایا کہ:

"وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب عطا کی وہ تم کو اس طرح پیغمبر حق پہچانتے ہیں جیسا اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔"

مگر افسوس کہ جب آنحضرت ﷺ کا ظہور ہوا اور آپ ﷺ نے اپنی "نبوت" کا اعلان فرمایا تو محض حسد و سرکشی اور بغاوت کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کے پیغمبر حق ہونے کا

له: مزید تفصیل کے لئے اسی مضمون کی روایات "خصائص کبریٰ" جلد اول باب ۵ میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ خالد

انکار کر دیا' چنانچہ اسی پس منظر کو قرآن مجید بیان کرتے ہوئے آگے فرماتا :

"اور بلاشبہ ان میں سے ایک فریق حق کو چھپاتا ہے اور وہ خوب جانتے ہیں کہ وہ حق کو چھپا رہے ہیں۔"

اسی طرح بائبل میں آنحضرت ﷺ کے "اوصاف وکمالات" مذکور ہونے کے باوجود آپ کا آنحضرت ﷺ کی "نبوت" سے "لاتعلقی" کا اظہار اور بالفاظ دیگر "انکار" بالکل اس انکار کے ہم معنی ہے جو یہودیوں نے آنحضرت ﷺ کی "نبوت" سے کیا تھا۔

یہاں ایک آخری بات کی وضاحت اپنے الفاظ میں اس مضمون کے حوالے سے ضمنی طور پر کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کا سلسلہ آنحضرت ﷺ کی "ختم نبوت" کے ساتھ تاقیامت کے لئے ختم فرما دیا ہے 'اور "خاتم النبیین "کی امتیازی حیثیت کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو تمام عالم کے لئے نبی رحمت بنا کر بھیجا ہے 'اور آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جو احکامات وقوانین اولاد آدم کی فلاح وبہبود کے لئے دیکر بھیجے ہیں رہتی دنیا تک یہی نافذ العمل رہیں گے۔ کیونکہ اب کوئی نبی آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کے بعد نہیں آئے گا۔

لہٰذا اب کوئی حق کو قبول کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی "نبوت" پر ایمان لاتا ہے تو ٹھیک 'اور اگر نہیں لاتا تو قیامت کے روز اس سے اس بارے میں جوابدہی ہوگی اور ضرور ہوگی۔

چنانچہ اسی بات کو سامنے رکھ کر آپ سے کہتا ہوں کہ آپ نے آنحضرت ﷺ کی نبوت سے انکار اور لاتعلقی کا جو اظہار کیا ہے 'اس فانی زندگی سے انتقال کے بعد "میدان حشر" میں پتہ چلے گا کہ آنحضرت ﷺ کے "خاتم النبیین "ہونے اور اس اعتبار سے آنحضرت ﷺ کی امت میں شمار کئے جانے کی وجہ سے آپ کا تعلق آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس سے تھا یا نہیں۔

اور روز قیامت "میدان حشر" میں اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا اور میری ملاقات آنجناب سے ہوئی تو پھر گزارش ہے کہ شاید احقر بھی یہی سوال کرے گا کہ آنحضرت ﷺ کی "نبوت" سے آپ کا تعلق بنتا ہے یا نہیں 'اس وقت آنجناب کو کیا آنحضرت ﷺ کی "نبوت" سے

ہ انکار کرنے والے کو اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ حقیقت کیا تھی اور کیا ہے' اور انشاء اللہ اس "عظیم فیصلہ" کا وہ وقت اب زیادہ دور نہیں ہے۔

اے ریاکار

آنجناب لکھتے ہیں :

> "اسلام اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری مسلمان اس پر عمل کرنے والا ہے اس لحاظ سے آپ لوگ نہ اسلام کے پیروکار' نہ مسلمان ہیں۔ ہمیں کیا دعوت دیتے ہو۔"

مسلمانوں پر "اسلام کے پیروکار نہ" ہونے اور مسلمان کے "مسلمان نہ ہونے" کا جو یکطرفہ فتویٰ آنجناب نے لگایا ہے' آنجناب کے ہم مسلمانوں پر لگائے جانے والے اس فتویٰ پر "بائبل مقدس" سے یسوع مسیح (علیہ السلام) کا ایک ارشاد یاد آگیا۔

یسوع مسیح فرماتے ہیں :

> "تو کیوں اپنے بھائی کی آنکھ کے تنکے کو دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کے شہتیر پر غور نہیں کرتا؟ اور جب تیری ہی آنکھ میں شہتیر ہے تو تو اپنے بھائی سے کیونکر کہہ سکتا ہے کہ لا تیری آنکھ میں سے تنکا نکال دوں؟ اے ریاکار پہلے اپنی آنکھ میں سے تو شہتیر نکال پھر اپنے بھائی کی آنکھ میں سے تنکے کو اچھی طرح دیکھ کر نکال سکے گا۔" (متی باب ۷ آیت ۳تا۵)

یسوع مسیح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے مذکورہ بالا ارشاد کی روشنی میں ہم مسلمانوں پر آنجناب کے لگائے گئے فتویٰ پر مزید کچھ کہنے کی ضرورت محسوس تو نہیں ہوتی' کہ اوپر مذکور یسوع مسیح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے ارشاد کے آئینہ میں آنجناب خود بھی عیسائی دنیا کی مذہبی عمل داری کا جائزہ ایسے پرفتن دور میں خوب اچھی طرح لگا سکتے ہیں' جہاں ایک عرصہ سے عیسائی پیروکاروں نے نہ صرف یسوع مسیح (علیہ السلام) کے احکامات کے خلاف کیا بلکہ "بائبل مقدس" کے بتائے ہوئے حرام اعمال کو بھی اپنے لئے جائز کر رکھا ہے۔

روشنی کے ہتھیار

لہٰذا آنجناب کا یکطرفہ فتویٰ ہم مسلمانوں پر کتنا بے معنی ہے' اس کی حقیقت بھی سن لیجئے "رومیوں" کے نام "پولس رسول" اپنے خط میں کہتا ہے :

"رات بہت گذر گئی اور دن نکلنے والا ہے۔ پس ہم تاریکی کے کاموں کو ترک کر کے روشنی کے ہتھیار باندھ لیں' جیسا دن کو دستور ہے شائستگی سے چلیں نہ کہ ناچ رنگ اور نشہ بازی سے۔ نہ زناکاری اور شہوت پرستی سے اور نہ جھگڑے اور حسد سے' بلکہ خداوند یسوع مسیح کو پہن لو اور جسم کی خواہشوں کے لئے تدبیریں نہ کرو۔" (رومیوں باب ۱۳ آیت ۱۲ تا ۱۴)

"پولس رسول" کے اس مذکورہ بالا خط میں جن برائیوں سے بچنے کی ترغیب ہے' آنجناب دیکھ رہے ہیں کہ ان میں ناچ رنگ' نشہ بازی' زناکاری' اور شہوت پرستی کے ساتھ ساتھ جھگڑے اور حسد سے بچتے ہوئے یسوع مسیح (علیہ السلام) کو (احکامات کی صورت میں) پہن لینے کی تلقین شامل ہے' اور جسم کی خواہشوں کے لئے "تدبیریں" کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

لیکن افسوس کہ یسوع مسیح کو ماننے والے عیسائی پیروکاروں نے یسوع مسیح (علیہ السلام) کو تو کیا پہنا' بلکہ الٹا خواہشوں کے لئے ایسے ایسے "قوانین" اور "تدبیریں" بنائیں کہ "ناچ رنگ" کے لئے باقاعدہ "نائٹ کلب" موجود ہیں' جہاں "نشہ بازی" کے لئے "مے" (شراب) بھی دستیاب ہے' اور جسم کی خواہش کے لئے "زناکاری" اور "شہوت پرستی" جیسے حرام اعمال کو (جن کی بائبل میں سخت مذمت آئی ہے) "قانونی تحفظ" حاصل ہے۔

"شہوت پرستی" کا یہ عالم ہو چکا ہے کہ اب تو "ہم جنس پرستی" جیسے قوانین پاس ہو چکے ہیں' اس کے علاوہ "عریانیت" اور "فحاشی" اپنے عروج پر ہے' جس نے خونی رشتوں تک کو پامال کر رکھا ہے۔

قانونی تحفظ

آنجناب کی خدمت میں یہاں ایک نکتہ گزارش کرتا چلوں وہ یہ کہ گناہ کو گناہ سمجھ کر گناہ کرنے والا بے شک گناہ گار ہے' مگر گناہ کو گناہ نہ جان کر اور اسے "قانونی تحفظ" دیکر جائز کرلینا گناہ نہیں بلکہ "کفر" ہے' اور یہی وجہ ہے کہ "مغربی عیسائی معاشرے" کی اونچی سطح سے پیدا ہونے والے ان گناہوں نے چھوٹے طبقہ کے عیسائیوں میں بھی تیزی سے رنگ دکھایا ہے' قطع نظر اس بات سے کہ یہ عیسائی کن ممالک کے رہائشی اور پیدائشی ہیں۔

پھر ان حرام اعمال (جسم کی خواہش کی تدبیروں) کو "قانونی تحفظ" دینے کی وجہ سے جہاں "حیاسوز" برائیوں نے جنم لیا' وہاں ہی ایک خطرناک نتیجہ یہ سامنے آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان گناہوں کے اختیار کرنے پر مختلف بیماریوں کے ساتھ "ایڈز" جیسا مہلک اور "لاعلاج" مرض لگا دیا۔

کیونکہ پہلے عرض کرچکا ہوں کہ مذکورہ بالا گناہوں پر "بائبل مقدس" میں سخت مذمت آئی ہے' مگر عیسائیوں نے خود بائبل کے احکامات کے خلاف ان گناہوں کو "قانونی تحفظ" دیکر جائز کرلیا ہے' لہٰذا دنیا میں اللہ تعالیٰ نے "ایڈز" جیسی "خطرناک سزا" مقرر کی اور آخرت کی سزا ابھی باقی ہے۔

اسی اجمالی خاکہ کو سامنے رکھ کر کیا؟ آپ بتاسکتے ہیں کہ عیسائی اپنے مذہب پر کتنا عمل کررہے ہیں' کیا آپ بتاسکتے ہیں کہ یسوع مسیح (علیہ السلام) کو "ترک منکرات" پر عمل کرتے ہوئے کتنے عیسائیوں نے پہن رکھا ہے' اس بات کا اقرار ہے کہ ان گناہوں کا صدور آج کے مسلمانوں سے بھی ہوتا ہے' مگر آنجناب کا فتویٰ یکطرفہ ہے اس بنا پر یہ مذکورہ بالا حقائق بیان کیئے ہیں' ورنہ کتابچہ (پمفلٹ) عیسیٰ علیہ السلام بزبان خود" میں خالص عقائد کی بحث سے صرف نظر کرتے ہوئے آنجناب نے جو فتویٰ ہم مسلمانوں پر لگایا ہے' اس کی کیا حقیقت ہے مجھے امید آنجناب نے خود بھی اندازہ لگالیا ہوگا' اس لئے جگر مرحوم نے کیا خوب کہا ہے کہ

باہمہ ذوق آگہی ہائے رے پستی بشر
سارے جہاں کا جائزہ اپنے جہاں سے بے خبر

چاند پر تھوکنے والے

آنجناب لکھتے ہیں :

"اس پمفلٹ میں آپ نے چاند پر تھوکنے کی کوشش کی ہے۔ ہم آپ کو منع کیوں کریں ہمارے خداوند کی نہ توہین ہوتی ہے ' نہ اس کے متعلق گستاخی اس لئے کہ مستند ہستی مستند ہوتی ہے اس کی توہین نہ اس کے متعلق گستاخی ہوتی ہے بلکہ ایسا کرنے والے کو خود شرمندہ ہونا پڑتا ہے جیسے چاند پر تھوکنے والے کو۔"

معلوم ہونا چاہئے کہ "چاند پر تھوکنے" والوں کی جو مثال آنجناب نے دی ہے 'اس مثال کو ہم مسلمان عیسائیوں سے زیادہ اچھی طرح جانتے ہیں 'یہی وجہ ہے کہ کسی مسلمان سے انبیاء علیہم السلام کے بارے میں "توہین و تنقیص" کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا 'بلکہ ایسا سوچنا بھی "کفر" ہے۔

لیکن دوسری جانب بائبل مقدس میں کئی مقامات دیکھے جاسکتے ہیں 'جن میں انبیاء علیہم السلام کی "توہین و تنقیص" موجود ہیں۔

جس کے استفسار پر عیسائی لوگ اور پادری صاحبان "سوقیانہ تاویلیں" کرتے نظر آتے ہیں 'اور اس پر طرہ امتیاز یہ کہ بائبل میں مذکور انبیاء کرام کی اس "توہین و تنقیص" کو عیسائی لوگ "کلام خداوندی" کہتے ہوئے شرمندہ تک نہیں ہوتے ' لہٰذا "نقل کفر کفر نہ باشد" کے تحت چند حوالے نقل کرتا ہوں۔

حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں بائبل کہتی ہے :

"اور لوط صغر سے نکل کر پہاڑ پر جا بسا اور اس کی دونوں بیٹیاں اسکے ساتھ تھیں کیونکہ اسے صغر میں بستے ڈر لگا اور وہ اور اسکی دونوں بیٹیاں ایک غار میں رہنے لگے 'تب پہلوٹھی نے

چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بڈھا ہے اور زمین پر کوئی مرد نہیں جو دنیا کے دستور کے مطابق ہمارے پاس آئے' آؤ ہم اپنے باپ کو مے پلائیں اور اس سے ہم آغوش ہوں تاکہ اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں ۔ سو انہوں نے اسی رات اپنے باپ کو مے پلائی اور پہلوٹھی اندر گئی اور اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی پر اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی اور دوسرے روز یوں ہوا کہ پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ دیکھ کل رات کو میں اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی ۔ آؤ آج رات بھی اسکو مے پلائیں اور تو بھی جاکر اس سے ہم آغوش ہو تاکہ ہم اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں ۔ سو اس رات بھی انہوں نے اپنے باپ کو مے پلائی اور چھوٹی گئی اور اس سے ہم آغوش ہوئی پر اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی ۔ سو لوط کی دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں ۔ اور بڑی کے ایک بیٹا ہوا اور اس نے اس کا نام موآب رکھا ۔ وہی موآبیوں کا باپ ہے جو اب تک موجود ہیں ۔ اور چھوٹی کے بھی ایک بیٹا ہوا اور اس نے اسکا نام بن عمی رکھا ۔ وہی بنی عمون کا باپ ہے جو اب تک موجود ہیں ۔" (پیدائش باب ۱۹ آیت ۳۰ تا ۳۸)

طریق الاولیاء

پادری ولیم اسمتھ نے جو علماء پروٹسٹنٹ میں سے ہے' اردو زبان میں ایک کتاب لکھی تھی جو مرزا پور (ہندوستان) میں ۱۸۴۸ء میں طبع ہوئی' جس کا نام "طریق الاولیاء" رکھا گیا۔

بائبل میں حضرت لوط ؑ سے منسوب اس بے بنیاد اور انتہائی حیا سوز واقعہ پر "طریق الاولیاء" میں پادری اسمتھ کیا لکھتا ہے ملاحظہ ہو :

''اس کی حالت پر سخت رونا آتا ہے 'ہم سخت افسوس کے ساتھ اپنے دلوں میں خوف اور خشیت لئے ہوئے حیران ہیں کہ کیا یہی وہ شخص ہے کہ جو سدوم کی بستی کی تمام بدیوں اور گندگیوں سے پاک دامن رہا تھا' اور اللہ کی راہ چلنے میں بڑا مضبوط تھا' اس شہر کی تمام نجاستوں سے ہزاروں کوس دور رہا تھا' مگر جنگل میں نکل جانے کے بعد اس پر ایک دم بدی اور فسق کا اس قدر شدید غلبہ ہو گیا؟ پھر اس کے بعد کون شخص ہے جو کسی شہر یا جنگل و غار میں محفوظ رہ سکتا ہے۔'' (ص ۱۲۸)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ''طریق الاولیاء'' ص ۴۷ پر ہے کہ :

''ان کی ستر سالہ ابتدائی زندگی کا حال معلوم نہیں ہے' آپ کی پرورش بت پرستوں میں ہوئی' عمر کا بیشتر حصہ ان کی صحبت ہی میں بسر ہوا' ان کے باپ کے متعلق معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدائے برحق کو نہیں جانتے تھے' اور یہ بھی احتمال ہے کہ ابراہیم علیہ السلام بھی جب تک خدا نے ان کی رہنمائی نہیں کی بت پرستی کرتے رہے ہوں' پھر جب ان پر حقیقت منکشف ہوئی تو خدا نے ان کو دنیا والوں میں سے منتخب کیا' اور اپنا خاص بندہ بنالیا۔''

حضرت اسحاق علیہ السلام کے بارے میں بائبل کہتی ہے :

''پس اضحاق جرار میں رہنے لگا' اور وہاں کے باشندوں نے اس سے اسکی بیوی کی بابت پوچھا۔ اس نے کہا وہ میری بہن ہے کیونکہ وہ اسے اپنی بیوی بتاتے ڈرا۔ یہ سوچ کر کہ کہیں ربقہ کے سبب سے وہاں کے لوگ اسے قتل نہ کر ڈالیں کیونکہ وہ خوبصورت تھی۔'' (پیدائش باب ۲۶ آیت ۶)

اور "طریق الاولیاء" کا مولف ص ۱۶۸ پر کیا لکھتا ہے ملاحظہ ہو:

"اسحاق کا ایمان برباد ہو گیا، کیونکہ اس نے اپنی بیوی کو بہن بتایا۔"

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں بائبل کہتی ہے:

"اور سلیمان[1] بادشاہ فرعون کی بیٹی کے علاوہ بہت سی اجنبی عورتوں سے یعنی موآبی، عمونی، ادومی، صیدانی اور حتی عورتوں سے محبت کرنے لگا۔ یہ ان قوموں کی تھیں جن کی بابت خداوند نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ تم ان کے بیچ نہ جانا اور نہ وہ تمہارے بیچ آئیں کیونکہ وہ ضرور تمہارے دلوں کو اپنے دیوتاؤں کی طرف مائل کر لیں گی۔ سلیمان ان ہی کے عشق کا دم بھرنے لگا۔ اور اس کے پاس سات سو شاہزادیاں اسکی بیویاں اور تین سو حرمیں تھیں اور اسکی بیویوں نے اس کے دل کو پھیر دیا، کیونکہ جب سلیمان بڈھا ہو گیا تو اسکی بیویوں نے اسکے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کر لیا اور اسکا دل خداوند اپنے خدا کے ساتھ کامل نہ رہا، جیسا اسکے باپ داؤد کا دل تھا۔ کیونکہ سلیمان صیدانیوں کی دیوی عستارات اور عمونیوں کے نفرتی ملکوم کی پیروی کرنے لگا" اور سلیمان نے خداوند کے آگے بدی کی اور اس نے خداوند کی پوری پیروی نہ کی جیسی اسکے باپ داؤد نے کی تھی، پھر سلیمان نے موآبیوں کے نفرتی کموس کے لئے اس پہاڑ پر جو یروشلم کے سامنے ہے اور بنی عمون کے نفرتی

---

[1] پادری ولیم احمد کی کتاب "طریق الاولیاء" کے یہ تمام حوالے احقر نے "اظہار الحق" (بائبل سے قرآن تک) جلد سوم سے نقل کئے ہیں۔ خالد

مولک کے لئے بلند مقام بنادیا' اس نے ایسا ہی اپنی سب اجنبی
بیویوں کی خاطر کیا جو اپنے دیوتاؤں کے حضور بخور جلاتی اور
قربانی گذرانتی تھیں۔

اور خداوند سلیمان سے ناراض ہوا کیونکہ اسکا دل خداوند
اسرائیل کے خدا سے پھر گیا تھا' جس نے اسے دوبارہ دکھائی
دیکر' اسکو اس بات کا حکم کیا تھا کہ وہ غیر معبودوں کی پیروی نہ
کرے پر اس نے وہ بات نہ مانی جس کا حکم خداوند نے دیا تھا۔
اس سبب سے خداوند نے سلیمان کو کہا چونکہ تجھ سے یہ فعل ہوا
اور تو نے میرے عہد اور میرے آئین کو جن کا میں نے تجھے حکم
دیا نہیں مانا اس لئے میں سلطنت کو ضرور تجھ سے چھین کر تیرے
خادم کو دوں گا۔" (ا۔ سلاطین باب ۱۱ آیت ۱تا۱۱)

الزامات

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں بائبل کے ان الزامات کے سلسلے میں ایک عیسائی عالم سے حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے جب استفسار کیا اور اس پر جو سوال و جواب ہوئے اسے یہاں نقل کرتا ہوں' جو اصل حقیقت کو کھولتے ہیں' حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں :

"میں نے ایک عیسائی عالم سے ایک مرتبہ حضرت
سلیمان علیہ السلام کے بارے میں بائبل کے ان الزامات کا ذکر کیا' اور کہا
کہ انبیاء علیہم السلام سے کبیرہ گناہوں کا صدور تو آپ کے نزدیک
ممکن ہے لیکن کیا نبی کے مرتد ہو جانے کو بھی آپ تسلیم کرتے ہیں؟
اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ نہیں! ہم نبی سے
شرک کا صدور ممکن نہیں سمجھتے' میں نے اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام
کے اس قصہ کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگے کہ درحقیقت سلیمان ہمارے

نزدیک پیغمبر ہی نہ تھے' وہ تو ایک بادشاہ تھے' اور بہت سے بادشاہ مرتد ہو جاتے ہیں۔

لیکن ان کا یہ جواب بائبل سے ناواقفیت کی دلیل تھی' اس لئے کہ بائبل سے حضرت سلیمان علیہ السلام کا نبی ہونا ثابت ہوتا ہے' اول تو اس لئے کہ بائبل کے مجموعہ کتب میں سے کم از کم کتاب امثال باتفاق نصاریٰ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تصنیف ہے' اور دوسری طرف عیسائیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ بائبل کی تمام کتابیں صاحب الہام اشخاص کی لکھی ہوئی ہیں' دوسرے بائبل کے متعدد مقامات پر یہ تصریح موجود ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام پر وحی نازل ہوتی تھی' مثلاً کتاب سلاطین اول میں ہے:

اور خداوند کا کلام سلیمان پر نازل ہوا کہ یہ گھر جو تو بناتا ہے' سو اگر تو میرے آئین پر چلے الخ (۱-سلاطین ۶: ۱۱)

اس کے علاوہ جب جبعون کے مقام پر حضرت سلیمان علیہ السلام کو خواب میں خدا نظر آیا تھا تو اس نے ان سے یہ وعدہ کیا تھا کہ:

"میں نے ایک عاقل اور سمجھنے والا دل تجھ کو بخشا' ایسا کہ تیری مانند نہ تو کوئی تجھ سے پہلے ہوا اور نہ کوئی تیرے بعد تجھ سا برپا ہو گا۔" (۱-سلاطین ۳: ۱۲)

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام آخر تک نیک رہیں گے اور کوئی ان کی طرح صاحب عقل و خرد اور صاحب دل نہ ہو گا۔

بات دراصل یہ ہے کہ عیسائی حضرات کو یہ بھی منظور ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کو صرف فاسق نہیں بلکہ کافر اور مرتد تک قرار دیدیں' اور یہ بھی منظور ہے کہ کسی نبی کی نبوت سے بلا

دلیل انکار کر دیں' لیکن یہ منظور نہیں کہ وہ ایک مرتبہ جرات کے
ساتھ یہ کہہ دیں کہ بائبل ناقابل اعتماد ہے' اور اس میں بیان کیا ہوا
یہ قصہ سراسر من گھڑت ہے' حق کو واشگاف کرنے کا یہ منصب تو
درحقیقت قرآن کریم کا ہے' جس نے آج سے تیرہ سو سال پہلے
ڈنکے کی چوٹ پر یہ اعلان کر دیا تھا کہ یہ پورا قصہ حضرت سلیمان
علیہ السلام پر ایک شرمناک تہمت ہے' اور

" وما کفر سلیمن ولکن الشیاطین کفروا " (بقرہ : ۱۰۲)

"سلیمان کافر نہیں ہوا تھا بلکہ شیاطین نے کفر کیا تھا۔"

(حواشی "اظہار الحق" جلد سوم ص ۴۴۲ تا ۴۴۴)

مقدس ہستیاں

ان معصوم اور منزہ انبیاء کرام کے بارے میں بائبل سے چند حوالے طوالت کے خوف سے دیئے ہیں' ورنہ اس کے علاوہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی "توہین و تنقیص" کی بہت سی عبارتیں بائبل میں موجود ہیں۔

مثلاً نوح علیہ السلام کے بارے میں کتاب پیدائش باب ۹ آیت ۸ امیں ہے کہ وہ شراب پی کر برہنہ ہو گئے تھے۔

دوسری جگہ کتاب پیدائش باب ۲۵ آیت ۲۹ میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بھائی عیسو سے مسور کی دال اور روٹی کے بدلے پہلوٹھے کا حق خرید لیا تھا۔

کتاب پیدائش باب ۳۵ آیت ۲ سے پتہ چلتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کا خاندان معاذاللہ "بت پرست" تھا۔

کتاب خروج باب ۳۲ آیت ا کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے سونے کے زیورات سے ایک بچھڑے کا دیوتا بنایا تھا۔

یعنی انبیاء کرام علیہم السلام جیسی مقدس ہستیوں کے سلسلے میں بائبل میں یہ الزامات تو مذکور ہیں کہ معاذاللہ وہ شرابی تھے' زانی تھے' جھوٹ بولتے تھے' بت پرست تھے' وغیرہ

وغیرہ۔

مگر کوئی عیسائی یہ ہرگز پسند نہیں کرے گا کہ کوئی اسے زانی ' شرابی ' کذاب ' یا بت پرست جیسے الفاظ استعمال کرتے ہوئے اس پر الزامات لگائے ' چاہے معاشرے میں اس کا کردار کیسا ہی کیوں نہ ہو ' لہذا کیا اسی بنا پر آنجناب یہ کہنے چلیں ہیں کہ "اس پمفلٹ میں آپ نے چاند پر تھوکنے کی کوشش کی ہے" اگر انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق اہل اسلام کی طرح آنجناب بھی ان مقدس ہستیوں سے کبیرہ یا صغیرہ گناہوں کے صدور کو "کفر" خیال کرتے ہیں ' تو پھر آپ ہی انصاف فرمائیں کہ " چاند پر تھوکنے " والے "اہل اسلام" ہوئے یا خود عیسائی۔

کیا آپ بتا سکتے ہیں ؟ کہ پمفلٹ "عیسیٰ علیہ السلام بزبان خود" میں مولف ڈاکٹر محمد ایوب خان صاحب نے کسی ایک مقام پر بھی بحیثیت مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کوئی ایک لفظ ایسا لکھا ہو جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ معاذ اللہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کی ہے۔

اسلئے آپکا یہ فرمانا کہ "اس پمفلٹ میں آپنے چاند پر تھوکنے کی کوشش کی ہے" آنجناب کی مغالطہ آفرینی نہیں تو اور کیا ہے ؟

نیز یہ کہ بندہ خدا پمفلٹ "عیسیٰ علیہ السلام بزبان خود" میں نے لکھا ہی کب تھا جو آنجناب مجھے مخاطب کر کے یہ فرما رہے ہیں کہ "اس پمفلٹ میں آپ نے چاند پر -----"

شریعت کی لعنت

مستند خداوند (یسوع مسیح) کی مستند ہستی کو کتنا مستند چھوڑا گیا ہے اس کا اندازہ "گلتیوں" کے نام " پولس رسول " کے خط سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے ' پولس رسول کہتا ہے :

> "مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لیکر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی

ہے۔" (باب ۳ آیت ۱۳)

"پولس" یسوع مسیح (علیہ السلام) کو "لعنتی" جیسے انتہائی کفریہ لفظ سے یاد کرنے کے ساتھ ساتھ "شریعت" کو بھی "لعنت" کہتا ہے اور اس کی وجہ پولس گلتیوں باب ۲ آیت ۲۱ میں یہ بیان کرتا ہے کہ :

"میں خدا کے فضل کو بیکار نہیں کرتا کیونکہ راستبازی اگر شریعت کے وسیلہ سے ملتی تو مسیح کا مرنا عبث ہوتا۔"

لیکن دوسری طرف بائبل "پولس" کے خلاف فتویٰ دیتے ہوئے "شریعت" پر عمل کی دعوت دیتی ہے :

"میں خداوند ہوں تم میری شریعتوں کو ماننا۔"

(احبار باب ۱۹ آیت ۱۹)

استثناء باب ۲۷ میں کبیرہ گناہوں پر "لعنت" آئی ہے اور اس باب کی آیت ۲۶ میں ہے کہ :

"لعنت اس پر جو اس شریعت کی باتوں پر عمل کرنے کے لئے ان پر قائم نہ رہے اور سب لوگ کہیں آمین۔"

اسی طرح "زبور" ۱۱۹ کی پہلی آیت میں آتا ہے کہ :

"مبارک ہیں وہ جو کامل رفتار ہیں۔ جو خداوند کی شریعت پر عمل کرتے ہیں۔"

اب یہ دیکھیں کہ "پولس" "گلتیوں" کے نام اپنے خط (باب ۲ آیت ۲۱) میں کہتا ہے کہ :

"راستبازی اگر شریعت کے وسیلہ سے ملتی تو مسیح کا مرنا عبث ہوتا۔"

شریعت پاک ہے

مگر "پولس" اپنے ہی اس مذکورہ بالا قول سے پہلے "رومیوں" کے نام خط میں کہتا ہے۔

"پس ہم کیا کہیں؟ کیا شریعت گناہ ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ بغیر شریعت کے میں گناہ کو نہ پہچانتا مثلاً اگر شریعت یہ نہ کہتی کہ تو لالچ نہ کر تو میں لالچ کو نہ جانتا۔ مگر گناہ نے موقع پاکر حکم کے ذریعہ سے مجھ میں ہر طرح کا لالچ پیدا کر دیا کیونکہ شریعت کے بغیر گناہ مردہ ہے۔ ایک زمانہ میں شریعت کے بغیر میں زندہ تھا مگر جب حکم آیا تو گناہ زندہ ہو گیا اور میں مرگیا۔ اور جس حکم کا منشا زندگی تھا وہی میرے حق میں موت کا باعث بن گیا۔ کیونکہ گناہ نے موقع پاکر حکم کے ذریعہ سے مجھے بہکایا اور اسی کے ذریعہ سے مجھے مار بھی ڈالا۔ پس شریعت پاک ہے اور حکم بھی پاک اور راست اور اچھا ہے۔ پس جو چیز اچھی ہے کیا وہ میرے لئے موت ٹھہری؟ ہرگز نہیں (الخ)" (رومیوں باب ۷ آیت ۷ تا ۱۳)

دیکھیں یہاں اپنے بیان میں "پولس" خود اس بات کا اقرار کر رہا ہے کہ:

"بغیر شریعت کے میں گناہ کو نہ پہچانتا۔"

یعنی بالفاظ دیگر "راستبازی" اور "گناہ" کے فرق کو شریعت نے بتایا ہے، جیسا کہ آگے چل کر "پولس" کہتا ہے:

"اگر شریعت یہ نہ کہتی کہ تو لالچ نہ کر تو میں لالچ کو نہ جانتا۔"

اور اوپر "گلتیوں" باب ۳ آیت ۱۳ میں پولس کا شریعت کو لعنت کہنا، خود پولس کے فتویٰ کے تحت غلط ہے، جیسا کہ پولس کہتا ہے:

"پس شریعت پاک ہے اور حکم بھی پاک' درراست اور اچھا ہے۔پس جو چیز اچھی ہے کیا وہ میرے لئے موت ٹھہری؟ ہرگز نہیں"

شرمندہ ہونے کا مقام

خیر! یہ تو گلتیوں کے نام "پولس رسول" کے شریعت کو "لعنت" کہنے کے سلسلے میں ایک ضمنی بحث تھی 'اصل گزارش یہ ہے کہ پولیس نے گلتیوں کے نام خط میں جس توہین آمیز اور کفریہ لفظ (لعنتی) سے یسوع مسیح (علیہ السلام) کو یاد کیا ہے 'کیا؟ کوئی ادنی سے ادنی عیسائی یہ بات برداشت کرے گا کہ اسے ایسے توہین آمیز لفظ (لعنتی) سے پکارا جائے 'ظاہر ہے کہ کسی بھی درجے کا کوئی بھی عیسائی یہ ہرگز برداشت نہ کرے گا کہ اسے ایسے توہین آمیز لفظ (لعنتی) سے پکارا یا لکھا جائے۔

لہٰذا ایسی صورت حال میں پولس کا یسوع مسیح (علیہ السلام) کو اپنے خط میں "لعنتی" کہنا کیا کسی بھی درجہ میں "گستاخی" نہیں کہا جائے گا اگر کہا جائے گا اور ضرور کہا جائے گا تو بقول آنجناب کے کہ "ایسا کرنے والے کو خود شرمندہ ہونا پڑتا ہے جیسے چاند پر تھوکنے والے کو" تو پھر آنجناب خود ہی انصاف فرمائیں کہ "شرمندہ ہونے کا یہ مقام کن کے لئے ہے؟" "اہل اسلام" کے لئے یا پھر خود "صلیبی عقیدہ" رکھنے والے عیسائیوں کے لئے جس کی بنیاد پر پولس جیسا یہودی شخص یسوع مسیح (علیہ السلام) کو "لعنتی" کہتا ہے ' "معاذاللہ"۔

قرآن کی حقیقت

اس لئے کیا اب یہ ضروری نہیں ہوجاتا کہ یسوع مسیح (علیہ السلام) سے منسوب کئے جانے والے ایسے "صلیبی کفارہ" کے من گھڑت "پس منظر" میں ہم قرآن مجید فرقان حمید کی اس حقیقت کو تسلیم کرلیں۔جس سے یسوع مسیح (علیہ السلام) کی "عظمت" اور "شان" کا پتہ چلتا ہے۔

قرآن مجید فرماتا ہے :

" وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله ، وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم ، و ان الذين اختلفوا فيه لفي شك منه ، مالهم به من علم الا اتباع الظن ، وما قتلوه يقينا ، بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزا حكيما "

"اور (یہود ملعون قرار دیئے گئے) اپنے اس قول پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم پیغمبر خدا کو قتل کر دیا حالانکہ انہوں نے نہ اس کو قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا بلکہ (خدا کی خفیہ تدبیر کی بدولت) اصل معاملہ ان پر مشتبہ ہو کر رہ گیا اور جو لوگ اس کے قتل کے بارہ میں جھگڑ رہے ہیں بلاشبہ وہ اس (عیسیٰ) کی جانب سے شک میں پڑے ہوئے ہیں ان کے پاس حقیقت حال کے بارہ میں ظن (اٹکل) کی پیروی کے سوا علم کی روشنی نہیں ہے اور انہوں نے عیسیٰ کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ ان کو اللہ نے اپنی جانب (ملاءاعلیٰ کی جانب) اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے ۔" (نساء پ ۶ ع ۲۲)

قوانین

آنجناب لکھتے ہیں :

"اگر ایسا ہی پمفلٹ ہم آپ کے گھروں میں بھیج دیں تو اسلام خطرے میں اور عدالتوں کی گھنٹیاں بجنے لگیں گی ۔

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر مارنے کا شوق ہو تو اپنے گھر پر پتھر پھینکنے والوں کے لئے قوانین نہیں بنایا کرتے جواب دیا کرتے ہیں ۔

اگر آپ کو تبلیغ کرنے کا شوق ہے تو بات کرنے کے ساتھ
بات سننے کا حوصلہ کریں' جو آپ میں نہیں ۔"

یہ بات اہل نظر سے پوشیدہ نہیں کہ "عیسائی مشنریاں" عیسائیت کی تبلیغ کرتے ہوئے ہر خاص و عام جن میں "مسلمان نوجوان نسل" خاص طور پر شامل ہے' ان میں اپنا "لٹریچر" اور "پمفلٹ" مختلف طریقوں پر تقسیم کرتی آرہی ہیں' جس میں مشنری اداروں کی جانب سے "خط و کتابت" کو خاص اہمیت حاصل ہے' جیسا کہ شروع میں عیسائی مشنری اداروں کی تبلیغ کے حوالے سے آپ پڑھ آئے ہیں ۔

لہٰذا اگر آنجناب بھی کوئی "پمفلٹ" اس احقر کو بھیجنا چاہتے ہیں تو شوق سے روانہ فرمائیں لیکن یہ بھی یاد رہے کہ خلاف "اسلام" "پمفلٹ" یا "لٹریچر" پر عدالتوں سے "رجوع" کرنا بھی "دین اسلام" ہی کی تعلیم کا ایک بہترین اصول اور ضابطہ ہے ۔

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر مارنے اور اس حوالے سے "قوانین" بنانے کے سلسلے میں یہ احقر آنجناب کا اشارہ خوب سمجھ رہا ہے ۔

چنانچہ یہ بات بھی "اہل اسلام" سے پوشیدہ نہیں کہ پاکستان میں "اسلامی قوانین" کے نفاذ کے حوالے سے عیسائی دنیا اس بات کی شدید مخالف ہے کہ پاکستان میں "اسلامی قوانین" کا نفاذ ہو ۔

دور نہ جائیں آج سے تین چار سال قبل جب "شناختی کارڈ" میں مذہب کے "خانہ" کی بات چلی تو عیسائیوں نے اس پر جو واویلا کیا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ۔

اسی طرح ان حقائق سے کون واقف نہیں کہ "قانون توہین رسالت" دفعہ ۲۹۵ سی کو "منسوخ" کروانے اور اس قانون کی مخالفت میں عیسائیوں نے کیا کچھ نہ کیا ۔

اس وقت میرے سامنے جو کتاب رکھی ہے اسکا نام ہے "تعزیرات پاکستان دفعہ ۲۹۵ سی" یہ کتاب "سروسز انٹرنیشنل ہوٹل لاہور" میں منعقد سیمینار نمبر ۲ "پاکستان میں اقلیتوں کے ساتھ ناانصافیاں" کے زیر عنوان ان تقریروں کا مجموعہ ہے' جس میں دفعہ ۲۹۵ سی کو تحت تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے عیسائی پادریوں اور وکیلوں نے اس دفعہ پر اعتراضات

ئے ہیں چند حوالے ملاحظہ ہوں۔

دفعہ ۲۹۵ سی

"۱۹۹۱ء میں قومی کمیشن برائے امن وانصاف پاکستان نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ پاکستان میں اقلیتوں کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں سے متعلق سیمینار منعقد کئے جائیں گے تاکہ تحفظ کی راہیں تلاش کی جاسکیں' اور غیر مساوی قوانین کو منسوخ کروایا جاسکے۔ بسلسلہ "پاکستان میں اقلیتوں کے ساتھ ناانصافیاں" کا پہلا سیمینار ۶ سے ۹ اکتوبر ۱۹۹۲ء ملتان میں بعنوان "مسیحی نکاح کی بے حرمتی" منعقد ہوا اور فادر خالد رشید عاصی نے اس سیمینار کی تمام کارروائی کو کتابی شکل دی جو ہزاروں لوگوں کے لئے مفید ثابت ہوئی۔

فادر خالد رشید عاصی نے "تعزیرات پاکستان دفعہ 295-c" سیمینار نمبر ۲ کی تمام تقریروں کو محفوظ کیا اور اسے کتابی شکل دی ہے میں اس محنت اور کوشش کے لئے کمیشن برائے امن وانصاف فیصل آباد اور فادر خالد رشید عاصی ڈائریکٹر فیصل آباد کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

مجھے امید ہے کہ اس کتاب کے مطالعے کے بعد تمام روشن خیال لوگ سیاسی اور مذہبی رہنما اور مختلف تنظیمیں تعزیرات پاکستان دفعہ 295-c کو منسوخ کروانے کی جدوجہد کریں گے اور ایسے تمام قوانین کی مذمت کریں گے جو فرقہ واریت اور تعصب کی لہر پیدا کر رہے ہیں۔"

انتہاء پسند عناصر

فادر خالد رشید عاصی خود اپنی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے ''دفعہ ۲۹۵ سی کیوں منسوخ کی جائے'' کے زیر عنوان فرماتے ہیں :

''انسانی حقوق کی تنظیموں نے اپنے اس موقف کا اعادہ کیا ہے کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ سی انتہاء پسند عناصر کے ہاتھوں ایک خطرناک ہتھیار ہے۔''

کاتھولک قومی کمیشن برائے امن و انصاف پاکستان نے مختلف طریقوں سے تعزیرات پاکستان دفعہ ۲۹۶ سی کی مذمت کی ہے اور اس عزم کو لے کر آگے بڑھ رہا ہے اور بار بار خبردار کر رہا ہے کہ ایسے تمام قوانین سے چھٹکارا حاصل کیا جائے جو متعصب افراد دوسروں کی زندگیوں سے کھیلنے کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔ ایسے قوانین صرف اقلیتوں کے لئے ہی نہیں بلکہ ڈاکٹر اختر حمید خان اور عبداللہ ملک جیسے بہت سے سچے مسلمانوں کے لئے بھی خطرناک ثابت ہو رہے ہیں۔

کاتھولک قومی کمیشن برائے امن و انصاف پاکستان نے ۹ جون ۱۹۹۲ء سروسز انٹرنیشنل ہوٹل لاہور میں بسلسلہ ''پاکستان میں اقلیتوں کے ساتھ ناانصافیاں'' سیمینار نمبر ۲ بعنوان ''تعزیرات پاکستان دفعہ ۲۹۵ سی'' منعقد کیا جس میں پاکستان بھر سے زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے شرکت کی۔ اس سیمینار میں پڑھے گئے تمام مقالات کو یکجا کر کے یہ کتاب آپ کی نظر کی جا رہی ہے تاکہ آپ بھی اس کو پڑھیں اور یہ محسوس کریں کہ اب وقت آگیا ہے کہ دفعہ ۲۹۵

سی کو منسوخ کروایا جائے تاکہ جنونیوں اور متعصب لوگوں کے ہاتھوں میں یہ ہتھیار نہ رہے۔جو ذاتی دشمنی کی بناء پر کسی کے خلاف استعمال ہو سکتا ہے۔" (تعزیرات پاکستان دفعہ ۲۹۵ سی ص ۸)

کالے قوانین

"دفعہ ۲۹۵ سی تعزیرات پاکستان" کے زیر عنوان فادر بونی مینڈس فرماتے ہیں :

"خواتین و حضرات! ہم محب وطن ہیں اور حب الوطنی کے جذبے سے سرشار پاکستان کی خوشحالی اور ترقی چاہتے ہیں۔ ہم وطن عزیز کی سالمیت اور بقا چاہتے ہیں۔ہم صابر ضرور ہیں لیکن ہر تشدد کے خلاف ہیں۔لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ ہم وطن دشمنوں کے منصوبوں کے خلاف نہیں۔ہم نہیں چاہتے کہ چند مفاد پرستوں کی وجہ سے پورا ملک دہشت گرد قرار دے دیا جائے۔یہ علیحدہ بات ہے کہ ہم کسی دوسرے ملک کی اجارہ داری تسلیم نہیں کرتے۔ان کو کوئی حق نہیں ہے کہ وہ ہمارے ملک کے بارے میں حتمی فیصلہ دیں۔

ہم پرامن شہری ہیں اور پرامن طریقوں پر بھروسہ رکھتے ہیں۔پرامن طریقوں سے تمام کالے قوانین کی واپسی چاہتے ہیں۔ہم چاہتے ہیں کہ دفعہ ۲۹۵ سی تعزیرات پاکستان سے تمام کالے قوانین واپس لئے جائیں اور معصوم لوگوں کو رہا کیا جائے جن کے خلاف بے بنیاد الزام لگے ہیں اور وہ جیلوں میں تکالیف اٹھا رہے ہیں۔

ہم چاہتے ہیں کہ ان کالے قوانین کی جڑ تک جائیں اور ۱۹۷۳ء کے آئین میں جو تبدیلیاں کی گئی ہیں اور جن کی وجہ

سے اس قسم کے قوانین نافذ ہوئے ہیں اور ایسا معاشرہ بن چکا ہے جس میں ہر کوئی دوسرے کے خلاف ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس قسم کے تمام قوانین اور آئینی ترامیم واپس لی جائیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ جداگانہ انتخابات جیسے قوانین جن سے ایک پاکستانی دوسرے پاکستانی سے علیحدہ کیا گیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس قسم کے اقدامات واپس لئے جائیں تاکہ ہم اس ملک میں برابر کے شہری ہوتے ہوئے آگے بڑھ سکیں۔

دوبارہ میں قومی کمیشن برائے امن وانصاف کی جانب سے آپ سب کو خوش آمدید کہتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ نہ صرف سیمینار کے آخر تک بلکہ ۲۹۵ سی جیسے تمام کالے قوانین کے خاتمے تک ہمارا ساتھ دیں گے۔"

(تعزیرات پاکستان دفعہ ۲۹۵ ص ۱۰۰ اوا۱)

ننگی لٹکتی ہوئی تلوار

بشپ آرمانڈو ٹرینڈاڈ "وائس چیرمین کاتھولک بشپز کانفرنس آف پاکستان"، "دفعہ ۲۹۵ سی اور حصول پاکستان میں مسیحیوں کا کردار" کے زیر عنوان دفعہ ۲۹۵ سی کو ننگی لٹکتی تلوار بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"زیادہ عرصہ نہیں گزرا ایک متعصب مسلم قصاب نے ایک مسیحی ادیب، شاعر اور استاد کو اسی بناء پر قتل کر دیا۔ نعمت احمر کئی لوگوں کی موجودگی میں قتل ہوا۔ قاتل نے سر عام کہا کہ اس کا یہ فرض بنتا تھا کہ وہ ایک گستاخ رسول کو قتل کرے۔ جبکہ وہ خود بھی حقیقی گواہ نہیں تھا۔ بلکہ بقول اس کے اس نے کسی دوسرے سے یہ سنا تھا کہ احمر نے رسول کی شان میں گستاخی کی ہے۔ حالانکہ بتانے والے کی ابھی تک نشاندہی نہیں ہوئی۔

ستم ظریفی دیکھئے کہ تھانے میں اس کے ساتھ وی آئی پی سلوک ہوتا رہا اور یہی نہیں بلکہ پولیس نے اس کیس میں اسے ہر ممکن مدد دی۔ گزشتہ سال ایک اور مسیحی طاہر اقبال جیل میں پر اسرار طور پر مردہ پایا گیا وہ بھی اسی نوعیت کے کیس میں فیصلے کا منتظر تھا۔

سرگودھا میں گل مسیح کو بھی گستاخ رسول کیس میں ایک غیر موثر گواہی کے باوجود سزائے موت سنا دی گئی ہے۔ آخر ہمارا انجام کیا ہو گا؟

یہ قانون اقلیتوں پر ننگی لٹکتی ہوئی تلوار ہے۔ کوئی بھی کسی پر گستاخ رسول ہونے کا الزام دھر سکتا ہے۔ ہم کتنے کیس اور دیکھیں گے اور احساس کریں گے جیسا بھی ہو اس قانون کو آئین سے خارج ہونا چاہئے۔ آج ہمیں پاکستانی ہونے کے ناطے بلاتفریق ذات، رنگت و نسل، ثقافت اور مذہب اپنے آپ کو اکیسویں صدی میں داخل ہونے کے لئے تیار کرنا ہے۔" (تعزیرات پاکستان دفعہ ۲۹۵ سی ص ۱۴)

سسل چوہدری "۲۹۵ سی کا پس منظر" کے زیر عنوان ایک جگہ فرماتے ہیں:

"ہم دیکھ سکتے ہیں کہ 295-c اقلیتوں کے خلاف جس میں مسیحی بھی شامل ہیں ان کو اذیت دینے کے لئے استعمال کیا گیا۔ قانون کے بنیادی مقاصد کو پورا کرنے کی بجائے جو کہ تحفظ کے لئے ہیں یہ دفعہ لوگوں کو تشدد کا نشانہ بنانے کے لئے بنائی گئی اور ہر ایک کو شک ہے کہ یہ قانون جس پر آج بحث ہو رہی ہے۔ نہ صرف ادنی یا نکما قانون ہے اس کے ساتھ ساتھ مکمل طور پر امتیازی ہے۔ اس لئے اس کو فوراً منسوخ کیا جائے اور

اس کے غلط استعمال روز مرہ کا معمول نہ بن جائے۔ مجھے فکر ہے کہ آہستہ آہستہ یہی ہو گا۔

خواتین و حضرات میرے فکرات غلط نہیں ہیں بلکہ اس کی بنیاد 'بنیاد پرست لوگوں کی موجودہ نفسیات کے مطابق ہے۔ جو کہ پاکستان میں سرگرم ہو گئے ہیں اور یہی لوگ ہیں جنھوں نے ایسے قانون کو بنانے کے لئے کوششیں کیں۔"

(تعزیرات پاکستان دفعہ ۲۹۵ سی ص ۱۶)

پر زور مطالبہ

آفتاب الیگزینڈر مغل "قرارداد" کے تحت حکومت پاکستان سے پر زور مطالبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"میں قومی کمیشن برائے امن و انصاف اور آج ۹ جون ۱۹۹۳ء سروسز انٹرنیشنل ہوٹل لاہور میں منعقد ہونے والے سیمینار "تعزیرات پاکستان دفعہ 295-c" کے تمام شرکاء کی جانب سے حکومت پاکستان سے پر زور مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ گستاخ رسول کے ایکٹ کو فوراً ختم کرے۔"

(تعزیرات پاکستان دفعہ ۲۹۵ ص ۳۶)

مذہبی جنون

آنجناب کی خدمت میں یہ چند حوالہ جات پیش کئے ہیں' ان مذکورہ بالا سطور سے ہر باشعور آدمی اچھی طرح اندازہ لگا سکتا ہے کہ "توہین رسالت" کے حوالے سے عیسائی اس قانون یا قوانین کے کس قدر مخالف ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جب ضلع گوجرانوالہ کی تحصیل حافظ آباد کے گاؤں "دوتہرد" کی مسجد کے اندر توہین رسالت پر مبنی تحریروں والے کاغذ پھینکنے اور مسجد کی دیوار پر توہین آمیز کلمات لکھنے کے شرمناک اور سنگین جرم میں ملوث منظور مسیح' رحمت مسیح' اور سلامت

مسیح پر اس مسجد کے خطیب اور امام مولانا فضل حق صاحب کی جانب سے لاہور "ایڈیشنل سیشن کورٹ" میں "دفعہ ۲۹۵ سی" کے تحت مقدمہ چلایا گیا' تو پاکستان سمیت یورپ اور امریکہ کی عیسائی دنیا میں شور مچ گیا (شروع میں اس مقدمہ کی سماعت گوجرانوالہ کی سیشن عدالت میں ہوئی تھی) امریکہ سے "رابن رافیل" بطور خاص پاکستان آئیں 'تاکہ ملزمان کی رہائی کے لئے دباؤ ڈال سکیں' اور تینوں ملزمان کی گرفتاریوں کو "مذہبی جنون" کا نتیجہ قرار دیا گیا۔

ادھر ۵ اپریل ۱۹۹۴ء اس کیس کا ایک ملزم منظور مسیح تو نامعلوم افراد کی فائرنگ سے موقع پر ہی ہلاک ہو کر اپنے انجام کو پہنچ گیا تھا۔

اور ادھر جب ماہ فروری (۱۹۹۵ء) کے اوائل میں لاہور "سیشن کورٹ" نے "حقائق" اور "شواہد" کی روشنی میں جرم ثابت ہو جانے پر سلامت مسیح اور رحمت مسیح کو "سزائے موت" اور پچیس پچیس ہزار روپے "جرمانے" کی سزا سنا دی۔ تو فوراً ہی اس سزا کو لاہور ہائیکورٹ میں "اپیل" کر دیا گیا' اور کیونکہ اس مقدمہ میں شروع سے آخر تک پوری عیسائی دنیا نے بے پناہ دلچسپی لی تھی' اور امریکی نائب وزیر خارجہ رابن رافیل سے لے کر عیسائی دنیا کے سفارتکاروں اور نام نہاد "انسانی حقوق" کی انجمنوں نے جس طرح حکومت پاکستان پر دباؤ ڈال رکھا تھا' لہٰذا اس کا نتیجہ ۲۳ فروری (۱۹۹۵ء) کو یہ سامنے آیا کہ ان دونوں ملزمان کو ہائیکورٹ نے "بری" کر دیا' اور ان کی "سزائے موت" منسوخ کر دی گئی۔ اور ساتھ ہی ساتھ یہ دونوں ملزمان طے شدہ پروگرام کے مطابق حکومتی سرپرستی میں ملک سے باہر "فرار" کروا دیئے گئے' چنانچہ یکم مارچ (۱۹۹۵ء) کا روزنامہ جنگ (کراچی) اس بارے میں کیا کہتا ہے ملاحظہ ہو:

> "بون (ڈی پی اے) لاہور ہائیکورٹ سے توہین رسالت کے الزام سے بری ہونے والے دو پاکستانی عیسائی ۱۴ سالہ سلامت مسیح اور ۴۰ سالہ رحمت مسیح جرمنی پہنچ گئے ہیں۔ بون میں وزارت خارجہ کے ایک ترجمان نے منگل کو بتایا کہ ان

دونوں کو اس دورے کی دعوت ایک چرچ گروپ نے دی تھی' جس کا انھوں نے نام نہیں بتایا۔ دونوں کو پاکستان میں موجود جرمنی کے سفارتخانے نے سیاحت کا ویزا جاری کیا تھا اور انہیں جرمنی میں تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ خاتون ترجمان نے کہا کہ جرمنی نے دونوں افراد کی رہائی کے لئے یورپی یونین کے ذریعے بڑی انتھک جدوجہد کی تھی۔ جرمن کے قوانین کے مطابق دونوں افراد سیاسی پناہ کی درخواست دے سکتے ہیں۔"

پانچ روپے کا لالچ

حالانکہ سلامت مسیح کے والد کے خط کے حوالے سے یہ بات بھی کسی سے پوشیدہ نہیں کہ یہ دونوں ملزمان "توہین رسالت" کے ناقابل معافی مجرم تھے۔ لہٰذا سلامت مسیح کا والد تحصیل حافظ آباد "ضلع گوجرانوالہ" کے "چیئرمین" کے نام اپنے خط میں لکھتا ہے:

"۔۔۔۔۔۔ میں نے بچہ کی بات سنی ہے کہ بچے سے کسی نے غلطی کروائی ہے۔ ۵ روپے کا لالچ دے کر بچہ بے سمجھ اور نابالغ تھا لہٰذا اس آدمی نے جس کا نام رحمت ولد نانک ہے اور جو کہ پھوکھر میں رہتا ہے اس آدمی نے میرے بچے سے غلطی کروائی۔"

اور آگے لکھتا ہے:

"جو کچھ ہوا اس کی میں معافی چاہتا ہوں کیونکہ میں سمجھدار ہوں اور بہت کچھ سمجھتا ہوں' میرے دل میں دین اسلام کا بہت احترام ہے اور رہے گا جبکہ بچے سے کسی دوسرے نے غلطی کروائی ہے۔۔۔۔"

اور آگے مزید لکھتا ہے:

"دوسرے بندے کو جو سمجھدار ہے بالغ ہے اس کو کڑی سزا دی جائے کیونکہ اس نے بہت گندی حرکت کی ہے۔"

(ہفت روزہ تکبیر ۹ مارچ ۱۹۹۵ ص ۲۰)

لیکن چونکہ اس کیس میں امریکہ سمیت دیگر عیسائی ممالک کا دباؤ ہونے کے ساتھ ساتھ "امریکہ سرکار" کی "خوشنودی" حاصل کرنا بھی مقصود تھا' جو اپنے آپ کو "انسانی حقوق" کا علمبردار اور "چیمپئن" قرار دیتا ہے' لہٰذا اس خوشنودی کے حصول کے لئے ہماری سابقہ وزیر اعظم بینظیر صاحبہ نے اس کا خوب حق ادا کیا' انا للہ و انا الیہ راجعون

روحانی رشتہ

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے وہ یہ کہ "انسانی حقوق" کی انجمنیں (ہیومن رائٹس) اور "انسانی حقوق" کا علمبردار امریکہ اور دیگر یورپی ممالک "توہین رسالت" کے مقدمہ کے حوالے سے اس وقت یہ کیوں نہیں سوچتے کہ دیگر انبیاء علیہم السلام سمیت آنحضرت ﷺ سے مسلمانوں کا گہرا "روحانی رشتہ" ہے اور کوئی بھی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کو برداشت نہیں کر سکتا' اور یہ کہ آنحضرت ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی سے تمام دنیا کے مسلمانوں کے مذہبی جذبات مجروح ہوتے ہیں۔

کیا "انسانی حقوق" کا "نعرہ" لگانے والوں کی فہرست میں سب سے بڑے "انسانی حقوق" کا عملی درس دینے والے آقا دو جہاں نبی کریم ﷺ سے تعلق رکھنے والے "اہل اسلام" کے مذہبی جذبات کا خیال رکھنے کے حوالے سے کوئی "قانون" موجود نہیں اور اگر ایسا ہے تو پھر "انسانی حقوق" کے خوبصورت نام کی پشت پر یہ "امتیازی" اور "انسانی حقوق" تو ہو سکتے ہیں۔ "انسانی حقوق" نہیں۔

یورپ کی سلطنتوں کا قانون

دوسری جانب یہ بات تاریخی طور پر ثابت ہے کہ "یورپ" میں "قانون

توہین انبیاء علیہم السلام'' رائج ہوا' اور ''قانون توہین مسیح'' (علیہ السلام) سارے یورپ کی سلطنتوں کا قانون بنا' اس حوالے سے سینیئر ایڈوکیٹ سپریم کورٹ (لاہور) جناب محمد اسماعیل قریشی صاحب نے اپنی کتاب ''ناموس رسول اللہ ﷺ اور قانون توہین رسالت'' میں دلائل کے ساتھ جو تحقیق فرمائی ہے ملاحظہ ہو:

> ''پاپائے روم یا چرچ کے اقتدار میں آنے سے قبل یورپ میں رومن لا کی عملداری تھی لیکن جب کلیسیا نے اسٹیٹ پر غلبہ و اقتدار حاصل کر لیا تو پوپ کے منہ سے نکلے ہوئے ہر حکم کو قانون کی بالادستی حاصل ہو گئی۔ توراۃ کے برعکس انجیل چونکہ پند و نصائح کا مجموعہ تھا' اس لئے یورپ اور ایشیا میں جہاں جہاں عیسائی حکومتیں قائم ہوئیں' وہاں کاروبار حکومت چلانے کے لئے اہل کلیسیا کو رومی قانون اور یہودیوں کے تالمودی قانون ہی پر انحصار کرنا پڑا۔
>
> موسوی قانون کے تحت قبل مسیح کے انبیاء کی اہانت اور توراۃ کی بے حرمتی کی سزا سنگسار مقرر تھی۔ رومن امپائر کے شہنشاہ جسٹینین کا دور حکومت طلوع اسلام سے چند سال قبل ۵۲۵ تا ۵۶۲ صدی عیسوی پر محیط ہے۔ رومن لا کی تدوین کا سہرا بھی اسی کے سر ہے اور اس کو عدل و انصاف کا مظہر بھی سمجھا جاتا ہے۔ اس نے جب دین مسیحی قبول کر لیا تو قانون موسوی کو منسوخ کر کے انبیائے بنی اسرائیل کی بجائے صرف یسوع مسیح علیہ السلام کی توہین اور انجیل کی تعلیمات سے انحراف کی سزا سزائے موت مقرر کی گئی۔ اس کے دور سے قانون توہین مسیح سارے یورپ کی سلطنتوں کا قانون بن گیا۔ روس اور اسکاٹ لینڈ میں اٹھارویں صدی تک اس جرم کی سزا سزائے موت ہی دی جاتی رہی ہے۔ روس میں بالشویک انقلاب کے بعد جب

کمیونسٹ حکومت بر سراقتدار آئی تو سب سے پہلے اس نے دین ومذہب کو سیاست اور ریاست سے کلیتاً خارج کر دیا۔ اس کے بعد یہاں سزائے موت برقرار رہی لیکن اہانت مسیح کے جرم کی پاداش میں نہیں بلکہ مسیح کی جگہ اشتراکی امپیریلزم کے سربراہ نے لے لی۔ اسٹالن جو رشین امپائر کا سربراہ بن بیٹھا تھا' اس کی اہانت تو بڑی بات تھی' اس سے اختلاف رائے رکھنا بھی ممالک محروسہ روس کا سنگین جرم بن گیا۔ ایسے سرپھرے لوگوں کے یا تو سر کچل دیئے جاتے تھے جس کی مثال لینن کے ساتھ ٹراٹسکی کی خونچکاں موت کی صورت میں موجود ہے' جو اپنی جان بچانے کی خاطر روس سے بھاگ کر امریکہ میں پناہ گزیں تھا یا پھر ایسے مجرموں کو سائبریا کے بیگار کیمپوں میں موت کے حوالے کر دیا جاتا تھا۔ ایسی اذیتناک سزاؤں اور موت کی گرم بازاری نے زار روس کے دور سیاہ کی عقوبتوں کو بھی بھلا دیا۔

برطانیہ میں بھی اگرچہ توہین مسیح کی جسمانی سزائے موت موقوف کر دی گئی تھی' لیکن وہاں بھی اس جرم کی سزا کا قانون کامن لا کے علاوہ بلاس فیمی ایکٹ کی صورت میں تبدیل ہو گیا۔ مناسب ہو گا کہ یہاں بلاس فیمی کے معنی کے ساتھ اس کی تعریف کی بھی وضاحت کر دی جائے تاکہ اس کا صحیح مفہوم ذہن نشین ہو سکے۔

بلاس فیمی لاطینی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی اہانت کے ہیں۔ لاطینی اصطلاح میں خداوند خدا کے وجود اور دین مسیح کی صداقت سے انکار یا نجات دہندہ عالم یسوع مسیح کی شان میں اہانت اور انجیل مقدس کی تحقیر اور تضحیک کو بلاس فیمو کہا جاتا

ہے ۔انگریزی زبان کی مستند قانونی لغت بلیک لا ڈکشنری کی رو سے بلاس فیمی ایسی تحریر یا تقریر ہے جو خدا' یسوع مسیح 'انجیل یا دعائے عام کے خلاف ہو اور جس سے انسانی جذبات مجروح ہوں یا اس کے ذریعہ قانون کے تحت قائم شدہ چرچ کے خلاف جذبات کو مشتعل کیا جائے اور اس سے بدکرداری کو فروغ حاصل ہو۔انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا میں بلاس فیمی کی تعریف ذرا کچھ مختلف ہے 'جس میں بتلایا گیا ہے کہ مسیحی مذہب کی رو سے بلاس فیمی گناہ ہے اور علمائے اخلاقیات بھی اس کی تائید کرتے ہیں 'جبکہ اسلام میں نہ صرف خدا کی شان میں بلکہ پیغمبر اسلام کی شان میں گستاخی بھی بلاس فیمی کی تعریف میں آتی ہے ۔(انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۲ص ۴۷)

برطانیہ میں توہین مسیح کامن لا کے تحت قابل تعزیر جرم ہے 'جبکہ بلاس فیمی ایکٹ میں مجرم کے لئے جسمانی موت کی بجائے شہری موت کی سزا مقرر ہے جس کی رو سے حکومت ایسے مجرم کے سارے شہری حقوق سلب کرنے کی مجاز ہے ۔ بلاس فیمی اگر تقریری ہو تو دو معتبر گواہوں کی شہادت لازمی ہوگی اور اگر تحریری ہو تو ایسی تحریر ثبوت جرم میں پیش کی جائے گی ۔

معروف جج پولاک کے خیال میں بلاس فیمی ایکٹ کے تحت کسی شخص کو سول ڈیتھ کی سزا نہیں دی گئی مگر برطانیہ ہی کے ایک دوسرے ممتاز جج برام ویل نے اس کی تردید کی ہے ۔ بالفرض کسی قانون کے تحت کوئی کارروائی نہ کی گئی ہو تو اس کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ قانون ہی سرے سے غیر موثر ہے ۔

امریکہ اور اس کی اکثر سیکولر ریاستوں میں قانون توہین مسیح

کو امریکی آئین کے بنیادی انسانی حقوق کے منافی نہیں قرار دیا گیا۔ اس سلسلہ میں امریکہ کی سپریم کورٹ نے بڑے دوررس فیصلے دیئے ہیں جو ملک عزیز کے معروضی حالات میں نہایت اہم ہیں۔ یہاں ہم امریکی سپریم کورٹ کے ایک معرکہ الاراء فیصلے اسٹیٹ بنام میوکس سے ضروری اقتباس پیش کریں گے، جس میں آزادی مذہب اور آزادی پریس کے بنیادی حقوق سے بحث کرتے ہوئے فاضل عدالت عظمیٰ نے جو متفقہ فیصلہ دیا ہے اس کی تلخیص حسب ذیل ہے:

"اگرچہ کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں چرچ اور اسٹیٹ ایک دوسرے سے علیحدہ ہیں اور ان میں باہمی کوئی ربط اور تعلق نہیں لیکن اسلام، بدھ مت اور دیگر مذاہب کے مقابلہ میں پیروان مسیح کی تعداد زیادہ ہے۔ حکومت کی زمام کار بھی ان ہی کے ہاتھوں میں ہونے کی وجہ سے ہر شعبہ زندگی میں ان کا اثر و رسوخ ہے اور عیسائیت ریاست اور ملک کی غالب اکثریت کا مذہب ہے۔" فاضل عدالت نے اپنے بصیرت افروز فیصلہ میں تاریخ کے حوالہ سے لکھا ہے "اور یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ دنیا میں تہذیب و تمدن کے آغاز ہی سے کسی ملک کے طرز حکومت کی تشکیل میں دین و مذہب کا نہایت اہم رول رہا ہے اور اس ملک کے استحکام اور بقا کا انحصار بڑی حد تک اس مذہب کے احترام اور تکریم سے وابستہ ہے جو وہاں کی غالب اکثریت کے دینی شعائر سے علیحدہ نہ ہونے والا لازمی حصہ ہے۔"

فاضل عدالت نے اس کی مزید توضیح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ صدر امریکہ کی تقریب حلف وفاداری، اس کے علاوہ

کانگریس اور مقننہ کی افتتاحی تقاریب اور عدالتوں کی کارروائی شہادت کا انجیل مقدس پر حلف سے آغاز سے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں کہ مملکت کے تکون یعنی عدلیہ 'مقننہ اور انتظامیہ کا بھی مذہب سے یک گونہ بالواسطہ تعلق ہے۔ اس لئے انہوں نے اپنے ریفرنس کا جواب دیتے ہوئے حتمی طور پر یہ قرار دیا ہے کہ آزادی مذہب اور آزادی پریس کے آئینی تحفظات اور بنیادی حقوق 'توہین مسیح کے قانون اور اس کے بابت قانون سازی کی راہ میں مزاحم نہیں ہیں۔

یورپ کے قانون داں بلاس فیمی کے قانون کی توجیہ کچھ اس طرح کرتے ہیں کہ اس قانون کا محرک بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذہب پر حملہ دراصل ریاست پر حملہ کے مترادف ہے۔ ان کی رائے میں اسی وجہ سے اکثر سیکولر ریاستوں میں بھی بلاس فیمی کو قابل تعزیر جرم بنا دیا گیا۔

مقننین کی اس منطقی توجیہ اور امریکہ کی سپریم کورٹ کے ان ناقابل تردید دلائل کے بعد مزید کسی دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یہ مملکت خداداد پاکستان 'جسے غلامان محمد عربی ﷺ نے علیحدہ قومیت کی بنیاد پر حاصل کیا تھا' جہاں ریاست کا سرکاری مذہب اسلام ہے 'جہاں پارلیمنٹ کو یہ اختیار نہیں کہ وہ شرع محمد ﷺ کے خلاف کوئی قانون سازی کرے 'نہ ہی عدلیہ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ قرآن اور سنت رسول ﷺ کے خلاف کوئی فیصلہ صادر کرے اور نہ ہی انتظامیہ کو شرع پیغمبر سے سرمو اختلاف کی جسارت ہو سکتی ہے' تو ایسے میں کیا جمہوریہ اسلامیہ پاکستان میں ہر کسی کو یہ کھلی اجازت ہے کہ وہ مسلمانوں کے آقا و مولا ﷺ 'سرکار ختمی مرتبت 'جن کے نام

و ناموس پر مسلمان اپنی جان و مال اور ہر چیز قربان کرنے کو حاصل حیات سمجھتا ہے' کی شان میں گستاخی کرے اور قانون کی گرفت سے آزاد رہے۔

تاریخ کی یہ ایک معروضی حقیقت ہے کہ ماضی میں برطانیہ' امریکہ' روس' یورپ کے کسی ملک میں بھی جب تک چرچ اور اسٹیٹ' دین اور ریاست ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہوئے تھے' اس وقت تک ان سارے ملکوں میں چرچ کو مملکت پر برتری حاصل تھی اور وہاں یسوع مسیح علیہ السلام کی پرستش ہوتی رہی اور اس کے درپردہ کلیسیا کو ملک کے سیاہ سفید پر اقتدار کلی حاصل تھا' جس نے نشہ اقتدار میں بدمست ہو کر انسانیت پر لرزہ خیز مظالم کئے' جس کے خلاف بغاوت کے نتیجہ میں چرچ اور مملکت' دین اور سیاست کی تفریق عمل میں آئی۔ اس لئے ان ملکوں نے سیکولر یعنی لادینی طرز حکومت کو اپنا لیا۔ اس کے باوجود ذوق پرستش ختم نہ ہو سکا اور اس نے ایک نئی صورت اختیار کر لی۔ اب یسوع مسیح کی بجائے ریاست کو فے ٹش یعنی پوجمان شے بنا لیا' اس لئے دنیا میں جہاں جہاں بھی سیکولر حکومتیں قائم ہوئیں' وہاں ریاست کی مخالفت کو سنگین جرم بغاوت اور غداری قرار دیا گیا۔ آج دنیا کے تمام ملکوں میں خواہ وہ سیکولر ہوں یا غیر سیکولر جرم بغاوت کا قانون موجود ہے' جس کی سزا سزائے موت مقرر ہے۔ جو لوگ اس جرم کے الزام میں ماخوذ ہوں' انہیں گولیوں سے اڑا دیا جاتا ہے یا پھر انہیں تختہ دار پر کھینچا جاتا ہے۔ امریکہ جیسے مہذب اور ترقی یافتہ ملکوں میں بھی انہیں گیس چیمبرز' الیکٹرک چیئر میں بٹھا کر اذیت ناک طریقہ سے مار دیا جاتا رہا ہے' اور جس ملک میں اس جرم

کی سزا ' عمر قید ہے ' وہاں ایسے ملزموں کو عقوبت خانوں میں تڑپ تڑپ کر مرنے کے لئے بند کر دیا جاتا ہے 'مگر اس قانون کے خلاف آج تک کسی نے لب کشائی نہیں کی 'تو پھر کیا پاکستان ہی میں ' جو اس محسن انسانیت ﷺ کی نسبت غلامی کی وجہ سے معرض وجود میں آیا اور جن کا نام نامی ہی اس ملک کے قیام اور بقاء کا ضامن ہے 'اس کی عزت و ناموس پر حملہ کرنے والوں کے خلاف قانون توہین رسالت ' قابل اعتراض قانون ہے !

قانون توہین رسالت پر اعتراض دراصل دین و مذہب بلکہ خود اپنی عقل و دانش اور فہم و فراست سے یکسر انکار ہے ۔''

(ص ۲۹۷ تا ۳۰۲)

بے جا اعتراض

''توہین رسالت'' (ﷺ) کے قوانین پر ایک جگہ ''گستاخ رسول کی سزا پر ایک بے جا اعتراض'' کے عنوان سے ایک نفیس بحث کرتے ہوئے اسماعیل قریشی صاحب فرماتے ہیں :

''اسلام دشمن اور متعصبین بالخصوص عیسائی مشنریاں اکثر یہ اعتراض کرتی رہتی ہیں کہ پیغمبر اسلام ﷺ جب رحمت اللعالمین ہیں تو پھر انہوں نے اپنے مخالفین کو کیوں تہ تیغ کرایا؟

حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی ذات اور اپنے نفس کے لئے کبھی بھی کسی سے انتقام نہیں لیا' جس کی شہادت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دی ہے اور خود تاریخ کا ایک ایک حرف اس پر گواہ ہے ۔شعب ابی طالب ' بطحا کی وادیاں ' طائف کی چٹانیں اور یثرب کے پہاڑ 'سب آج بھی گواہی دے رہے ہیں کہ ہمارے آقا و مولا نے اپنے جانی

دشمنوں کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا۔ طائف میں بے سروسامانی کی حالت میں جب آپ پر پتھر برسائے گئے اور آپ سر سے پاؤں تک لہولہان ہوگئے' اس کے باوجود آپ نے ان کے لئے عذاب الٰہی اور قہر خداوندی کو دعوت نہیں دی بلکہ ان کے حق میں ان کی ہدایت کے لئے دعا فرمائی ۔فتح مکہ کے موقع پر اسی شہر میں جہاں اہل مکہ نے ظلم و ستم کی انتہا کر دی تھی ۔موت کی گھاٹی میں آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو محصور کر دیا تھا۔ تمام قبائل عرب نے ہم صلاح ہوکر آپ کو جان سے مار دینے کے لئے آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا تھا۔اور آپ ﷺ کی ذات اقدس کو ایسی اذیتیں پہنچائی تھیں جو کسی پیغمبر کو نہیں دی گئیں۔ مگر جب آپ ﷺ ہزاروں جاںنثاران نبوت کے لشکر جرار کو لئے ہوئے فاتحانہ شان کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے اور آپ کے خونخوار دشمن سرنگوں آپ کے سامنے منتظر مکافات کھڑے تھے' اس وقت آپ ﷺ نے "لا تثریب علیکم الیوم" (آج کے دن تم سے کوئی بازپرس نہیں ہوگی) کہتے ہوئے معافی عام کا اعلان فرمایا اور اپنے بدترین دشمن ابوسفیان کے گھر کو دارالامان قرار دیا۔ آپ کے چہیتے اور محبوب چچا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلیجہ چبانے والی ہندہ اور انہیں وحشیانہ طور پر قتل کرنے والے وحشی اور ان دشمنوں کو بھی جو آپ کے خون کے پیاسے تھے' اس وقت معاف فرمایا جبکہ آپ تمام اہل مکہ سے انتقام لینے کی پوری طاقت اور قدرت رکھتے تھے ۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے اس یہودی عورت کو بھی معاف فرمایا جس نے ایک بھنی ہوئی بکری سے آپ کی تواضع کی تھی لیکن پہلے لقمہ ہی نے آپ کو بتلا دیا تھا کہ میں زہر آلود ہوں

اور آپ ﷺ کے استفسار پر اس نے اقرار جرم کرتے ہوئے بتلایا تھا کہ میں نے یہ اہتمام اس لئے کیا تھا کہ اگر آپ ﷺ سچے نبی ہیں تو زہر آپ ﷺ پر اثر انداز نہیں ہو گا اور اگر آپ بادشاہ ہیں تو ہماری قوم کو آپ سے نجات مل جائے گی۔ ایسی دشمن جاں یہودیہ کو بھی آپ کے عفو کریمانہ کے دامن میں پناہ ملی۔

یہ ہے آپ کی شان رحمت اللعالمینی کی ایک ادنیٰ سی جھلک۔ اسی وصف رحمت اللعالمینی کی جھلک ان ہستیوں میں بھی صاف نظر آتی ہے جو آپ کے زیر تربیت رہی ہیں۔ آپ کے عمزاد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ایک شہ زور دشمن اسلام پہلوان کو زیر کر لیا اور ان کا خنجر آب دار اس کی رگ گردن پر تھا اور اس نے اس خیال سے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منہ پر تھوک دیا کہ فوراً ہی اسے اس عالم جانکنی سے نجات مل جائے گی، مگر جناب علی نے مشتعل ہو کر اس کا سر کاٹنے کی بجائے اسی وقت اسے اپنی گرفت سے آزاد کر دیا۔ اور دریافت پر بتلایا کہ پہلے تو وہ رضائے الٰہی کی خاطر درپے قتل تھے مگر تھوکنے کے بعد جب خواہش نفس نے انہیں فوری آمادہ قتل کیا، تو انہوں نے اس کے قتل سے ہاتھ اٹھا لیا۔

حضور ﷺ نے تو اس دنیا میں انسان کو انسان کی اور ہر قسم کی غلامی سے آزاد کر کے زمین پر آسمانی بادشاہت قائم کرنے کے لئے تشریف لائے تھے۔ اس لئے جو شیاطین آپ کو ہدف طعن و تشنیع اور نشانہ تضحیک بنا کر آپ ﷺ کے عالمگیر انقلاب کی راہ میں سنگ گراں بنے ہوئے تھے، انہیں ہٹانا ضروری تھا کیونکہ اس کے بغیر انسانیت پیغمبر اسلام کے بے کراں فیوض و

برکات سے محروم رہ جاتی ہے۔ انسان 'انسان کا غلام بن کر رہ جاتا بلکہ شجر 'حجر کی پرستش کر کے ہمیشہ کے لئے شرف انسانیت کھو بیٹھتا اور تسخیر کائنات کی جانب اس کا قدم کبھی نہ اٹھتا۔ اس لئے آپ کے بعد یہ ذمہ داری آپ کی امت کے سپرد ہوئی کہ وہ ایسے شیاطین سے براہ راست نمٹ لے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

اس کے علاوہ حضور ﷺ اس کائنات ارضی میں رب ذوالجلال کے جلیل القدر سفیر بھی ہیں۔ عام دنیوی پروٹوکول کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس ملک کے شایان شان اس کے سفیر کا بھی احترام کیا جائے 'تو پھر خالق کائنات کے اس جہان ہست و بود میں بھیجے ہوئے عالی مقام سفیر گرامی کی جتنی بھی عزت و توقیر کی جائے کم ہے۔ سورہ المجادلہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"اور اے نبی ﷺ! جب وہ تمہارے پاس آتے ہیں تو وہ اس طور پر سلام و تحیت کرتے ہیں جو تمہارے رب کا (پسندیدہ) طریق تحیت نہیں۔"

اس سے حضور ﷺ کی بارگاہ الٰہی میں علو مرتبت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس لئے آپ ﷺ کی توہین و تنقیص دراصل شہنشاہ ارض و سموات کی جناب میں گستاخی ہے اور اس قانون فطرت کے خلاف بغاوت ہے 'جو اللہ کے فرستادہ آخری پیغمبر اس دنیا میں برپا کرنے آئے تھے۔ اس لئے ان گستاخان رسالت کو جو سزا دی گئی وہ عین شریعت الٰہی کے مطابق ہے 'جس کو یہ امت قائم کئے ہوئے ہے اور تاقیامت یہ قائم رہے گی۔" واللہ المستعان

یہ کتاب ابھی زیر طباعت تھی کہ وزارت امور مذہبی پاکستان کی جانب سے مصنف کے نام ایک مراسلہ موصول ہوا '

جس میں بتلایا گیا کہ بین الاقوامی اداروں کی جانب سے توہین رسالت کے قانون کے بارے میں استفسارات ہو رہے ہیں' چنانچہ اس اہم مسئلہ پر مسلم ماہرین قانون سے بھی معاونت طلب کی گئی اور دریافت کیا گیا تھا کہ برطانیہ اور امریکہ میں توہین مسیح سے متعلق کیا قوانین ہیں۔ اس کے علاوہ حقوق انسانی کے بعض نام نہاد اداروں کی جانب سے بھی اعتراضات آنے شروع ہو گئے تھے' جس میں میری ذات کو بھی ہدف تنقید بنایا جا رہا تھا کیونکہ میں نے مسلم ماہرین قانون کی تنظیم کی جانب سے یہ مسئلہ وفاقی شریعت میں اٹھایا تھا جہاں سے توہین رسالت کی سزا بطور حد سزائے موت مقرر ہوئی۔ پھر حکومت پاکستان کے سپریم کورٹ سے اپیل سے دستبردار ہونے کے بعد توہین رسالت کا قانون پاکستان میں نافذ العمل ہو گیا' جس پر فادر روفن' مسٹر طارق سی قیصر (ایم این اے) اور ان کے بعض ہم مذہب مسیحی لیڈروں نے ناخوشگوار ردعمل کا اظہار کیا اور اس قانون کو سال ۱۹۹۳ء کے انتخابات میں الیکشن ایشو بھی بنایا گیا اور یہ اعتراض بھی کیا گیا کہ یہ قانون بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہے اور بعض نے یہ بھی کہا کہ اس قانون کی وجہ سے اقلیتوں کے سر پر ننگی تلوار لٹک رہی ہے۔

یہ سارے اندیشے' خدشات اور اعتراضات سرا سر بے بنیاد ہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ اسلامی قوانین اور قانون توہین رسالت سے کم علمی ہے جو لاعلمی اور جہالت سے بھی زیادہ خطرناک چیز ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ توہین رسالت کے جرم کی سزا صرف پیغمبر اسلام ﷺ کی شان میں گستاخی کی حد تک محدود نہیں بلکہ قرآن و سنت کی روشنی میں وہ

تمام پیغمبر اور رسول، جن میں سارے انبیائے بنی اسرائیل اور جناب یسوع مسیح بھی شامل ہیں، کی توہین اور تنقیص کی بھی وہی سزا مقرر ہے جو شاتم رسول کریم ﷺ کی ہے۔ اہل کتاب کو یقیناً اس بات کا علم ہو گا کہ بائبل میں نہ صرف رسولوں کی شان میں گستاخی کی سزا، سزائے موت ہے بلکہ نائبین رسول کے گستاخوں کو بھی واجب القتل قرار دیا گیا ہے۔ بائبل[۱۰۹] کی کتاب استثناء کے باب ۱۷ میں یہ صریح حکم آج بھی موجود ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ پیروان مسیح اس صریح حکم کا کس طرح انکار کر سکتے ہیں اگر اپنی کتاب مقدس پر ان کا اعتقاد ہے!

اسلامی قانون تعزیر میں کسی جرم کی جتنی سنگین سزا مقرر ہے، اسی قدر کڑی شرائط بھی اس کے ثبوت کے لئے درکار ہیں۔ چنانچہ حد کی سزا میں شہادت کا معیار عام شہادت کے معیار سے بہت زیادہ سخت اور غیر معمولی ہے۔ حدود کی سزا کے لئے ایسے گواہوں کی شہادت قابل قبول ہوتی ہے جو گناہ کبیرہ سے اجتناب کرتے ہوں۔

صادق القول اور عادل ہوں اور مزید برآں تزکیۃ الشہود کے معیار پر بھی پورا اترتے ہوں۔ حد کی سزا کا ایک بنیادی رکن ملزم کی "نیت" اور "ارادہ" اور "قصد" ہے۔ ایسی تحریر یا تقریر جو انبیائے کرام یا نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی

---

۱۰۹ جناب محمد اسماعیل قریشی کا بائبل میں "استثناء" باب ۱۷ میں آیت ۱۲ و ۱۳ کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:
"اور وہ آدمی اس کاہن کی گستاخی کرے جو خداوند تیرے خدا کی خدمت کرنے کے لئے وہاں حاضر ہے یا قاضی کی بات نہ سنے۔ وہ آدمی قتل کیا جائے۔ اور تو اس شرارت کو اسرائیل سے دفع کر۔ تو سب لوگ سنیں گے اور ڈر جائیں گے اور پھر گستاخی نہ کریں گے۔" خالد

نیت سے قصداً ہو تو اسے قابل مواخذہ جرم قرار دیا جائے گا۔ "ارادہ" اور "نیت" کا مصدر بھی حضور نبی کریم ﷺ کی وہ مشہور حدیث ہے جس میں فرمایا گیا "انما الاعمال بالنیات" بلاشبہ تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ نیت کے بغیر اسلامی قانون میں کوئی جرم مستوجب سزا نہیں ہو گا۔ صاحبان علم و دانش سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ شریعت اسلامی کی وجہ سے "نیت" اور "ارادے" کو دنیائے قانون میں سب سے پہلے اسلام ہی نے روشناس کرایا اور اسے موجودہ قانون جرم و سزا کے لئے بنیادی شرائط قرار دیا گیا ورنہ رومن لا میں ایسی کوئی شرط موجود نہیں تھی۔ اٹھارویں صدی سے قبل برٹش قوانین کے قانون تعزیر میں بھی اس کا کوئی عمل دخل نہیں تھا۔ اس سلسلہ میں انگلستان کی بعض عدالتوں نے بڑے دلچسپ فیصلے صادر کئے ہیں۔ یہاں برسبیل تذکرہ صرف ایک فیصلہ کا حوالہ دوں گا۔ ایک شخص درخت سے گر کر مر گیا تو اس "قاتل درخت" کو سزائے موت سنائی گئی اور اس کا تنا کاٹ کر اس سزا پر عمل درآمد ہوا۔

اس کے علاوہ "شک" کا فائدہ بھی اسلامی قانون کی رو سے ملزم کو پہنچتا ہے۔ اس کا ماخذ بھی وہ حدیث مبارک ہے جس میں حکم دیا گیا ہے۔ "ادروا الحدود بالشبہات" حدود کی سزاؤں کو شبہات کی بناء پر ختم کیا جائے۔ سال ۱۹۹۱ء سے اس قانون کے نافذ ہونے کے بعد سے آج تک کسی ایک شخص کو پاکستان کی اعلیٰ عدلیہ نے قانون توہین رسالت کے جرم میں سزائے موت نہیں دی۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ قانون توہین رسالت ایسے ان تمام لوگوں کی زندگی کے تحفظ کی ضمانت ہے

جن کے خلاف فرد جرم ثابت نہ ہو ورنہ سلطنت مغلیہ کے سقوط کے بعد ۱۸۶۰ء میں جب برٹش گورنمنٹ نے ہندوستان میں قانون توہین رسالت کو منسوخ کیا تو اس کے بعد مسلمان سرفروشوں نے اس قانون کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور گستاخان رسول کو قتل کر کے انہیں کیفرکردار تک پہنچاتے رہے۔ یہ بھی ایک دلچسپ حقیقت ہے کہ جس وقت ہندوستان میں توہین رسالت کا اسلامی قانون منسوخ کیا گیا' اس وقت انگلستان میں قانون توہین مسیح ملک کے قانون عام کے طور پر رائج تھا اور آج بھی وہاں کے کامن لا کا حصہ ہے اور انگلستان کے مجموعہ قوانین میں شامل ہے۔ قانون توہین رسالت کے پاکستان میں نافذ ہو جانے کے بعد اب اس کی سزا کا معاملہ افراد کے ہاتھوں کی بجائے عدالتوں کے دائرہ اختیار میں آگیا' جو تمام حقائق اور شہادتوں کا بغور جائزہ لے کر جرم ثابت ہونے کے بعد ہی کسی ملزم کو مستوجب سزا قرار دے گی۔ اگر جرم توہین رسالت کی سزائے حد کے لئے اسلام کے معیار شہادت کے مطابق مطلوب گواہ موجود یا دستیاب نہ ہوں تو سزائے حد موقوف ہو جائے گی لیکن وہاں اسلام کا قانون تعزیر حرکت میں آئے گا کیونکہ جہاں حد کی شرائط پوری نہ ہوں' وہاں اسلامی اصول قانون کی رو سے ملزم کو نہیں بلکہ مجرم کو تعزیری سزا دی جائے گی۔ اس اصول قانون کا ماخذ بھی وہ حدیث مبارک ہے جس میں فرمایا گیا:

"ان اللہ لیزع بالسلطان ما لا یزع بالقرآن "حق سبحانہ تعالیٰ ہیئت مقتدرہ کے ذریعہ ان چیزوں کا سدباب کرتے ہیں جن کا سدباب قرآن کے ذریعہ نہیں کیا جاتا۔ یہاں

ہیئت مقتدرہ سے مراد احکام الٰہی نافذ کرنے والا ادارہ ہے' جس کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اللہ کی زمین میں فساد اور بگاڑ کو پھیلنے سے روکے۔

مسیحی برادری کو تو قانون توہین رسالت کا خوش دلی سے خیر مقدم کرنا چاہئے تھا کیونکہ اس قانون کی رو سے جناب مسیح علیہ السلام اور دیگر انبیائے کرام' جنہیں عیسائی اور مسلمان سب ہی اپنا پیغمبر برحق مانتے ہیں' کی شان میں گستاخی اور اہانت قابل تعزیر جرم بن گیا ہے اور ان کی اہانت اور توہین کی وہی سزا مقرر ہے جو خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی جناب میں گستاخی کی سزا ہے۔ مسلمان ان تمام پیغمبران کرام کا اسی طرح احترام کرتے ہیں جیسا کہ یہودی اور عیسائی اپنے پیغمبروں کا احترام کرتے ہیں' اس لئے وہ ان کے بارے میں کسی قسم کی گستاخی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ان پیغمبروں کے علاوہ اسلام کے احکام کے مطابق مسلمانوں کو دیگر مذاہب کے پیشواؤں کے خلاف بھی اہانت کی اجازت نہیں اور نہ ہی انہوں نے آج تک ایسی شرارت کی ہے۔

کھلا لائسنس

گزشتہ باب میں ہم نے یہودی فلم ساز مارٹن اسکورسس کی انتہائی شرمناک پکچر "مسیح کی آخری ترغیب جنسی" کا تفصیلی ذکر کیا ہے' جو سال ۱۹۸۸ء میں لندن کے سینما گھروں میں دکھائی جا رہی تھی' جس میں معاذاللہ جناب مسیح علیہ السلام کو ایک آبرو باختہ طوائف کے ساتھ گرم اختلاط ہوتے دکھلایا گیا تھا۔ میں ان دنوں لندن میں مقیم تھا۔ ہماری دینی حمیت اسے

برداشت نہ کر سکی' چنانچہ ہماری اپیل پر کہ حضرت عیسیٰ صرف عیسائیوں ہی کے نہیں بلکہ مسلمانوں کے بھی واجب الاحترام پیغمبر ہیں' اس فلم کی نمائش بند ہونی چاہئے۔ لندن میں مسلمانوں نے خاموش احتجاجی مظاہرے کئے' جس پر بالآخر وہ فلم فلاپ ہو گئی۔

مسیحی برادری اور اقلیتی فرقوں کے رہنماؤں اور ان کے پیروکاروں کی نیت پر ہمیں شبہ نہیں۔ جب وہ ہمارے پیغمبر کی توہین اور گستاخی نہیں کریں گے تو پھر انہیں ڈر اور خوف کس بات کا ہے۔ کیا قانون بلاوجہ ان کے خلاف حرکت میں آ جائے گا یا پھر پاکستان کی عدلیہ بے گناہ لوگوں کو' جو توہین رسالت کے مجرم نہیں' پھانسی کی سزا سنائے گی یا کیا وہ پاکستان میں پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف گستاخی اور توہین کے لئے کھلا لائسنس طلب کر رہے ہیں۔ ان میں جب کوئی بات بھی قرین قیاس نہیں تو پھر اس کی منسوخی کے مطالبہ کا آخر کیا جواز باقی رہ جاتا ہے۔؟"

(ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت ص ۶۳ ۴ تا ۹ ۴ ۶)

ہم آواز

مذکورہ بالا تقریر بینظیر کے ایک ایک لفظ کو سامنے رکھ کر آپ اپنے اس طنز کو جو آنجناب نے پمفلٹ "عیسیٰ علیہ السلام بزبان خود" کو بنیاد بنا کر "قوانین" بنانے کے حوالے سے کیا ہے "غور" فرمانے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ "قوانین" "توہین رسالت" آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس تک محدود نہیں بلکہ ان "قوانین" کا دائرہ کار دیگر انبیاء علیہم السلام سے لیکر یسوع مسیح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی عزت و ناموس تک چلا جاتا ہے۔

لہذا "توہین رسالت" سے متعلق قوانین کی "منسوخی" یا ان پر "اعتراض" کم از کم یسوع مسیح علیہ السلام سے سچی محبت رکھنے والا کوئی عیسائی نہیں کر سکتا۔

اور اگر کوئی شخص یا "گروہ" ان قوانین کی منسوخی یا ان پر اعتراض کرتا ہے تو ضروری ہے کہ ایسے شخص یا "گروہ" کے خلاف قانونی کارروائی میں آواز بلند کرتے ہوئے عیسائی، مسلمانوں کے "ہم آواز" ہو جائیں نہ کہ خود ایسے قوانین پر اعتراض یا ان کی منسوخی کا مطالبہ کرتے پھریں۔

اب رہا آنجناب کا یہ فرمان کہ:

> "اگر آپ کو تبلیغ کرنے کا شوق ہے تو بات کرنے کے ساتھ بات سننے کا حوصلہ کریں، جو آپ میں نہیں۔"

اس بارے میں عرض یہ ہے کہ تبلیغ کرنے کے حوالے سے یہ احقر اپنی "کم فہمی" کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے "اہل اسلام" بھائیوں میں رد عیسائیت پر تبلیغ کرتا رہتا ہے اور جس طرح "عیسائی مشنریاں" مسلمانوں میں عیسائیت کی تبلیغ کرتی نظر آرہی ہیں اسی طرح یہ احقر عیسائی یار دوستوں میں "دین اسلام" کی حقانیت بیان کرنے کی سعی بھی کرتا رہتا ہے۔ زبانی طور پر بھی اور خط و کتابت کے ذریعہ بھی، لہذا آنجناب کے فرمان کے مطابق "جواب دیا کرتے ہیں" اور "بات سننے کا حوصلہ کریں" کا ہی نتیجہ ہے کہ آنجناب کے مختصر خط کا تفصیلی جواب لکھ رہا ہوں۔

آنجناب لکھتے ہیں:

> "آپ کے دعوے کہاں تک سچے ہیں، دنیا میں آپ کے دین کو کتنے لوگ قبول کر رہے ہیں، نتیجہ سامنے ہے، پانچ وقت کا نمازی نماز سے جو نجات کا ذریعہ ہے۔ کا عمل سب کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ کیا آپ دفتر میں باریش آدمی سے جس کے متھے محراب بنے، رشوت نہ لیکر کام کرنے کی توقع کر سکتے ہیں ایسا شخص بغیر پانی دودھ بیچ رہا ہے۔؟"

لاس اینجلس ٹائمز

"دین اسلام" کی حقانیت کو "غیر مسلم" کس تیزی سے قبول کر رہے ہیں؟ آئیں معلوم

کریں کہ اس بارے میں مولانا محمد تقی عثمانی صاحب ""مغرب میں دو ہفتے اور مغربی ممالک میں اشاعت اسلام"" کے زیر عنوان کیا فرماتے ہیں:

""بہرکیف تقریباً ۲۲ گھنٹے ایمسٹرڈم کے خوشگوار قیام کے بعد جو ایک جملہ معترضہ کے طور پر تھا میں نے شمالی امریکہ کا سفر کیا، جس کے دوران کینیڈا کے سب سے بڑے شہر ٹورنٹو اور امریکہ کے سب سے بڑے شہر نیویارک میں تقریباً ایک ہفتہ گزارنے کا موقع ملا' میں اس سے پہلے بھی بارہا امریکہ جا چکا ہوں اور ۱۹۷۸ء سے لے کر آج تک جب کبھی امریکہ جانا ہوا تو وہاں کے مسلمانوں کے حالات اور اسلامی سرگرمیوں میں پہلے کی بہ نسبت نمایاں ترقی کا احساس ہوا۔ امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد' ان کی دینی سرگرمیاں اور نئے نئے قائم ہونے والے ادارے روز بروز بڑھ رہے ہیں۔ جس روز میں کینیڈا پہنچا اس سے صرف دو روز پہلے (یعنی ۱۰ دسمبر ۱۹۹۴ء کو) کیلیفورنیا کے مشہور اخبار ""لاس اینجلس ٹائمز"" نے مغرب میں مسلمانوں کے حالات پر ایک مفصل سروے رپورٹ شائع کی تھی۔ جس کی سرخی میں یہ کہا گیا تھا کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور کینیڈا میں دین اسلام دوسرے مذاہب کے مقابلے میں سب سے زیادہ تیزی سے پھیل رہا ہے۔""

سب سے بڑا مذہب

پھر آگے چل کر حضرت مولانا ایک جگہ فرماتے ہیں:

""""لاس اینجلس ٹائمز"" کے اس سروے میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ امریکہ میں ہر سال کم از کم ایک لاکھ پچیس ہزار مسلمانوں کا اضافہ ہو رہا ہے۔ جن میں دوسرے ملکوں سے آکر آباد ہونے والے مسلمان بھی شامل ہیں اور وہ امریکی باشندے

بھی جو اسلام قبول کر رہے ہیں اخبار کا کہنا ہے کہ اگر مسلمانوں کی تعداد میں اضافے کی رفتار یہی رہی تو آئندہ صدی کے آغاز تک امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد امریکی یہودیوں سے بڑھ جائے گی اور عیسائیت کے بعد اسلام امریکہ کا دوسرا سب سے بڑا مذہب ہو گا۔

امریکہ کے بعض مسلم حلقوں نے ''لاس اینجلس ٹائمز'' میں شائع ہونے والے اس سروے کی صحت پر شک و شبہ کا اظہار کیا ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس سروے میں مسلمانوں کی تعداد حقیقت سے کم دکھائی گئی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی حقیقی تعداد اس وقت بھی یہودیوں سے زیادہ ہے لیکن اگر ''لاس اینجلس ٹائمز'' کی اس رپورٹ ہی کو درست سمجھا جائے تب بھی یہ بات واضح ہے کہ امریکہ میں اسلام اور مسلمانوں کی ترقی جس رفتار سے ہو رہی ہے ۔وہ مغربی صحافت کو چونکا دینے کے لئے کافی ہے ۔اس کا نتیجہ یہ ہے کہ گزشتہ ربع صدی میں امریکہ کے تقریباً ہر خطے میں شاندار مسجدیں تعمیر ہوئی ہیں ۔بچوں کی دینی تعلیم کے مراکز قائم ہوئے ہیں اور مختلف اسلامی اداروں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے ۔''

بے تکان پروپیگنڈہ

مغرب میں ''دین اسلام'' پھیلنے کی ایک اور وجہ بیان کرتے ہوئے مولانا صاحب ''اخبار'' کے حوالے سے ایک جگہ لکھتے ہیں :

''مغرب میں اسلام پھیلنے کی اس تیز رفتاری کی وجوہات پر بھی اخبار نے مختلف رائیں ظاہر کی ہیں ۔اس کا کہنا ہے کہ جب

سے سلمان رشدی کے معاملے نے شہرت پائی اس وقت سے
لوگوں میں اسلام کا مطالعہ کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔ دوسری
طرف خلیج کی جنگ اور بوسنیا میں مسلمانوں کی حالت زار بھی
اسلام سے ہمدردی کا سبب بنی' نیز مغربی تعلیمی اداروں میں
تقابل ادیان کے موضوع پر تعلیم میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ اس
کے نتیجے میں بھی بہت سے لوگ مسلمان ہوئے۔ اس کے علاوہ
برطانوی میڈیا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو بے تکان
پروپیگنڈہ کرتا رہتا ہے اور اس نے ہر اسلامی چیز کو برا کہنے کی جو
پالیسی اختیار کی ہوئی ہے اس کا بھی بہت سے لوگوں پر الٹا اثر
ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ اسلام کی طرف مائل ہونے لگے
ہیں۔" (روزنامہ جنگ کراچی ۲ فروری ۱۹۹۵ء)

چھلانگ لگا کر

"مغرب میں دو ہفتے ------" کے عنوان سے شائع ہونے والے اس مضمون کی "دوسری قسط" روزنامہ جنگ کراچی نے اگلے روز ۳ فروری ۱۹۹۵ء کو شائع کی تھی' اس دوسری قسط میں مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے "لندن ٹائمز" کے اداریے "اسلام کا انتخاب" کے چند اقتباسات نقل کئے ہیں۔

آنجناب کے لائق توجہ ہوں :

"ٹائمز" نے عورت اور اسلام کے موضوع پر جو تحقیق کی
ہے۔ جیسا کہ اس کے نتائج سے معلوم ہوتا ہے۔ اس چودہ
سو سال پرانے دین کا فکری طور پر واضح ہونا اور اخلاقی طور پر
حتمی ہونا بہت سی مغربی خواتین کے لئے پرکشش ثابت ہو رہا
ہے۔ یہ وہ خواتین ہیں جو خود اپنے کلچر کی اخلاقی اضافیت کے
فریب سے آزاد ہو چکی ہیں۔ (اخلاقی اضافیت سے اداریہ نگار
کا مقصد یہ ہے کہ مغرب میں کوئی اخلاقی قدر ابدیت کی حامل

نہیں بلکہ زمان و مکان کے تقاضوں سے بدلتی رہتی ہے)۔
اگرچہ کچھ خواتین پاکستانی یا بنگلہ دیشی مردوں سے شادی کرنے کے بعد اسلام قبول کر رہی ہیں لیکن دوسری خواتین اس لئے اسلام کی طرف چھلانگ لگا کر جا رہی ہیں کہ وہ ان کی طرف سے روحانی طور پر اصلاح ذات کا ایک آزادانہ عمل ہے۔

اگرچہ مسلمان ملکوں میں بہت سی عورتیں توہین آمیز عدم تقدس کا شکار ہیں لیکن جہاں تک قرآن کے بیان کئے ہوئے اصولوں کا تعلق ہے۔وہ عام طور پر خواتین کے مفاد کے لئے ہمدردانہ ہیں اور یہ وعدہ کرتے ہیں کہ ''عورتوں کے مردوں پر بھی اس جیسے حقوق ہیں جیسے کہ مردوں کے عورتوں پر۔''

اسلام میں مرد و عورت کی دو صنفوں کے لئے جو مختلف دائرہ کار تجویز کئے ہیں۔وہ یقیناً ان منفی معیارات سے مطابقت نہیں رکھتے جو نسائیت کے انقلاب نے متعارف کرائے ہیں۔
لیکن اہم بات یہ ہے کہ مغرب کی بہت سی وہ خواتین جنہوں نے یہ غیر متوقع راستہ اختیار کیا ہے۔انہوں نے اپنی آزاد مرضی سے ایسا کیا۔کسی خاندانی دباؤ یا کسی تاریخی فریضے کی ادائیگی کے لئے نہیں۔وہ دراصل مثبت طور پر اس اخوت اور معاشرت کے شعور سے متاثر ہوئیں جو انہوں نے اسلام میں دریافت کیا۔

روحانی تبدیلی کا یہ عبوری عمل ظاہر کرتا ہے کہ لوگوں کی بڑھتی ہوئی تعداد خود اپنے کلچر کے نظام اقدار کو شکست و شبہ کی نگاہ سے دیکھ رہی ہے۔اس صورت حال سے مغرب کی اخلاقی روایت کی موجودہ حالت کے بارے میں اہم سوالات پیدا ہوتے ہیں۔اور یہ سوال ابھرتا ہے کہ اس صورت حال کو کس

طرح مستحکم بنایا جائے؟ تاہم (قبول اسلام کی) یہ صورت حال (جو ابھی تک اعتدال کی حدود میں ہے) بظاہر مثبت ثابت ہوگی۔ برطانوی سوسائٹی میں نو مسلموں کی موجودگی سے جن میں سے بہت سے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ یہی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے کہ دونوں ثقافتوں کے درمیان باہمی مفاہمت کے عمل میں مدد ملے، جس پر گزشتہ ماہ "پرنس آف ویلز" نے زور دیا ہے۔ جو لوگ تفرقہ کی سرحد پار کر چکے ہوں۔ صرف وہی لوگ یہ بات ٹھیک ٹھاک سمجھ سکتے ہیں کہ دوسری طرف حقیقت کیا ہے۔؟"

اسلام قبول کرنے پر مجبور

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لگے ہاتھوں "روزنامہ جنگ لندن" کی وہ سروے رپورٹ بھی نقل کر دوں جو "روزنامہ جنگ لندن" نے برطانوی اخبارات کے حوالے سے "دین اسلام" قبول کرنے والی نو مسلم خواتین کے سلسلے میں ۶ ستمبر ۱۹۹۴ء کو شائع کی تھی۔

"روزنامہ جنگ لندن" لکھتا ہے:

"سفید فام برطانوی خواتین ہزاروں کی تعداد میں اسلام قبول کر رہی ہیں جن میں ڈاکٹر، کالج لیکچرار اور وکیل شامل ہیں۔ برطانوی اخبارات میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق سفید فام خواتین کے اس رجحان نے خواتین کے حقوق کی جدوجہد کرنے والی تنظیموں اور عیسائی اداروں میں سنسنی پھیلا دی ہے کیونکہ مغرب میں اسلام کو خواتین کے حقوق کو غصب کرنے والا مذہب تصور کیا جاتا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق گزشتہ عشرے میں دس ہزار سے زیادہ برطانوی

خواتین اسلام قبول کر چکی ہیں۔ ۲۱ سالہ نورانی کالمین روایتی آئرلینڈ کیتھولک کے طور پر پلی بڑھی تھی لیکن ہائیڈ پارک لندن کے اسپیکرز کارنر میں ایک مسلمان مبلغ سے متاثر ہو کر اس نے اسلام قبول کر لیا اس کا اسلامی نام بشریٰ رکھا گیا۔ وہ بے حد جوشیلی نو مسلم ہے اس نے کہا کہ اسلام نے اخلاقی معیار اور تحفظ کا جو احساس اسے بخشا ہے اس سے وہ محبت کرتی ہے۔ اس نے ایک مسلمان کے ساتھ شادی کر لی ہے اس کا کہنا ہے کہ اسلام میں مرد عورت کا محافظ اور دیکھ بھال کرنے والا ہے اپنی عزت کے تحفظ کا یہ احساس کسی دوسرے مذہب میں نہیں ہے۔ برطانوی مسلمانوں کی ایک ایسوسی ایشن کے ترجمان نے کہا کہ اسلام قبول کرنے والی زیادہ تر برطانوی خواتین اسلام کو ایک پناہ گاہ تصور کرتی ہیں لیکن برطانوی معاشرے میں اسلام قبول کرنا آسان کام نہیں ہے۔ سفید فام برطانوی نو مسلموں کو مذہبی امتیاز اور نفرت کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ۴۳ سالہ بشیرو سراودین نے جو ۲۰ سال کی عمر میں مسلمان ہوئی تھی کہا کہ سیاہ فاموں کے تحفظ کے لئے نسلی امتیاز کے قوانین موجود ہیں لیکن سفید فام مسلمانوں کے تحفظ کے لئے کوئی قانون موجود نہیں ہے۔ چنانچہ بہت سے برطانوی مسلمان اپنے اسلام قبول کرنے کو خفیہ رکھنے پر مجبور ہیں۔ لیسٹر میں ایک اسلامک فاؤنڈیشن کے تحت ایک سابق کیتھولک اور نو مسلم خاتون بتول نے برطانوی مسلم خواتین کے تحفظ کے لئے ایک سپورٹ گروپ تشکیل دیا ہے۔ یونیورسٹی آف ویلز کے سینٹر فار اسلامک اسٹڈیز کے ڈائریکٹر معشوق ابن علی نے کہا کہ

برطانوی چرچوں کے تیزی سے لادینیت کی طرف مائل ہونے
کے رجحان نے لوگوں کو عیسائیت سے متنفر کرنے اور اسلام
قبول کرنے پر مجبور کیا ہے۔"

ضمیر کی آواز

امید ہے مذکورہ بالا "مغربی اخبارات" کے بیانات سے واضح "نتیجہ" آنجناب کے سامنے آگیا ہوگا کہ "دین اسلام" کس تیزی سے پھیل رہا ہے اور غیر مسلم لوگ جن میں بڑی تعداد عیسائیوں کی ہے تیزی سے "دائرے اسلام" میں آرہے ہیں۔

"دین اسلام" قبول کرنے یا نہ کرنے کے سلسلے میں ایک اور بات عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ "دین اسلام" کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لئے یہ معیار ہرگز قبول نہیں کیا جاسکتا کہ "دین اسلام" کو کتنے لوگوں نے قبول کیا ہے اور کتنوں نے رد' لہٰذا کیا "دین اسلام" کی حقانیت ثابت ہو جانے کے بعد "دین اسلام" کو محض اس بنا پر قبول نہ کیا جائے کہ باطل کی طرف لوگ زیادہ ہیں؟ اور حق (دین اسلام) کی طرف لوگ کم ہیں' اس لئے معذرت کے ساتھ کہوں گا کہ حق (دین اسلام) و باطل کو لوگوں کی "اکثریت" پر "گڈمڈ" کرنے کا اصول موجودہ عیسائیت کا معیار تو ہوسکتا ہے۔ مگر الحمدللہ! "دین اسلام" کی پاکیزہ تعلیم اس قسم کے اصولوں سے پاک ہے اس لئے بحیثیت "نو مسلم" میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ آج کے اس پرفتن دور میں بھی دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے غیر مسلم اور عیسائی جو ضمیر کی آواز پر لبیک کہہ کر "دین اسلام" قبول کر رہے ہیں ان کے سامنے "دین اسلام" کو قبول کرنے کا معیار "اکثریت" اور "اقلیت" ہرگز نہیں ہے۔ کیونکہ "دین اسلام" کی حقانیت کے لئے تو صرف یہی ایک بات کافی ہے کہ اس کا کوئی عقیدہ "خلاف عقل" نہیں' یعنی "اسلام دین فطرت ہے۔"

نجات کا ذریعہ

اب آتا ہوں آنجناب کے ارشاد کے دوسرے حصے کی طرف جس میں آپ

فرماتے ہیں :

""پانچ وقت کا نمازی نماز ہے جو نجات کا ذریعہ ہے" کا
عمل سب کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ کیا آپ دفتر میں باریش
آدمی سے جس کے متھے پر محراب بنے' رشوت نہ لیکر کام
کرنے کی توقع کرسکتے ہیں' ایسا شخص بغیر پانی دودھ بیچ رہا
ہے۔؟"

آنجناب کے اس اعتراض کی حقیقت یہ ہے کہ آپ اور آپ کے ہم مذہب عیسائی حضرات کے نزدیک خداوند یسوع مسیح (علیہ السلام) کا "صلیبی کفارہ" جو اولاد آدم کے گناہوں کی "معافی" اور "فدیہ" کے لئے دیا گیا تھا' یہ عقیدہ عیسائیت کی "بنیاد" اور تمام عیسائیوں کے نزدیک یسوع مسیح سے منسوب "صلیبی کفارہ" "نجات" کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے' جس کا پس منظر عیسائیت میں یوں بیان کیا جاتا ہے کہ :

"ماں حوا اور حضرت آدم علیہ السلام نے باغ عدن (جنت)
میں رہتے ہوئے جو پہلا گناہ "شجرہ ممنوع" کھانے کی صورت
میں کیا تھا (پیدائش باب ۳ آیت ۱ تا ۸) اس گناہ کی یہ صورت
"موروثی" طور پر بعد کی اولاد آدم میں بھی چلتی رہی اور چلی
آرہی ہے (رومیوں باب ۵ آیت ۱۲) للہٰذا خداوند کی "صفت
رحمی" نے یہ نہ چاہا کہ اولاد آدم بعد موت میرے حضور گناہ
لے کر آئے اس بناء پر خداوند خدا نے اپنے "اکلوتے بیٹے"
یسوع مسیح علیہ السلام کی صورت میں دنیا میں آکر انسان کے اس دائمی
اور "موروثی گناہ" سے اس کی "نجات" کا فیصلہ کیا (یوحنا کا
پہلا عام خط باب ۴ آیت ۷ تا ۱۰) جس کی عملی صورت میں
یسوع مسیح نے تمام انسانوں کے اس دائمی اور "موروثی گناہ" کے
"کفارہ" (فدیہ) کے لئے اپنی جان صلیب پر دی۔ اس

"صلیبی کفارہ" سے نہ صرف دائمی اور "موروثی گناہ" معاف ہو گیا' بلکہ دیگر اور گناہوں کی معافی بھی اس سبب سے ہوئی (متی باب ۲۰ آیت ۲۸)

لہٰذا اب دنیا کا جو بھی انسان "بپتسمہ" لیتے ہوئے یسوع مسیح کے اس کفارہ (فدیہ) پر ایمان لائے گا' وہ دائمی "موروثی گناہ" سے معافی و "نجات" کے ساتھ ساتھ بعد موت "ابدی زندگی" (جنت) میں داخل ہو گا۔"

صلیبی کفارہ

مذکورہ بالا پس منظر کی روشنی میں اب ظاہر ہے کہ ہم مسلمانوں کے پانچ وقت کی نماز پڑھنے کے عمل پر "نجات" کا جو ذریعہ نظر آ رہا ہے' وہ ایک معصوم نبی یسوع مسیح (علیہ السلام) کے "صلیب" پر دوسروں کے گناہوں کے بدلے چڑھائے جانے کے سامنے آپ یا کسی بھی عیسائی کے لئے کیا حیثیت رکھتا ہے۔ حالانکہ اولاد آدم کے گناہوں کی معافی کے لئے یسوع مسیح (علیہ السلام) کے "صلیبی کفارہ" کا عقیدہ خود بائبل کی تعلیم کے خلاف ہے۔ کیونکہ بائبل کے احکامات کے تحت کسی شخص کے گناہ کی سزا کسی دوسرے شخص کو نہیں دی جائے گی' آئیں دیکھیں کہ بائبل اس بارے میں کیا احکامات صادر کرتی ہے:

"بیٹوں کے بدلے باپ مارے نہ جائیں نہ باپ کے بدلے بیٹے مارے جائیں۔ ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب سے مارا جائے۔" (استثناء باب ۲۴ آیت ۱۶)

ایک اور مقام پر بائبل کہتی ہے:

"جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی' بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ' صادق کی صداقت اسی کے لئے ہوگی' اور شریر کی شرارت شریر کے

لئے۔" (حزقی ایل باب ۱۸ آیت ۲۰)

ایک اور جگہ بائبل کہتی ہے:

"صادق آدمی سے کہو، تیری خیریت ہے کیونکہ وہ اپنے کاموں کے پھل کھائے گا، شریر پر افسوس کیونکہ اس پر بدی آئے گی، اس کے ہاتھوں کا بدلہ اس کو دیا جائے گا۔"
(یسعیاہ، باب ۳ آیت ۱۰)

غیر منصفانہ اصول

بائبل کے ان تینوں مذکورہ بالا حوالوں سے یہاں تک تو یہ بات صاف ہوگئی کہ " ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب سے مارا جائے۔"

دوسری اہم بات یہ کہ "بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ اٹھائے گا"۔ آنجناب دیکھ سکتے ہیں کہ بائبل نے "جزا" اور "سزا" کے سلسلے میں باپ، بیٹے جیسے خونی رشتوں میں کسی قسم کی تخصیص نہیں رکھی، تو عام معاشرتی ماحول میں کسی فرد یا کسی معصوم نبی جو ہر طرح کے گناہوں سے پاک ہوا کرتا ہے، اس معاملہ میں بائبل کی مذکورہ بالا اصولی بات کے تحت دوسرے گناہ گار انسانوں کے لئے یسوع مسیح علیہ السلام سے منسوب "فدیہ" یا "صلیبی کفارہ" پر "نجات" کا "غیر منصفانہ" اصول کیسے مان لیا جائے۔

وہ بھی ایسی صورت میں جبکہ بائبل یہ بھی بتا رہی ہے کہ "نیک اپنے کاموں کا پھل کھائے گا اور شریر کو اس کے ہاتھوں کا بدلہ دیا جائے گا۔"

آئیں اب معلوم کریں کہ گناہوں پر "کفارہ" کے حوالے سے بائبل انسانوں کو کن "نیک اعمال" کی تعلیم دیتی ہے، بائبل کہتی ہے:

"نفرت جھگڑے برپا کرتی ہے اور محبت سب گناہوں کو ڈھانپتی ہے۔" (امثال باب ۱۰ آیت ۱۲)

"سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ ایک دوسرے سے بڑی

محبت رکھو کیونکہ محبت گناہوں کی کثرت کو ڈھانپ دیتی ہے۔" (۱-پطرس باب ۴ آیت ۸)

ایک اور جگہ بائبل کہتی ہے :

"جو اپنے باپ کی عزت کرتا ہے وہ اپنے گناہوں کا کفارہ دیتا ہے اور ان سے باز رہتا ہے اور ہر روز اس کی دعا قبول کی جائے گی۔" (یشوع بن سیراخ باب ۳ آیت ۴)

اسی طرح آگے چل کر ایک اور مقام پر بائبل کہتی ہے :

"پانی بھڑکتی ہوئی آگ کو بجھا دیتا ہے اور خیرات گناہوں کا کفارہ دیتی ہے۔" (یشوع بن سیراخ باب ۳ آیت ۳۳)

آنجناب دیکھ رہے ہیں کہ امثال اور پطرس کی ان دونوں عبارتوں میں ایک دوسرے سے "محبت" کو گناہوں کا ڈھانپنا بتایا جا رہا ہے۔ اور یشوع بن سیراخ کی پہلی مذکورہ آیت یہ بتا رہی ہے کہ "اپنے باپ کی عزت کرنے والا اپنے گناہوں کا "کفارہ" دیتا ہے" نیز یہ کہ ہر روز اس کی دعا قبول کی جائے گی۔

اور یشوع بن سیراخ کی دوسری آیت "خیرات" کو گناہوں کا "کفارہ" بتا رہی ہے۔ کیا بائبل کے ان مذکورہ بالا کھلے ہوئے حقائق کے بعد بھی اس بات کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ کہ عیسائی دنیا "صلیبی کفارہ" کو اپنے گناہوں سے "نجات" کا ذریعہ تصور کرتی رہے۔؟

کیا اسی لئے آنجناب ایک مسلمان کی پانچ وقت کی نماز جیسے "نیک عمل" اور "نجات" کے ذریعہ پر طنز کرنے چلیں ہیں۔ حیرت ہے!

باریش آدمی

اب آتا ہوں آنجناب کے اس اعتراض کی طرف جو آنجناب نے ایک مسلمان باریش آدمی کے دفتر میں رشوت لینے کے حوالے سے کیا ہے۔

بظاہر یہ اعتراض پمفلٹ ""عیسیٰ علیہ السلام بزبان خود"" کی حقیقت سے انکار کرنے کے لئے ایک اچھا ""ہتھیار"" ہے "مگر مجھے افسوس ہے کہ ""عقائد"" جیسے اہم مسائل میں آپ نے مسلمان کے ذاتی کردار کو سامنے رکھ کر علمی انداز سے جواب دینا پسند نہیں فرمایا۔ حالانکہ پمفلٹ ""عیسیٰ علیہ السلام بزبان خود"" کے مولف ڈاکٹر محمد ایوب خان صاحب نے اپنے اس پمفلٹ میں کسی بھی عیسائی کی کردارکشی ہرگز نہیں کی ہے۔

خیر! آنجناب کے اس اعتراض پر یہ گزارش ضرور کروں گا اور وہ یہ کہ آنجناب نے تو صرف مسلمان کے رشوت لینے کی برائی کو ظاہر فرمایا ہے 'بچارہ مسلمان تو اس کے علاوہ اور بھی بہت سی برائیوں میں مبتلا ہے۔

مگر حقیقت یہی ہے کہ آج جن برائیوں میں یہ مسلمان مبتلا ہے وہ صرف اور صرف اس کا اپنے دین اور مذہب سے عملی طور پر دور ہونے کا نتیجہ ہے۔ لیکن کسی مسلمان کے برے عمل کو بنیاد بناکر ""دین اسلام"" یا ""ارکان اسلام"" پر اعتراض ہرگز نہیں کیا جاسکتا 'کیونکہ ""رشوت"" لینے اور دینے کے علاوہ جو بھی برائیاں آپ اور ہم معاشرے میں دیکھ رہے ہیں ان کی تعلیم کوئی بھی مذہب نہیں دیتا 'جس میں خود آنجناب کا مذہب عیسائیت بھی شامل ہے 'قطع نظر اس سے کہ عقائد کے اعتبار سے کسی بھی مذہب کی تعلیم کیا ہے۔ اور ""دین اسلام"" تو خصوصیت سے اس قسم کے منکرات کی سختی سے تردید کرتا ہے۔

لہٰذا کیا آپ اس بات کا دعویٰ کرسکتے ہیں کہ دنیا کا کوئی بھی عیسائی رشوت نہیں لیتا۔؟

کیا آپ یہ دعویٰ کرسکتے ہیں کہ عیسائی دین و معاشرے سے تعلق رکھنے والے لوگوں میں اچھے اور برے لوگ نہیں ہوا کرتے۔؟ 'یقیناً آنجناب اس قسم کا کوئی دعویٰ ہرگز نہیں کرسکتے۔ الحمدللہ آج بھی اس پرفتن دور میں ایک دو نہیں اہل اسلام میں سینکڑوں ایسے اللہ کے بندے آپ کو مل جائیں گے کہ جن کی زندگیاں دین اسلام کی حقیقی تعلیم کا نمونہ پیش کرتی ہیں۔

اس لئے آپ کے دیگر اور اعتراضات کی طرح آپ کا کسی مسلمان پر

"رشوت" لینے کا یہ یکطرفہ فتویٰ اپنے اندر کتنی سچائی رکھتا ہے' اس کا اندازہ آنجناب عیسائی معاشرے پر ایک منصفانہ نظر ڈال کر اچھی طرح لگا سکتے ہیں۔

کافروں کے مال کی مانگ

آنجناب لکھتے ہیں:

"پاکستان میں کافروں (بقول آپ کے) کے مال کی مانگ ہے۔ مومنوں کی چیز تو کوئی لینا پسند نہیں کرتا اس لئے کہ بددیانتی سچے مذہب کے پیروکار ہونے کے عمل کے ثبوت کی دوائی ہے۔

آپ کا مذہب آپ کا عمل ہے' ایسے عمل سے آپ خود بھی نفرت کرتے ہیں' دوسرے اس کو کیا اپنائیں گے۔

نوٹ:۔ مناسب سمجھیں تو اپنے ادارے کو کاپی بھیج دیں تاکہ وہ قرآن کی اشاعت کریں جیسا ان کا نام ہے۔"

ایس ناصر"

☆ ۔ "پاکستان میں کافروں کے مال کی مانگ" کے حوالے سے بریکٹ میں "بقول آپ کے" کا یہ جملہ آنجناب نے میری جانب منسوب کیا ہے۔ حالانکہ آپ خوب جانتے ہیں کہ میں نے آپ کو پہلی بار صرف اور صرف پمفلٹ "عیسیٰ علیہ السلام بزبان خود" بھیجا تھا' اور آنجناب یہ بھی جانتے ہیں کہ پمفلٹ بھیجنے سے پہلے اور بعد تک میری اور آنجناب کی کبھی بھی خط و کتابت نہیں رہی۔

لہٰذا "بقول آپ کے" والا یہ جملہ آنجناب نے میری جانب منسوب کر کے کمال "ابلہ فریبی" سے کام لیا ہے۔

☆ ۔ دوسری بات جو مجھے مکرر عرض کرنی پڑ رہی ہے وہ یہ ہے کہ پمفلٹ "عیسیٰ علیہ السلام بزبان خود" جو خالص عیسائیت کے عقائد کی بحث پر مشتمل ہے' اس کے جواب میں

آنجناب کی طرف سے "در آمد و بر آمد" کی گفتگو یہ دوسری بڑی ابلہ فریبی اور حقائق سے چشم پوشی نہیں تو اور کیا ہے۔

خرید و فروخت

☆ ۔تیسری بات یہ کہ اپنی زندگی میں مجھے کبھی یہ مشاہدہ نہیں ہوا کہ کسی عیسائی پادری یا عیسائی نے تقریر و تحریر میں عیسائی عقائد پر بحث کرتے ہوئے اپنے مذہبی نظریات کے ثبوت کے لئے "کافروں کے مال کی مانگ" یا "لین دین" کا حوالہ دیا ہو۔

لیکن آنجناب کے گرامی نامہ نے آج یہ بھی ثابت کر دیا کہ عیسائیت سے متعلق عقائد و نظریات کو ثابت کرنے کے لئے کافروں کے مال کی مانگ کا حوالہ دینا بھی ضروری ہے۔

لہذا بات اگر کافروں کے مال کی مانگ کے حوالے سے در آمد و بر آمد کی ہے تو پھر سن لیجئے کہ یہ "سچے مذہب کے عمل کے ثبوت کی دوائی" ہی ہے کہ "دین اسلام" نے ایک حد بندی قائم کرتے ہوئے "غیر مسلموں" سے خرید و فروخت کا معاملہ جائز رکھا ہے۔مگر آنجناب یہاں بھی محض ہٹ دھرمی کی وجہ سے یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ "مومنوں کی چیز تو کوئی لینا پسند نہیں کرتا" ظاہر ہے کہ پمفلٹ "عیسیٰ علیہ السلام بزبان خود" کا اس سے اچھا اور کیا جواب ہو سکتا ہے۔

عظیم مذہب میں پناہ

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ الحمد للہ میرا موجودہ مذہب "دین اسلام" میرا عمل ہے 'اور آگے آنجناب کا اس ناکارہ کو یہ فرمانا کہ "ایسے عمل سے آپ خود بھی نفرت کرتے ہیں" یہاں آنجناب کو اس احقر کے بارے میں سخت غلط فہمی ہوئی ہے۔

لہذا آنجناب کی اس غلط فہمی کو دور کرنے کی غرض سے یہ عرض ہے کہ دیگر عوامل کے ساتھ یہ عیسائیت سے عملی طور پر نفرت ہی کا نتیجہ تھا کہ اس احقر کو اللہ تعالیٰ نے

"دین اسلام" جیسے "عظیم مذہب" میں "پناہ" لینے کی توفیق عطا فرمائی۔

اور ۶ ستمبر ۱۹۹۴ء "جنگ لندن" کی سروے رپورٹ میں نو مسلموں کے حوالے سے آنجناب یہ جملہ بھی پڑھ آئے ہیں کہ :

"برطانوی چرچوں کے تیزی سے لادینیت کی طرف مائل ہونے کے رجحان نے لوگوں کو عیسائیت سے متنفر کرنے اور اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا ہے۔"

مذکورہ بالا جملے کو بار بار پڑھیں اور پھر انصاف سے فرمائیں کہ مذہب کے عمل اور ایسے عمل سے "نفرت" کا اظہار کون کر رہے ہیں؟

آنجناب اپنے ارشاد کے اگلے ٹکڑے میں فرماتے ہیں :

"دوسرے اس کو کیا اپنائیں گے۔ (یعنی دین اسلام کو کیا اپنائیں گے)۔"

"دین اسلام" کو غیر مسلم کس تیزی سے "اپنا" رہے ہیں اس حوالے سے آنجناب پیچھے "مغربی اخبارات" کے تفصیلی تراشے پڑھ آئے ہیں اس بناء پر آنجناب کا یہ ارشاد "دوسرے اس کو کیا اپنائیں گے" ہرگز لائق التفات نہیں۔

غلط فہمی

آنجناب کے خط کے جواب میں یہ ناکارہ جو تفصیلی گزارشات اوپر کر آیا ہے ان گزارشات کا مقصد صرف اور صرف "دین اسلام" اور "اہل اسلام" کے بارے میں آنجناب کی "غلط فہمی" کو دور کرنے کی بنیاد پر اپنے موقف کا اظہار ہے۔ ورنہ آنجناب یا کسی بھی عیسائی سے اس ناکارہ کا کوئی ذاتی جھگڑا کیا ہو سکتا ہے ' لہٰذا اس احقر کے موقف کو "قبول" کرنا یا "نہ" کرنا آنجناب کے اختیار میں ہے۔

چنانچہ اسی بنیاد پر آخر میں یہ احقر ایک آخری گزارش آنجناب کی خدمت میں

کرنا چاہتا ہے اور وہ یہ کہ ”عیسائی“ اور ”اہل اسلام“ دونوں اپنی اپنی جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (یسوع مسیح) سے محبت اور عقیدت رکھتے ہیں' اور سب جانتے ہیں کہ ”اہل اسلام“ اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام (یسوع مسیح) کے بارے میں دو مختلف ”عقائد و نظریات“ رکھتے ہیں۔

اور یہ بات بھی سب جانتے ہیں کہ ”اہل اسلام“ کے یہاں ان عقائد و نظریات کی بنیاد قرآن و حدیث کی عظیم تعلیم کا سرچشمہ ہے' جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام (یسوع مسیح) کی دعوت و تعلیم کی ٹھیک ٹھیک نشاندہی موجود ہے۔

جبکہ دوسری جانب عیسائیت پولس کے ”خود ساختہ“ عقائد و نظریات کا شکار ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام (یسوع مسیح) کی لائی ہوئی اصل اور توحیدی تعلیم کھو چکی ہے۔ جیسا کہ آنجناب کی خدمت میں شروع میں عرض کیا جا چکا ہے۔

چنانچہ ایمانی عقائد کے اعتبار سے اس افسوسناک صورت حال کی وضاحت کرتے ہوئے ”جیوش انسائیکلوپیڈیا“ کہتا ہے۔

> ”نصرانیت تو اپنے پہلے ہی دور سے مسیحیت قبول کرنے والے اہل روم کی اصنام پرستی' جاہلوں کی تاویلات' اور غلو کرنے والوں کی تحریف سے دوچار ہو چکی تھی' اور ان تاویلات تحریفات اور رسوم کے ملبہ کی تہہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی لائی ہوئی سادہ تعلیمات دب کر رہ گئی تھیں' توحید کی روشنی اور خدائے واحد کی عبادت کی تعلیم سب ان گھرے بادلوں کے پیچھے پوشیدہ ہو چکی تھی' اس صورت حال کے پیدا کرنے کی سب سے بڑی ذمہ داری پادری پال (۱۰-۶۵ء) پر ہے جس کو مسیحیت کی قیادت اور تعلیمات مسیح کو بیان کرنے کی ذمہ داری قریب ہی عرصہ میں حاصل ہو گئی تھی' متعدد اہل علم و تحقیق کی رائے یہ ہے کہ آج عیسائیت کی جو مسخ شدہ شکل موجود ہے اور

تجسیم و تمثیل کا عقیدہ اور قدیم خلفائے مسیح علیہ السلام سے زیادہ بودھ مذہب کے رسوم جو اس کے اندر سرایت کر گئے ہیں' یہ سب سینٹ پال ہی کی دین ہے' اور عیسائیت کی موجودہ ہیئت وہی ہے جس کو گذشتہ بارہ صدیوں سے عیسائی دنیا' مسیحیت کے قدامت پسند مذہب کی حیثیت سے سینہ سے لگائے ہوئے ہے۔
"[1]

بس! یہی وہ فکر انگیز بات ہے جس کی جانب اہل اسلام "ابدی کامیابی" کے لئے عیسائی دوستوں کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور بحیثیت ایک نومسلم پمفلٹ "عیسیٰ علیہ السلام بزبان خود" آنجناب کی خدمت میں اسی ایک فکر انگیز بات کو سامنے رکھ کر روانہ کیا تھا۔

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین

۴ جمادی الثانی ۱۴۱۷ھ

۱۸ اکتوبر ۱۹۹۶ء

---

[1] دیکھیں کتاب "المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ" ص ۹۶' مصنف حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب' خالد

بائبل (انجیل) کی
الہامی حیثیت
اور قرآن مجید کی
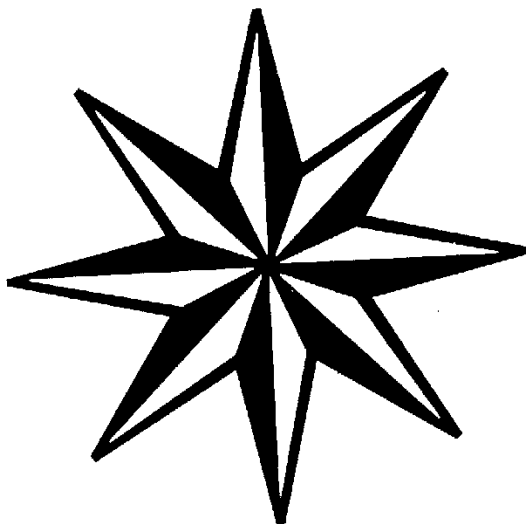
بائبل (انجیل) کی الہامی حیثیت اور قرآن مجید کی حقانیت

معجزات کے اعتبار سے قرآن مجید و فرقان حمید آقائے دو جہان نبی کریم ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ ہے اور ساتھ ہی ساتھ تمام انسانیت کے لیے مکمل رہنمائی کا سرچشمہ ہے 'اس معجزہ کی جہاں اور بے شمار عظیم خصوصیات ہیں 'ان میں سب سے بڑی خصوصیت اس معجزہ کو یہ حاصل ہے کہ اس قرآن حکیم کی حفاظت کا ذمہ رب کائنات نے خود لیا ہے 'اور قرآن مجید کی اس حفاظت کی عملی ذمہ داری اس کے نزول کے وقت سے لے کر آج تک خود مسلمان اور غیر مسلم یہ دیکھ رہے ہیں کہ نو دس سال کی عمر کے بچے اور بچیاں اس عظیم کتاب کو حفظ کر لیتے ہیں۔

اور پھر اس فانی زندگی سے انتقال کے وقت تک اس عظیم کتاب کو پڑھتے رہتے ہیں 'تاکہ حفظ کیا ہوا یاد بھی رہے اور عملی زندگی میں قرآن حکیم کے بتائے ہوئے اصولوں پر عمل بھی جاری و ساری رہے۔

غیر مسلموں کا خراج عقیدت

لہٰذا قرآن مجید فرقان حمید کی ان عظیم خصوصیات کو دیکھ کر اور پڑھ کر غیر مسلم بھی بے اختیار اس عظیم کتاب کی حقانیت پر خراج عقیدت پیش کیے بغیر نہ رہ سکے 'ذیل میں چند نمونے قرآن مجید کی حقانیت پر غیر مسلم حضرات کے خراج عقیدت کے ساتھ ہدیہ قارئین کرتا ہوں۔

جنابِ ''بوسورتھ اسمتھ'' قرآن حکیم کو معجزہ تسلیم کرتے ہوئے کہتے ہیں :

> '' (جناب) محمد ﷺ کا دعویٰ ہے کہ قرآن مستقل اور دائمی معجزہ ہے 'اور میں مانتا ہوں یہ ایک معجزہ ہے''

(قرآن غیر مسلموں کی نظر میں ص ۲۲۲)

"مہاتما گاندھی" قرآن مجید کے بارے میں کہتے ہیں :

"مجھے قرآن کو الہامی کتاب تسلیم کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہے" (قرآن غیر مسلموں کی نظر میں ص ۵۶)

"بابا نانک" قرآن مجید کے بارے میں کہتے ہیں۔

"توریت' زبور' انجیل اور وید' وغیرہ سب کو پڑھ کر دیکھ لیا' قرآن شریف ہی قابل قبول اور اطمینان قلب کی کتاب نظر آتی ہے' اگر سچ پوچھو تو سچی اور ایمان کی کتاب جس کو پڑھنے سے دل باغ باغ ہو جاتا ہے' قرآن شریف ہی ہے"

(قرآن مجید غیر مسلموں کی نظر میں ص ۵۵)

"ڈاکٹر موریس" قرآن حکیم کی فصاحت و بلاغت کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں :

"قرآن کی سب سے بڑی تعریف اس کی فصاحت و بلاغت ہے' مقاصد کی خوبی اور مطالب کی خوش اسلوبی کے اعتبار سے یہ کتاب آسمانی کتابوں پر فائق ہے' اس کی فصاحت و بلاغت کے آگے سارے جہان کے بڑے بڑے انشاء پرداز شاعر سر جھکا دیتے ہیں' روم کے عیسائیوں کو جو ضلالت کی خندق میں گرے پڑے تھے' کوئی چیز نہیں نکال سکتی تھی' بجز اس آواز کے جو غار حرا سے نکلی" (قرآن غیر مسلموں کی نظر میں ص ۵۶)

تحریف سے پاک

"ولیم میور" قرآن مجید فرقان حمید کو ہر قسم کی تحریف سے پاک قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں :

"کوئی جز' کوئی فقرہ' کوئی لفظ (قرآن مجید) میں ایسا نہیں ہے جسے جمع کرنے والوں نے چھوڑ دیا ہو اور کوئی لفظ ایسا نہیں سنا گیا جو اس مسلم مجموعہ میں داخل کر دیا گیا ہو۔ جہاں تک ہماری

معلومات ہیں دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو قرآن کی طرح بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک ہو"

(قرآن مجید غیر مسلموں کی نظر میں ص ۲۴۱)

قرآنی شہادت

مگر دوسری جانب افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بائبل (انجیل) جو کہ "الہامی" کتب میں شمار کی جاتی تھی' یہودیوں اور عیسائیوں نے مختلف تاریخی ادوار میں اس "الہامی کتاب" بائبل (انجیل) میں خود اپنی من مانی سے تحریف و ترمیم جاری رکھی جس کو قرآن مجید فرقان حمید نے بڑے واضح الفاظ میں بیان کرتے ہوئے فرمایا'

"افتطمعون ان یومنوا لکم وقد کان فریق منھم یسمعون کلام اللہ ثم یحرفونہ من بعد ما عقلوہ وھم یعلمون -" (بقرہ پ ۱' ع ۹)

"فویل للذین یکتبون الکتب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا ، فویل لھم مما کتبت ایدھم وویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون -"

(بقرہ پ ۱' ع ۹)

"کیا تم توقع رکھتے ہو کہ وہ تمہاری بات مان لیں گے حالانکہ ان میں ایک گروہ ایسا تھا جو اللہ کا کلام سنتا تھا پھر اس کو بدل ڈالتا تھا باوجود اس بات کے کہ وہ اس کے مطالب کو سمجھتے تھے اور دیدہ و دانستہ تحریف کرتے تھے -

پس افسوس ان (مدعیان علم) پر جن کا شیوہ ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں پھر لوگوں سے کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور یہ سب کچھ اس لیے کرتے ہیں تاکہ اس کے معاوضہ میں ایک حقیر سی قیمت دنیاوی فائدہ کی حاصل کریں پس افسوس اس پر جو کچھ وہ لکھتے ہیں اور افسوس اس پر جو کچھ وہ

اس ذریعہ سے کماتے ہیں۔"

پھر آگے قرآن شریف فرماتا ہے۔

"یحرفون الکلم عن مّواضعہ" (المائدہ پ ۶ ع ۲)

"وہ اہل کتاب اللہ کے کلمات (تورات وانجیل) کو ان کے محل و مقام سے بدل ڈالتے ہیں۔ یعنی تحریف لفظی اور معنوی دونوں کرتے ہیں۔"

تحریف و ترمیم

بائبل (انجیل) میں اس طرح تحریف و ترمیم کرنا تاریخی طور پر عیسائی علماء اور محققین کی کتب سے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے اپنی کتاب "اظہار الحق" (بائبل سے قرآن تک)۔۔اور "اعجاز عیسوی" میں مضبوط دلائل سے ثابت کیا ہے، جن کا جواب دینے سے عیسائی دنیا آج تک عاجز ہے اور انشاءاللہ عاجز رہے گی۔

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب کی مذکورہ دو کتب اور جناب عبدالوحید خان صاحب کی کتاب "عیسائیت انجیل اور قرآن کی روشنی میں" سے چند حوالہ جات تحریف بائبل (انجیل) پر پیش کرتا ہوں۔

عیسائی مولف "اکسیمو" تحریف بائبل پر کیا کہتا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

"جب دین عیسوی کے ابتدائی دور میں ہی ان انجیلوں، خطوط اور مشاہدات کی صورت میں غلط بھرمار ہو گئی تھی اور ان میں سے بیشتر ابھی تک اکثر عیسائیوں کے نزدیک مسلم ہیں، تو اب ہم کس اصول کی رو سے پہچان سکتے ہیں کہ جن کتابوں پر پروٹسٹنٹ[1] حضرات تسلیم کرتے ہیں، واقعتاً الہامی کتابیں ہیں جب اس حقیقت کو مدنظر رکھتے

---

[1] پروٹسٹنٹ (Protestant) یہ عیسائی فرقہ سولہویں صدی عیسوی میں پیدا ہوا، اس فرقہ کا بانی مارٹن لوتھر تھا۔ "پروٹسٹنٹ" کے لغوی معنی "احتجاج کرنے والے" کے ہیں۔ خالد

ہیں' کہ چھاپے خانے کی ایجاد سے پہلے ہی ان حضرات کی مسلمہ کتابیں تحریف کا نشانہ بنتی رہی ہیں تو ان کو الہامی تسلیم کرنے میں سخت مشکلات سامنے آجاتی ہیں"

(اعجاز عیسوی ۸ ے ۲۲)

عبرانی نسخہ

آگسٹائن جو کہ چوتھی صدی کا سب سے بڑا عیسائی عالم ہے' بائبل (انجیل) کے عبرانی نسخہ کو تحریف شدہ بتاتا ہے چنانچہ مولف ہنری واسکاٹ اپنی تفسیر میں لکھتا ہے۔

"علماء نے عہد عتیق[1] میں مندرج واقعات و حالات کی تاریخوں کا جو حساب لگایا ہے' اس میں زبردست انتشار موجود ہے' خاص طور پر ابراہیم علیہ السلام سے پیشتر کے واقعات کی تاریخوں میں تو بہت ہی زیادہ انتشار پایا جاتا ہے البتہ ان اختلافات کا عام مطالعہ کرنے والوں کو کوئی نقصان نہیں' آگسٹائن کہا کرتا تھا کہ یہودیوں نے ان اکابر کے حالات کے بیان میں جو طوفان سے قبل گزرے تھے یا اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے عہد تک ہوئے ہیں' عبرانی نسخہ میں تحریف کر ڈالی اور یہ حرکت اس لیے کی تاکہ یونانی نسخہ کا اعتبار جاتا رہے اور اس لئے بھی کہ مذہب عیسوی سے ان کو سخت دشمنی تھی' اور معلوم ہوتا ہے کہ متقدین عیسائی بھی ایسا ہی کہا کرتے تھے' اور ان کا خیال یہ تھا کہ یہودیوں نے تورات میں یہ تحریف ۱۳۰ء میں کی ہے۔"

(اعجاز عیسوی صفحہ ۱۰۴' ۱۰۵)

بدترین عبارتیں

مفسر ہارسلی اپنی تفسیر کی جلد ۳ صفحہ ۲۸۲ پر کتاب یوشع کے مقدمہ میں کہتا ہے:

---

[1] "عہد عتیق" بائبل کے اس حصہ کو کہتے ہیں جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے کے انبیاء کرام علیہم السلام کے حالات و واقعات کا ذکر ملتا ہے۔ خالد۔

"یہ بات کہ مقدس متن میں تحریف کی گئی ہے۔ یقینی اور شبہ سے بالاتر ہے نیز نسخوں کے فرق سے بالکل نمایاں ہے کیونکہ مختلف عبارتوں میں صحیح عبارت صرف ایک ہی ہو سکتی ہے اور یہ بات قیاسی بلکہ یقینی ہے کہ بد ترین عبارتیں بعض اوقات مطبوعہ متن میں شامل کر دی گئیں مگر اس دعوے کی کوئی دلیل مجھ کو نہیں مل سکی کہ یوشع میں پائی جانے والی تحریفات عہد عتیق کی تمام کتابوں کی تحریفات سے زیادہ ہے۔"

(بائبل سے قرآن تک جلد ۲ ص ۱۲۲)

لارڈنر نے اپنی تفسیر کی جلد ۳ میں فرقہ مانی کنیر کے حالات کے ذیل میں آگسٹائن کے حوالہ سے فاسٹس کا قول نقل کیا ہے، جو چوتھی صدی میں اس فرقہ کا سب سے بڑا عالم گزرا ہے، وہ کہتا ہے:

"فاسٹس کہتا ہے کہ میں ان چیزوں کا قطعی منکر ہوں جن کو تمھارے باپ دادا نے عہد جدید[1] میں فریب کاری سے بڑھالیا ہے اور اس کی حسین صورت کو بھونڈا بنا دیا ہے اس لئے کہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے اس عہد جدید کو نہ مسیح علیہ السلام نے تصنیف کیا ہے اور نہ حواریوں نے ایک مجہول الاسم شخص اس کا مصنف ہے مگر حواریوں اور ان کے ساتھیوں کی جانب اس خوف سے منسوب کر دیا گیا ہے کہ لوگ اس کی تحریر کو اس لیے غیر معتبر قرار دیں گے کہ یہ شخص جن حالات کو لکھ رہا ہے ان سے خود واقف نہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کے مریدین کو بڑی سخت اذیت پہنچائی اس طور پر کہ ایسی کتابیں تالیف کیں جن

---

[1] "عہد جدید" بائبل کے اس حصہ کو کہتے ہیں جس میں متی، مرقس، لوقا اور یوحنا کی انجیلیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب منسوب کی گئی ہیں، اس کے علاوہ اس حصہ میں حواریوں کے خطوط وغیرہ بھی شامل ہیں۔ خالد

میں غلطیاں اور تناقض پائے جاتے ہیں"۔

(بائبل سے قرآن تک جلد ۲ صفحہ ۱۰۸)

لازوال کتب

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب رحمہ اللہ ان دو کتب کے حوالہ جات کے اختتام پر مکرر عرض کرتا چلوں کہ رد عیسائیت پر حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب رحمہ اللہ کا نام "سند" کی حیثیت رکھتا ہے' لہٰذا بائبل کی تحریف پر مزید مطالعہ کے لیے "اظہار الحق" (بائبل سے قرآن تک) اور "اعجاز عیسوی" کا شمار لازوال کتب میں ہوتا ہے۔

بائبل ہی کی تحریف کے اس سلسلے میں اب آتا ہوں جناب عبدالوحید خان کی کتاب "عیسائیت انجیل اور قرآن کی روشنی میں" اس کتاب کے باب دوم میں "کیا اناجیل اربعہ مستند و معتبر ہیں" کے عنوان سے جو طویل مضمون مولف نے مسیحی علماء کی کتب اور انسائیکلوپیڈیا کے حوالوں سے لکھا ہے ان میں سے چند حوالہ جات ہدیہ قارئین کرتا ہوں۔

بے وزن

ایک ممتاز مسیحی عالم "جی کیڈوکس" اس بات کو اپنی کتاب "حیات مسیح" میں کہ بائبل (انجیل) کی الہامی حیثیت کیا ہے تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

> "اناجیل اربعہ وہ واحد ذریعہ ہونے کے باوجود جن کے ذریعہ (عیسائی عقائد وتعلیمات کے) اس خاکے میں رنگ بھرا جاسکتا ہے جو دوسرے ذرائع سے ہمیں حاصل ہوتا ہے۔ ان (اناجیل اربعہ) کے مختلف مقامات پر موجود تاریخی تضادات و مشکلات پر ان دلائل کی بنیاد رکھی گئی جو جناب یسوع علیہ السلام کے مصلوب ہونے کے نظریہ کو ثابت کرنے کے لیے پیش کیے جاتے ہیں لیکن مختلف پہلوؤں سے یہ دلائل بے وزن قرار پاتے ہیں جیسا کہ ہم پہلے واضح کرچکے ہیں۔ بہرحال (اناجیل اربعہ میں موجود) مختلف تضادات اور فروگزاشتیں اور بے دلیل قیاس آرائیاں اپنی جگہ نہایت سنگین ہیں اسی بناء پر متعدد روشن

خیال علماء جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت و نبوت میں قطعاً کوئی شبہ نہیں رکھتے عہد نامہ جدید کے بارے میں ہر ایسی سعی و کوشش کو لاحاصل قرار دینے پر مجبور ہو گئے ہیں جو اس میں سے "حق و باطل" کو الگ الگ چھانٹنے اور جناب یسوع علیہ السلام کے حقیقی ارشادات والہامات اصل تاریخی حقائق کو مبالغہ آرائی و تحریف اور افسانہ طرازیوں سے الگ کرنے کے لیے کی جائے اور جس کا مقصد یہ ہو کہ اس تاریخی ملغوبہ میں سے حقائق کو ڈھونڈ کر کے جناب یسوع علیہ السلام کی اصل دعوت کو حزم و یقین کے ساتھ پیش کیا جائے"۔

(عیسائیت انجیل اور قرآن کی روشنی میں، ص ۱۲۵، ۱۲۶)

آزادی کے ساتھ

یونائیٹڈ کالج بریڈ فورڈ کے پرنسپل ریورنڈ ۔ ای گرفتھ جونز ۔ بی اے ۔ ڈی ڈی اپنے ایک مضمون "انجیل ۔ اس کا مفہوم اور اس کا مقصد" میں جو انھوں نے بائبل کی شرح مرتبہ آرتھر ایس پیک ۔ ایم ۔ اے ۔ ڈی ڈی پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر کیا ہے اس خیال کا اظہار کرتے ہیں۔

"دوسری بات یہ ہے کہ بائبل اپنی موجودہ صورت میں ادب کا ایک ایسا نمونہ ہے جس میں لاتعداد افراد نے اصلاح و ترمیم کی ہے ۔ ہر مرتب نے اپنے سے قبل موجود مواد میں پوری آزادی کے ساتھ حذف و ترمیم اور قطع برید کی ہے اور اکثر یہ ترامیم نہایت بھونڈے اندازمیں کی گئی ہیں"۔

(عیسائیت انجیل اور قرآن کی روشنی میں، ص ۱۲۶)

افکار و نظریات

عیسائی محقق اور برمنگھم کا بشپ ازلسٹ ولیم بارنز اپنی کتاب "عیسائیت کا عروج" کے صفحہ ۲۲۱ پر لکھتا ہے۔

"یہ بات غالباً بار بار دہرانے کی حاجت نہیں کہ صحف انجیل ابتداء میں قلمی نسخوں کی صورت میں لوگوں میں پھیلائے جاتے تھے اس لیے ان میں حذف و ترمیم اور اصلاح و تغیر چنداں دشوار نہ تھا اور جس نے بھی اپنے افکار و نظریات کو عام کرنا مناسب سمجھا قلمی مسودوں میں ان افکار کو شامل کر کے انہیں الہامی کلام کا تقدس دے دیا اور یہی مسودات بعد میں مرتب ہونے والے صحائف کی بنیاد بنے۔ پھر یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ انجیل کے قدیم ترین مسودات دریافت ہو جانے کے باوجود عہد نامہ جدید جس شکل میں آج ہمارے سامنے ہے اس کی بنیاد زیادہ سے زیادہ چوتھی صدی عیسوی یا اس کے بعد کی تحریروں پر رہی ہے"۔

(عیسائیت انجیل اور قرآن کی روشنی میں ص ۱۲۴)

اس مضمون کے آخری حوالہ کو ختم کرتے ہوئے اب آتا ہوں "انسائیکلوپیڈیا" کی جانب کہ بائبل (انجیل) کے الہامی ہونے کے بارے میں اس کا کیا فیصلہ ہے۔

گھر کی گواہی

چنانچہ "بائبل انسائیکلوپیڈیا" کی جلد چہارم اور صفحہ ۴۹۸۰ پر بائبل کی الہامی حیثیت کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

"عہد نامہ جدید عیسائیوں نے عیسائیوں کے لیے لکھا پھر اسے یونانی زبان میں لکھا گیا تاکہ یونانی زبان بولنے والی اقوام اسے سمجھ سکیں اور اس کا اسلوب تحریر اس وقت کے رائج انداز تحریر کے مطابق تھا (یوحنا کا مکاشفہ اس سے غالباً مستثنیٰ ہے) یونانی زبان بولنے والوں کا کلیسائی نظام کسی تعطل کے بغیر قائم چلا آرہا ہے اور اسی بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ بعض نمایاں اہمیت کے قلمی نسخوں میں جو ابھی تک محفوظ چلے آتے ہیں کچھ سنگین غلطیوں کی

اصلاح بھی کر دی گئی ہے۔ایسی صورت میں مختلف صحائف اور ان کی روایات میں فرق نمایاں ہونا عین ممکن تھا اسے اتفاق اختلاف نہیں کہا جاسکتا۔عہد نامہ جدید کے مختلف النوع مسودات کا بار بار جائزہ لیا ہی اس نیت سے جاتا رہا ہے کہ ان میں جہاں جہاں ضرورت اور مصلحت کا تقاضہ ہو تبدیلی کر دی جائے۔عیسائیت کے بالکل ابتدائی دور میں عہد نامہ جدید کو متفق علیہ اور الہامی حیثیت حاصل نہ تھی اس لئے جہاں کہیں بھی اس دور میں اناجیل اربعہ میں کوئی ابہام تضاد یا اپنے اپنے عقائد و خیالات کے خلاف کوئی بات نظر آئی اسے یا تو حذف کر دیا گیا یا اس میں تبدیلی کر دی گئی''

(عیسائیت انجیل اور قرآن کی روشنی میں ص ۲۰۳)

اتمام حجت

اوپر مذکور تمام حوالہ جات کی روشنی میں یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ بائبل (انجیل) کا ''عہد نامہ عتیق'' ہو یا ''عہد نامہ جدید'' ہو تاریخی اعتبار سے اس مجموعہ میں عیسائیوں اور یہودیوں نے مختلف طریقوں سے الحاق و تحریف کی ہے اور حقیقت کی نظر سے غور کیا جائے تو بائبل میں یہودیوں اور عیسائیوں کا الحاق تحریف بھی ان پر ''حجت اتمام'' ہے۔وہ اس لئے کہ قرآن مجید اس وقت کے اور بعد کے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے بائبل (انجیل) میں الحاق و تحریف کی اطلاع صدیوں پہلے دے چکا ہے اور اس کے ثبوت میں خود عیسائی علما اور محققین کی تحریریں قرآن مجید فرقان حمید کی اطلاع کے بعد دلیل قطعی کی حیثیت رکھتی ہیں۔

لہذا کیا؟ اس کے بعد بھی عیسائی حضرات قرآن کریم کی حقانیت پر اعتراض کرتے ہوئے اچھے لگیں گے۔وماتوفیقی الا باللہ

گناہ کفارہ
اور نجات
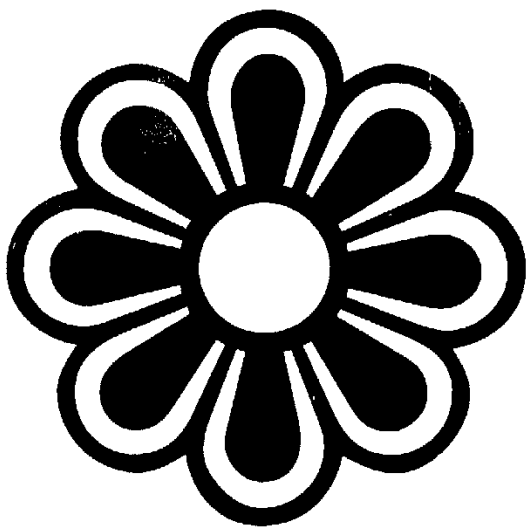
گناہ، کفارہ اور نجات

دین عیسائیت میں عقائد کے بنیادی اصولوں میں "عقیدہ کفارہ" (فدیہ) کو جڑ کی حیثیت حاصل ہے، جس سے ایک اور شاخ "نجات" نکلتی ہے۔

دین عیسائیت کے تحت کفار (فدیہ) اس "موروثی گناہ" پر یسوع مسیح علیہ السلام نے دیا تھا، جو حضرت اماں حوا اور حضرت آدم علیہ السلام سے باغ عدن (جنت) میں رہتے ہوئے۔ خدا کی نافرمانی کی صورت میں ہوا تھا۔ اور اسی کفارہ (فدیہ) کی وجہ سے انسان کی "موروثی گناہ" سے "نجات" ہوئی جس کا پس منظر دین عیسائیت یوں بیان کرتا ہے :

> "اماں حوا اور حضرت آدم علیہ السلام نے باغ عدن (جنت) میں رہتے ہوئے جو پہلا گناہ "شجرہ ممنوع" کھانے کی صورت میں کیا تھا۔" (پیدائش باب ۳ آیت ۱تا۸)
>
> اس گناہ کی یہ صورت "موروثی" طور پر بعد کی اولاد آدم میں بھی چلتی رہی اور چلی آ رہی ہے۔ (رومیوں باب ۵ آیت ۱۲) للهذا خداوند کی "صفت رحمی" نے یہ نہ چاہا کہ اولاد آدم بعد موت میرے حضور گناہ لے کر آئے اس بنا پر خداوند خدا نے اپنے "اکلوتے بیٹے" یسوع مسیح علیہ السلام کی صورت میں دنیا میں آکر انسان کے اس دائمی اور "موروثی گناہ" سے اس کی "نجات" کا فیصلہ کیا (یوحنا کا پہلا عام خط باب ۴ آیت ۷تا۱۰) جس کی عملی صورت میں یسوع مسیح نے تمام انسانوں کے اس دائمی اور "موروثی گناہ" کے کفارہ (فدیہ) کے لئے اپنی جان صلیب پر دی۔ اس "صلیبی کفارہ" سے نہ صرف دائمی اور "موروثی گناہ" معاف ہو گیا بلکہ دیگر اور گناہوں کی معافی بھی اس سبب سے ہوئی۔ (متی باب ۲۰ آیت ۲۸)

لہٰذا اب دنیا کا جو بھی انسان (بپتسمہ[1]) لیتے ہوئے یسوع مسیح کے اس کفارہ (فدیہ) پر ایمان لائے گا' وہ دائمی "موروثی گناہ" سے معافی و "نجات" کے ساتھ ساتھ بعد موت "ابدی زندگی" (جنت) میں داخل ہو گا۔

گناہ

قارئین کرام! اس پورے خلاصہ میں جہاں اور بہت سی باتیں قابل غور ہیں ان میں بنیادی بات یہ سامنے آئی ہے کہ یسوع مسیح علیہ السلام نے دوسروں کے گناہوں کے بدلے خود اپنی جان صلیب پر دی تاکہ اس وقت کی اور آئندہ آنے والی اولاد آدم کے گناہوں کی معافی ہو سکے۔ لہٰذا اولاد آدم کے موروثی اور دیگر گناہوں کی معافی کے سلسلے میں یسوع مسیح علیہ السلام کے اس صلیبی کفارہ (فدیہ) کو مدنظر رکھتے ہوئے آئیں ہم دیکھتے ہیں کہ بائبل مقدس اس بارے میں کیا کہتی ہے۔ (اس خلاصہ کی دوسری جزئیات پر انشاءاللہ آگے آئے گی) حزقی ایل باب ۱۸ آیت ۲۰ کے تحت بائبل کہتی ہے:

"جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی۔ بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ"

یسعیاہ باب ۳ اور آیت ۱۰ کہتی ہے:

"راستبازوں کی بابت کہو کہ بھلا ہو گا کیونکہ وہ اپنے کاموں کا پھل کھائیں گے 'شریروں پر واویلا ہے کہ ان کو بدی پیش آئے گی کیونکہ وہ اپنے ہاتھوں کا کیا پائیں گے۔"

یرمیاہ باب ۳۱ آیت ۳۰ اطلاع دیتی ہے:

---

[1] "بپتسمہ" عیسائی مذہب کی یہی رسم ہے' یہ ایک قسم کا غسل ہوتا ہے جو عیسائی مذہب میں داخل ہونے والے کو دیا جاتا ہے' اور اسکے بغیر کسی انسان کو عیسائی نہیں کہا یا جا سکتا ہے۔ مزید تفصیل کیلئے حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کی کتاب "عیسائیت کیا ہے" ملاحظہ فرمائیں۔ خالد

"کیونکہ ہرایک اپنی ہی بدکرداری کے سبب سے مرے گا۔
ہرایک جو کچے انگور کھاتا ہے اسی کے دانت کھٹے ہوں گے۔"

استثنا باب ۲۴ اور آیت ۱۶ کہتی ہے۔

"بیٹوں کے بدلے باپ مارے نہ جائیں نہ باپ کے بدلے بیٹے
مارے جائیں' ہرایک اپنے ہی گناہ کے سبب سے مارا جائے۔"

اوپر مذکور بائبل کے ان چار حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہرایک بشر اپنے ہی گناہ کی سزا کا حقدار ہو گا' اور اپنے ہی نیک اعمال کا صلہ پائے گا۔
کسی کے گناہ کی سزا کسی دوسرے کو نہیں دی جائے گی' ورنہ دوسری صورت میں یہ سراسر ناانصافی ہوگی' کہ گناہ بیٹا کرے اور سزا باپ کو ملے' یا گناہ باپ کرے اور سزا بیٹا اٹھائے۔

صلیبی کفارہ

اس لئے خونی رشتوں سے ہٹ کر عام معاشرتی ماحول میں بھی بائبل اسی قانون کی ترجمانی کرتی ہے' کہ ہرایک بشر اپنے اچھے اعمال کی جزا پائے گا' یا برے اعمال کی سزا پائے گا' لہٰذا دوسروں کے گناہوں کے بدلے یسوع مسیح کا "صلیبی کفارہ" کہاں تک درست ہے' اوپر مذکورہ بائبل کے چار حوالہ جات کی روشنی میں اس کا خوب اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اور اسی بناء پر قرآن مجید وفرقان حمید نے اس صلیبی کفارہ کی جڑ کاٹتے ہوئے فرمایا:

"وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله وما
قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم، وان الذين اختلفوا فيه
لفي شك منه، مالهم به من علم الا اتباع الظن، وما قتلوه
يقينا بل رفعه الله اليه، وكان الله عزيزا حكيما۔"

(النساء: ۱۵۷-۱۵۸)

"اور (یہود ملعون قرار دیئے گئے) اپنے اس قول پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم پیغمبر خدا کو قتل کر دیا حالانکہ انہوں نے نہ اس کو قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا بلکہ (خدا کی خفیہ تدبیر کی بدولت) اصل معاملہ ان پر مشتبہ ہو کر رہ گیا اور جو لوگ اس کے قتل کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں بلاشبہ وہ اس (عیسیٰ علیہ السلام) کی جانب سے شک میں پڑے ہوئے ہیں ان کے پاس حقیقت حال کے بارے میں ظن (اٹکل) کی پیروی کے سوا علم کی روشنی نہیں ہے اور انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ ان کو اللہ نے اپنی جانب (ملاء اعلیٰ کی جانب) اٹھا لیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔"

استفسار

اس قرآنی شہادت کے بعد ہم آتے ہیں کتاب "کتاب الاستفسار" کے اس مقدمہ کی جانب جس میں عیسائیوں کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہم العالی نے "صلیبی کفارہ" اور "موروثی گناہ" (پیدائشی گناہ) کی تردید کرتے ہوئے بہت عمدہ جواب دیا ہے، علامہ صاحب جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عیسائیوں کے نزدیک اس "پیدائشی گناہ" کی سزا عورت کو یہ دی گئی تھی کہ وہ بچے کی پیدائش کے وقت ایک تکلیف سے گزرے۔ تو اگر حضرت مسیح سولی چڑھ کر اس گناہ کو دھو گئے تو اس کا لازمی اثر یہ ہونا چاہئے تھا کہ اب عورت دردزہ سے بچہ نہ جنیں، خصوصاً وہ عورتیں جو عیسائی ہیں اور حضرت مسیح کے سولی کے کفارہ پر ایمان رکھتی ہیں۔

وہ کیوں اب تک اس تکلیف سے دوچار ہوتی ہیں، تورات کی کتاب پیدائش میں ہے، جنت کے اس گناہ کے باعث عورت کو

یہ سزا دی گئی ۔"

"میں تیرے حمل میں تیرے درد کو بہت بڑھاؤں گا اور درد سے تو لڑکے جنے گی ۔" (پیدائش باب ۳ آیت ۱۶)

اور مرد کو یہ سزا ملی :

"تو اپنے منہ کے پسینے کی روٹی کھائے گا جب تک زمین میں پھر نہ جائے کہ تو اس سے نکال دیا گیا ہے ۔" (پیدائش باب ۳ آیت ۱۹)

اب کیا عیسائی مرد اپنے پسینے کی محنت سے روٹی نہیں کماتے؟ اگر یہ محنت سے روزی کمانا اس گناہ کی سزا تھی تو یہ عمل باوجود مسیح کے سولی چڑھنے کے اب تک کیوں باقی ہے؟"

(مقدمہ کتاب الاستفسار ص ۱۶۲، ۱۶۳، از علامہ خالد محمود صاحب)

اوپر مذکور حزقی ایل 'یسعیاہ' یرمیاہ 'استثناء' کے حوالہ جات اور علامہ صاحب کے جواب کو سامنے رکھتے ہوئے "موروثی گناہ" کی من گھڑت کہانی اور "صلیبی کفارہ" کے پس منظر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب تمام روایات کی کھلے طور پر تردید ہو جاتی ہے کیونکہ یہ عقائد 'عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہیں' جیسا کہ بائبل کی آیات خود اس بات کی شہادت دے رہی ہیں ۔

اسرائیل کے گھرانے

آئیں! اب ہم اس سلسلہ کے اس جز پر غور کرتے ہیں ' جس میں "صلیبی کفارہ" کو بنیاد بنا کر عیسائی حضرات یہ کہتے ہیں کہ "صلیبی کفارہ" اس وقت کی اولاد آدم اور آئندہ آنے والی تمام اولاد آدم کے لئے دیا گیا تھا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف اور صرف بنی اسرائیل کی ہدایت اور ان میں تبلیغ کے لئے اس دنیا میں تشریف لائے تھے' چنانچہ متی کی انجیل باب ۱۵ آیت ۲۴ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے :

"میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور

کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔‘‘

اور اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت عیسیٰ اپنے حواریوں کو حکم دیتے ہیں :

”غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا۔ بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا“ (متی باب ۱۰ آیت ۶)

نئی پیدائش

اختصار کے ساتھ بائبل کے ان دو حوالہ جات کو سامنے رکھتے ہوئے اگر تھوڑی دیر کے لئے یسوع مسیح علیہ السلام کے صلیبی کفارہ والی بات تسلیم کر لی جائے تو پھر بھی یہ بات کسی طرح قبول نہیں کی جاسکتی کہ یسوع مسیح علیہ السلام کا ”صلیبی کفارہ“ اس وقت کی اولاد آدم اور آئندہ تمام اولاد آدم کے لئے دیا گیا تھا۔

لہٰذا آگے چل کر ایک اور مقام پر عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں :

”میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب ابن آدم نئی پیدائش میں اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا تو تم بھی جو میرے پیچھے ہوئے ہو بارہ تختوں پر بیٹھ کر اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا انصاف کرو گے۔“

(متی باب ۱۹ آیت ۲۸)

معلوم ہوا کہ آخرت جیسے انتہائی اہم اور نازک دن کو خود عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حوارین صرف اپنی قوم بنی اسرائیل ہی کا انصاف فرمائیں گے۔

عالمی کفارہ

اس لئے تمام انسانیت کے لئے یسوع مسیح علیہ السلام کے ”صلیبی کفارہ“ کو ”عالمی کفارہ“ کہنے والی بات میں کتنا وزن ہے' اس کا اندازہ خود قارئین بھی خوب اچھی طرح لگا سکتے ہیں آئیں 'اب ہم اس بات کا جائزہ لیں کہ بائبل مقدس نے وہ کون سے اعمال و

افعال بتائے ہیں جن کی بنیاد پر انسان گناہوں کا ''کفارہ'' ادا کر سکتا ہے 'اور ابدی زندگی کے لئے فانی زندگی میں تیاری کر سکتا ہے۔

''شفقت اور سچائی سے بدی کا کفارہ ہوتا ہے اور لوگ خداوند کے خوف کے سبب سے بدی سے باز آتے ہیں۔''

(امثال باب ۱۶ آیت ۶)

متی کی انجیل میں ایک جگہ یسوع مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اس لئے کہ اگر تم آدمیوں کے قصور معاف کرو گے تو تمہارا آسمانی باپ بھی تم کو معاف کرے گا۔ اور اگر تم آدمیوں کے قصور معاف نہ کرو گے تو تمہارا آسمانی باپ بھی تمہارے قصور معاف نہیں کرے گا۔'' (متی باب ۶ آیت ۱۴ تا ۱۵)

امثال باب ۱۶ اور آیت ۶ نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ شفقت اور سچائی بدی کا کفارہ ہے اور متی کی انجیل کے حوالہ سے یسوع مسیح علیہ السلام کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ دوسروں کے قصور معاف کرنے والے انسان کے قصور خدا تعالیٰ (آسمانی باپ) معاف کرے گا۔

اولاد آدم

اس لئے عیسائی حضرات کا یہ کہنا کہ یسوع مسیح علیہ السلام کا ''صلیبی کفارہ'' اولاد آدم کے ''موروثی گناہ'' اور دیگر گناہوں کی معافی کا کفارہ تھا بائبل کی ان دو آیات کی روشنی میں کیا حیثیت رکھتا ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔

''تو اپنی خطاؤں کو صداقت سے اور اپنی بدکرداری کو مسکینوں پر رحم کرنے سے دور کر ممکن ہے کہ اس سے تیرا اطمینان زیادہ ہو۔'' (دانی ایل باب ۴ آیت ۲۷)

مذکورہ آیت بدکرداری اور خطاؤں کے کفارہ کے لئے اولاد آدم کو یہ سبق

دے رہی ہے کہ صداقت کو اپنایا جائے اور مسکینوں پر رحم کیا جائے جس کی اگلی صورت قلبی اطمینان ہے۔

"جو اپنے باپ کی عزت کرتا ہے وہ اپنا گناہوں کا کفارہ دیتا ہے اور ان سے باز رہتا ہے اور ہر روز اس کی دعا قبول کی جائے گی۔"[1]

(یشوع بن سیراخ باب ۳ آیت ۴)

"پانی بھڑکتی ہوئی آگ کو بجھا دیتا ہے اور خیرات گناہوں کا کفارہ دیتی ہے۔" (یشوع بن سیراخ باب ۳ آیت ۲۲)

معصوم اور منزہ

پہلی آیت باپ کی عزت کرنے کو گناہوں کا کفارہ بتلا رہی ہے اور دوسری آیت خیرات کو گناہوں کا کفارہ بتلا رہی ہے اور ظاہر ہے کہ دیگر نیک اعمال کی طرح ان دو نیک اعمال کا گناہوں کے لئے کفارہ ہونا عقل اور انصاف کے قریب ہے۔

لہٰذا ایک معصوم اور منزہ پیغمبر یسوع مسیح علیہ السلام کی جانب "صلیبی کفارہ" کو منسوب کرکے "موروثی گناہ" اور دیگر گناہوں کی معافی اور آخرت میں "نجات" کا سبب بتانا خود بائبل کی تعلیمات کے خلاف ہے اور اسی وجہ سے عملی زندگی میں بائبل کے بتائے ہوئے مذہبی تقاضوں سے عیسائی حضرات غافل ہیں"۔

اس لئے بحیثیت نومسلم مجھے یہ کہتے ہوئے فخر محسوس ہوتا ہے کہ دین اسلام نے بندہ کا جو تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑا ہے اور عملی زندگی میں آخری کامیابی کے لئے جو فکر دین اسلام نے عطا کی ہے اس کی مثال موجودہ عیسائیت اور دیگر ادیان میں ملنا مشکل ہے۔ وما توفیقي الا باللہ

---

[1] کتاب "یشوع بن سیراخ" کے یہ دونوں حوالہ جات کیتھولک فرقہ کی بائبل "کلام مقدس" سوسائٹی آف سینٹ پال روما ۱۹۵۸ء کے نسخہ کے صفحہ ۸۷۰ اور صفحہ ۸۷۱ سے نقل کئے گئے۔ خالد

کیا حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام
(یسوع مسیح) اپنے معجزات
کی بنا پر "معبود" ہیں؟
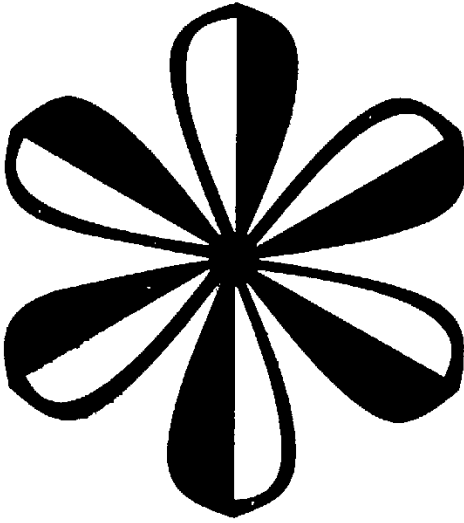
کیا حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام (یسوع مسیح) اپنے معجزات کی بنا پر "معبود" ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید و فرقان حمید میں انبیاء کرام کے جن معجزات کا تذکرہ فرمایا ہے' ہم دیکھتے ہیں کہ ان انبیاء کرام کے ہاتھ پر معجزات کا اول مقصد گمراہ اور کفر و شرک میں ملوث انسانیت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا پرچار کرنا رہا ہے' اور ساتھ ہی ساتھ یہ معجزات اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کرام کے سچا ہونے اور مخالفین کو ان کی باتوں میں عاجز کرنے کی دلیل رہے ہیں۔

ان ہی انبیاء کرام میں ایک نام حضرت عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) کا بھی آتا ہے' جن کو اللہ نے قوم بنی اسرائیل میں معجزات دے کر بھیجا' دیگر انبیاء کرام کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت و تعلیم کا مقصد بھی گمراہ قوم کو "صراط مستقیم" کی طرف بلانا رہا۔

اور جب تک آپ علیہ السلام اپنی قوم (امت) میں حوارین (صحابہ) کے ساتھ رہے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور "صراط مستقیم" کی تعلیم کرتے رہے۔

مگر عقائد کے اعتبار سے اہل اسلام اور عیسائی حضرات' حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے معجزات کو الگ الگ حیثیتوں میں تسلیم کرتے ہیں۔

عیسائی حضرات عیسیٰ ابن مریم (یسوع مسیح) کو معبود مانتے ہیں' اور ان کے معجزات کو مثلاً مردوں کو زندہ کرنا' بیماروں کو شفا دینا' اور عیسائی حضرات کے عقیدہ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کا "صلیبی موت" کے بعد تیسرے دن مردوں میں سے جی اٹھنا اور زندہ آسمان پر جانے کے بعد خدا کے داہنے ہاتھ پر بیٹھنا' اور بغیر باپ کے پیدا ہونا وغیرہ وغیرہ قطع نظر اس بات کے کہ بائبل میں مذکور حضرت عیسیٰ علیہ السلام (یسوع مسیح) کے معجزات کی صحت میں ہی سخت اختلاف پایا جاتا ہے۔[لہ]

لہ تفصیل کیلئے حضرت مولانا کیرانوی صاحب مرحوم و مغفور کی کتاب "اظہار الحق" جلد اول کی دوسری فصل ملاحظہ فرمائیں۔ خالد

اب دیکھنا یہ ہے کہ عیسائی حضرات جن باتوں اور دلائل کے علاوہ معجزات کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معبود ہونے کے سلسلے میں دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کیا؟ بائبل کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ بھی کسی اور نبی ورسول سے یہ معجزات ہوئے ہیں یا نہیں؟

اور اگر کسی اور نبی ورسول سے یہ معجزات ثابت ہیں تو پھر کیا؟ ان انبیاء علیہم السلام کو بھی ان معجزات کی وجہ سے معبود تسلیم کرنا پڑے گا؟ جن معجزات کی وجہ سے حضرت عیسیٰ ابن مریم (یسوع مسیح) کو عیسائی حضرات معبود مانتے ہیں۔

یقیناً عیسائی حضرات کی جانب سے اس سوال کا جواب نفی ہی میں آئے گا' لہٰذا اسی انکار کی بنا پر جن معجزات کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عیسائیوں کے نزدیک معبود مانا جاتا ہے لازم ہے کہ پھر اس عقیدہ سے عیسائی حضرات انکار کریں کیونکہ مردوں کو زندہ کرنا' بیماروں کو شفا دینا' زندہ آسمان پر جانا جیسے معجزات عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ دیگر انبیاء علیہم السلام سے بھی ثابت ہیں' جو خود عیسائی حضرات کی بائبل مقدس میں بڑی وضاحت کے ساتھ مختلف ابواب میں مذکور ہیں۔

ورنہ پھر بائبل ہی کی روشنی میں حضرت عیسیٰ ابن مریم کے علاوہ جن انبیاء کرام سے یہ معجزات ہوئے ہیں معاذ اللہ پھر ان انبیاء کرام کو بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح معبود ماننا پڑے گا۔

جبکہ بائبل مقدس کہتی ہے:

"سوا ایک کے اور کوئی خدا نہیں"

لہٰذا ضروری ہے کہ عیسائی حضرات کی مقدس کتاب بائبل ہی سے دیگر انبیاء کرام کے معجزات اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کے معجزات کا موازنہ کیا جائے۔

حضرت عیسیٰ ابن مریم کا بغیر باپ کے پیدا ہونا' اس امر میں اہل اسلام اور عیسائی حضرات کو کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ آپ علیہ السلام کی اس معجزانہ پیدائش سے

بارے میں قرآن مجید کی سورہ "مریم" میں بڑی تفصیل کے ساتھ ذکر آیا ہے، اور عیسائی حضرات کے یہاں اس معجزانہ پیدائش کا ذکر "عہد نامہ جدید" میں "متی" کی انجیل کے حوالے سے بائبل میں ملتا ہے اس کے علاوہ قرآن مجید کے مقابلہ میں بائبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش کے سلسلے میں حضرت مریم کی منگنی کا ذکر یوسف نامی آدمی کے ساتھ کرتی ہے۔

بائبل کہتی ہے :

"اب یسوع مسیح کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہوگئی تو ان کے اکٹھے ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی۔ پس اس کے شوہر یوسف نے جو راست باز تھا اور اسے بدنام کرنا نہیں چاہتا تھا اسے چپکے سے چھوڑ دینے کا ارادہ کیا۔ وہ ان باتوں کو سوچ ہی رہا تھا کہ خداوند کے فرشتہ نے اسے خواب میں دکھائی دے کر کہا اے یوسف ابن داؤد اپنی بیوی مریم کو اپنے ہاں لے آنے سے نہ ڈر کیونکہ جو اس کے پیٹ میں ہے وہ روح القدس کی قدرت سے ہے۔" (متی باب ۱ آیت ۱۸ تا ۲۱)

اور آگے بائبل اسی باب کی آیت ۲۴ میں کہتی ہے :

"پس یوسف نے نیند سے جاگ کر ویسا ہی کیا جیسا خداوند کے فرشتہ نے اسے حکم دیا تھا اور اپنی بیوی کو اپنے ہاں لے آیا۔ اور اس کو نہ جانا جب تک اس کے بیٹا نہ ہوا اور اس کا نام یسوع رکھا۔"

اس معجزانہ پیدائش کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام (یسوع مسیح) عیسائیوں کے نزدیک معبود ہیں، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معبود ثابت کرنے کے لئے یہ دلیل دو وجہ سے

کمزور ہے' پہلی وجہ تو یہ ہے کہ قرآن مجید نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس معجزانہ پیدائش کو حضرت آدم علیہ السلام کی مثل قرار دیا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ خود بائبل سے اس قسم کی پیدائش دوسروں کے لئے بھی ثابت ہے' جس کا تذکرہ عبرانیوں کے باب ۷ آیت ۱تا ۳ میں صدق نامی کاہن کے لئے موجود ہے۔

بائبل کہتی ہے :

> "اور یہ ملک صدق سالم کا بادشاہ خدا تعالیٰ کا کاہن ہمیشہ کاہن رہتا ہے۔ جب ابرہام بادشاہوں کو قتل کر کے واپس آتا تھا تو اسی نے اس کا استقبال کیا اور اس کے لئے برکت چاہی۔ اسی کو ابرہام نے سب چیزوں کی دہ یکی دی۔ یہ اول تو اپنے نام کے معنی کے موافق راست بازی کا بادشاہ ہے اور پھر سالم یعنی صلح کا بادشاہ یہ بے باپ بے ماں بے نسب نامہ ہے۔ نہ اس کی عمر کا شروع نہ زندگی کا آخر بلکہ خدا کے بیٹے کے مشابہ ٹھہرا۔" (عبرانیوں باب ۷ آیت ۱تا ۳)

آخری آیت یہ کہہ رہی ہے کہ صدق کاہن[1] "خدا کے بیٹے کے مشابہ ٹھہرا۔" اس ضمن میں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ "اقنوم دوئم" کے اعتبار سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام (یسوع مسیح) عیسائیوں کے نزدیک "خدا کے بیٹے ہیں" لہٰذا اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ پیدا ہونا عیسائی حضرات کے نزدیک ان کے معبود ہونے کی دلیل ہے تو پھر صدق کاہن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دو باتوں میں بڑھا ہوا ہے' ایک تو بے ماں پیدا ہونے میں' دوسرا اس کی کوئی ابتدا ہی نہیں' لیکن اس کے باوجود آج تک کسی عیسائی نے صدق

---

[1] اس کا پورا نام "ملک صدق" ہے یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معاصر اور ہم زمانہ تھا اس کا تذکرہ پیدائش باب ۱۴ آیت ۱۸ میں ہے۔

کاہن کو معبود نہیں کہا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردے زندہ کرنا

بائبل کے بیان کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تین مردے زندہ کرنا ثابت ہے' آپ نے ایک لڑکی کو زندہ کیا جس کا تذکرہ متی باب ۹ آیت ۱۸ تا ۲۲ میں' مرقس باب ۵ آیت ۲۳ تا ۴۳ اور لوقا کی انجیل کے مطابق باب ۸ آیت ۴۹ تا ۵۶ میں دیکھا جاسکتا ہے اس کے علاوہ ایک لڑکے کو زندہ کرنے کا معجزہ لوقا کی انجیل باب ۷ آیت ۱۱ تا ۱۵ میں مذکور ہے' تیسرا معجزہ عزر نامی ایک شخص کو زندہ کرنے کا ہے' اس واقعہ کی تفصیل یوحنا حواری کی انجیل کے باب ۱۱ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

مردوں کو زندہ کرنے کے یہ معجزات بھی عیسائی حضرات کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معبود ہونے کی بڑی دلیل ہیں۔

لیکن یہ دلیل بھی انتہائی کمزور ہے' وہ اس لئے کہ بائبل ہی کے مطابق مردوں کو زندہ کرنے کے معجزات دیگر انبیاء علیہم السلام سے بھی ثابت ہیں' مردوں کو زندہ کرنے کے سلسلے میں حضرت حزقی ایل علیہ السلام کا واقعہ بائبل یوں بیان کرتی ہے :

> "پس میں نے حکم کے مطابق نبوت کی اور جب میں نبوت کر رہا تھا تو ایک شور ہوا اور دیکھا کہ زلزلہ آیا اور ہڈیاں آپس میں مل گئیں۔ ہر ایک ہڈی اپنی ہڈی سے۔ اور میں نے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ نسیں اور گوشت ان پر چڑھ آئے اور ان پر چمڑے کی پوشش ہوگئی پر ان میں دم نہ تھا۔ تب اس نے مجھے فرمایا کہ نبوت کر۔ تو ہوا سے نبوت کر اے آدم زاد اور ہوا سے کہہ خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ اے دم تو چاروں طرف سے آ اور ان مقتولوں پر پھونک کہ زندہ ہو جائیں۔
>
> پس میں نے حکم کے مطابق نبوت کی اور ان میں دم آیا اور وہ

زندہ ہو کر اپنے پاؤں پر کھڑی ہوئیں ـ ایک نہایت بڑا لشکر ـ "

(حزقی ایل باب ۳۷ آیت ۷ تا ۱۰)

حضرت حزقی ایل کے مذکورہ معجزہ کو دیکھا جائے تو حزقی ایل علیہ السلام اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں (العیاذ باللہ) معبود کہلائے جائیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بائبل کے مطابق صرف تین مردے زندہ کرنا ثابت ہے ـ جبکہ حضرت حزقی ایل علیہ السلام نے مردوں کی ایک بڑی جماعت کو زندہ کیا ہے لیکن کسی عیسائی نے آج تک حضرت حزقی ایل علیہ السلام کو ان کے اس بڑے معجزہ کی بنا پر معبود تسلیم نہیں کیا ـ

اس کے علاوہ بائبل ہی سے ثابت ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام (ایلیاہ) ایک بیوہ عورت کے مہمان ہوئے اس کا لڑکا چل بسا اور حضرت الیاس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اسے پھر زندہ کر دیا حضرت الیاس کے اس معجزہ کے بارے میں بائبل کہتی ہے :

> "اور اس نے اپنے آپ کو تین بار اس لڑکے پر پسار کر خداوند سے فریاد کی اور کہا اے خداوند میرے خدا میں تیری منت کرتا ہوں کہ اس لڑکے کی جان اس میں پھر آجائے ـ اور خداوند نے ایلیاہ کی فریاد سنی اور لڑکے کی جان اس میں پھر آگئی اور وہ جی اٹھا ـ" (سلاطین ۱ باب ۱۷ آیت ۲۱ تا ۲۲)

اسی طرح کا معجزہ حضرت الیشع علیہ السلام سے بھی ثابت ہے کہ آپ نے ایک مہمان نواز عورت کے لئے پہلے بیٹا ہونے کی دعا کی پھر وہ بڑا ہو کر مر گیا تو اسے بحکم اللہ تعالیٰ زندہ کیا ـ

> "جب الیشع اس گھر میں آیا تو دیکھا وہ لڑکا مرا ہوا پلنگ پر پڑا تھا ـ سو وہ اکیلا اندر گیا اور دروازہ بند کر کے خداوند سے دعا کی ـ اور اوپر چڑھ کر اس بچے پر لیٹ گیا اور اس کے منہ پر اپنا منہ اور اسکی آنکھوں پر اپنی آنکھیں اور اس کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھ

لئے اور اس کے اوپر پسر گیا۔ تب اس بچے کا جسم گرم ہونے
لگا۔ پھر وہ اٹھ کر اس گھر میں ایک بار ٹہلا اور اوپر چڑھ کر اس
بچے کے اوپر پسر گیا اور وہ بچہ سات بار چھینکا اور بچے نے
آنکھیں کھول دیں۔" (سلاطین ۔۲۔ باب ۴ آیت ۳۲ تا ۳۶)

حضرت الیشع علیہ السلام کی وفات کے بعد بھی ان سے ایک مردہ زندہ ہونا ثابت ہے
جس کی تفصیل سلاطین ۔۲۔ میں اس طرح ہے ۔

"اور الیشع نے وفات پائی اور انہوں نے اسے دفن کیا اور نئے
سال کے شروع میں موآب کے جتھے ملک میں گھس آئے ۔ اور
ایسا ہوا کہ جب وہ ایک آدمی کو دفن کر رہے تھے تو ان کو ایک
جتھا نظر آیا۔ سو انہوں نے اس شخص کو الیشع کی قبر میں ڈال دیا اور
وہ شخص الیشع کی ہڈیوں سے ٹکراتے ہی جی اٹھا اور اپنے پاؤں پر
کھڑا ہو گیا۔" (سلاطین ۔۲۔ باب ۱۳ آیت ۲۰ تا ۲۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے یہ بات بائبل میں مذکور ہے کہ آپ اپنی صلیبی
وفات کے بعد بھی حواریوں کو دکھائی دیتے رہے اور مختلف قسم کے احکامات دے کر واپس
آسمان پر جاتے رہے لیکن اس کے باوجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کوئی ایسا معجزہ ثابت نہیں
کہ آپ نے اپنی وفات کے بعد بھی کسی مردے کو زندہ کیا ہو۔

اس لئے اگر مردے زندہ کرنا معبود ہونے کی دلیل ہے تو پھر حضرت الیشع علیہ السلام
اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ معبود کہلائے جائیں کیونکہ مردہ کو زندہ کرنے کا معجزہ ان
سے ان کی وفات کے بعد بھی ہوا ہے لیکن کسی عیسائی نے حضرت الیشع علیہ السلام کو معبود کہنا پسند
نہیں کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر جانا

بائبل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام (یسوع مسیح) کا اپنی صلیبی وفات کے بعد زندہ

آسمان پر اٹھائے جانے کا واقعہ مرقس باب ۱۶ آیت ۱۹ تا ۲۰ میں اور لوقا کی انجیل باب ۲۴ آیت ۵۰ تا ۵۱ وغیرہ میں دیکھا جاسکتا ہے ۔

لہٰذا مرقس باب ۱۶ آیت ۱۹ میں ہے کہ :

"غرض خداوند یسوع ان سے کلام کرنے کے بعد آسمان پر اٹھایا گیا اور خدا کی داہنی طرف بیٹھ گیا ۔"

یہ معجزہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معبود ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتا وہ اس واسطے کہ یہ معجزہ بائبل ہی سے حضرت حنوک علیہ السلام اور حضرت الیاس (ایلیاہ) کے لئے ثابت ہے ۔

حضرت حنوک علیہ السلام کے بارے میں بائبل کہتی ہے :

"حنوک خدا کے ساتھ ساتھ چلتا رہا اور وہ غائب ہوگیا کیونکہ خدا نے اسے اٹھالیا ۔" (پیدائش باب ۵ آیت ۲۴)

اور حضرت الیاس علیہ السلام کے بارے میں بائبل کہتی ہے :

"اور وہ آگے چلتے اور باتیں کرتے جاتے تھے کہ دیکھو ایک آتشی رتھ اور آتشی گھوڑوں نے ان دونوں کو جدا کر دیا اور ایلیاہ بگولے میں آسمان پر چلا گیا ۔" (سلاطین ۔ ۲ ۔ باب ۲ آیت ۱۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پانی پر چلنا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام (یسوع مسیح) کے پانی پر چلنے کا معجزہ بھی ان کے معبود ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتا کیونکہ پانی پر چلنا خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری پطرس سے بھی ثابت ہے وہ اس طرح کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پانی پر چلتا دیکھ کر پطرس حواری نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے خواہش ظاہر کی کہ میں بھی پانی پر چلوں :

"شاگرد اسے جھیل پر چلتے ہوئے دیکھ کر گھبرا گئے اور کہنے لگے کہ بھوت ہے اور ڈر کر چلا اٹھے ۔ یسوع نے فوراً ان سے کہا خاطر

جمع رکھو۔ میں ہوں۔ ڈرو مت۔ پطرس نے اس سے جواب
میں کہا اے خداوند اگر تو ہے تو مجھے حکم دے کہ پانی پر چل کر
تیرے پاس آؤں۔ اس نے کہا۔ آ۔ پطرس کشتی سے اتر کر
یسوع کے پاس جانے کے لئے پانی پر چلنے لگا۔"

(متی باب ۱۴ آیت ۲۶ تا ۲۹)

اور اسی باب کی آیت ۳۰ اور ۳۲ پطرس حواری کے بارے میں کہتی ہے۔
"مگر جب ہوا دیکھی تو ڈر گیا اور جب ڈوبنے لگا تو چلا کر کہا اے
خداوند مجھے بچا۔ یسوع نے فوراً ہاتھ بڑھا کر اسے پکڑ لیا اور اس
سے کہا اے کم اعتقاد تو نے کیوں شک کیا؟ اور جب وہ کشتی پر
چڑھ آئے تو ہوا تھم گئی۔"

یہاں پطرس حواری کی کم اعتقادی' ہوا کو دیکھ کر ڈرنا اور ڈوبنا اس گھڑی کے بعد کا واقعہ ہے' جس گھڑی پطرس حواری پانی پر چل کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام (یسوع مسیح) کے پاس جا رہے تھے' لہٰذا یہ بات اپنی جگہ برقرار ہے کہ پطرس[ل] حواری سے بھی پانی پر چلنا ثابت ہے' جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام پانی پر چلے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تھوڑے سے کھانے میں برکت دینا

ہیرودیس بادشاہ نے جب اپنے بھائی فلپس کی بیٹی کی فرمائش پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام (یسوع مسیح) کے یوحنا نامی حواری کا سر قلم کروا دیا' اور جب اس بات کی خبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے دیگر حوارین کے ذریعہ ہوئی تو یہ سن کر آپ علیہ السلام غمگین ہو کر کشتی پر کسی ویران جگہ چلے گئے' اور لوگ یہ سن کر شہروں سے اس ویران جگہ پر آ گئے' جہاں حضرت

ل۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پانی پر چلنے کے معجزہ کو یوحنا باب ۶ آیت ۱۶ تا ۲۱ میں اور مرقس باب ۶ آیت ۴۵ تا ۴۹ میں دیکھا جا سکتا ہے مگر یہاں پطرس حواری کا ذکر نہیں ملتا۔ خالد

شہروں سے آئے ہوئے لوگوں میں جو لوگ بیمار تھے آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان بیماروں پر ترس کھا کر ان کو اچھا کر دیا۔ اور جب شام کو شہروں سے آئے ہوئے لوگوں کو کھانا کھلانے کے لئے اس ویرانے میں پانچ روٹیوں اور دو مچھلیوں کے سوا کچھ نہ تھا تو آپ نے اس تھوڑے سے کھانے پر برکت دینے کا معجزہ کیا۔

"جب یسوع نے یہ سنا تو وہاں سے کشتی پر الگ کسی ویران جگہ کو روانہ ہوا اور لوگ یہ سن کر شہر شہر سے پیدل اس کے پیچھے گئے۔ اس نے اتر کر بڑی بھیڑ دیکھی اور اسے ان پر ترس آیا اور اس نے ان کے بیماروں کو اچھا کر دیا۔ اور جب شام ہوئی تو شاگرد اس کے پاس آکر کہنے لگے کہ جگہ ویران ہے اور وقت گزر گیا ہے۔ لوگوں کو رخصت کر دیں تاکہ گاؤں میں جاکر اپنے لیے کھانا مول لیں۔ یسوع نے ان سے کہا ان کا جانا ضروری نہیں۔ تم ہی ان کو کھانے کو دو۔ انہوں نے اس سے کہا کہ یہاں ہمارے پاس پانچ روٹیوں اور دو مچھلیوں کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس نے کہا وہ یہاں میرے پاس لے آؤ۔ اور انہوں نے لوگوں کو گھاس پر بیٹھنے کا حکم دیا پھر اس نے وہ پانچ روٹیاں اور دو مچھلیاں لیں اور آسمان کی طرف دیکھ کر برکت کی دعا کی اور روٹیاں توڑ کر شاگردوں کو دیں اور شاگردوں نے لوگوں کو دیں پھر سب کھا کر سیر ہو گئے اور انہوں نے بچے ہوئے ٹکڑوں سے بھری ہوئی بارہ ٹوکریاں اٹھائیں۔ اور کھانے والی عورتوں اور بچوں کے سوا پانچ ہزار مرد کے قریب تھے۔"

(متی باب ۱۴ آیت ۱۳ تا ۲۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مذکورہ معجزہ بھی ان کے معبود ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا کیونکہ اس قسم کا معجزہ بھی حضرت الیشع علیہ السلام سے ثابت ہے۔

اور بعل سلیسہ سے ایک شخص آیا اور پہلے پھلوں کی روٹیاں یعنی جو کے بیس گردے اور اناج کی ہری ہری بالیں مرد خدا کے پاس لایا۔ اس نے کہا ان لوگوں کو دیدے تاکہ وہ کھائیں۔ اس کے خادم نے کہا کیا میں اتنے ہی کو سو آدمیوں کے سامنے رکھ دوں؟ سو اس نے پھر کہا کہ لوگوں کو دیدے تاکہ وہ کھائیں کیونکہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ وہ کھائیں گے اور اس میں سے کچھ چھوڑ بھی دیں گے۔ پس اس نے اسے انکے آگے رکھا اور انہوں نے کھایا اور جیسا خداوند نے فرمایا تھا اس میں سے کچھ چھوڑ بھی دیا۔ (سلاطین ۔ ۲۔ باب ۴ ۴۲ تا ۴۴)

حضرت الیشع علیہ السلام کا کھانے میں اسی طرح برکت دینے کے اس معجزہ کی بابت رومن کیتھولک فرقے کی بائبل ۱۹۵۸ء کی حواشی میں لکھا ہے کہ:

”یہ معجزہ اس معجزہ کی علامت ہے، جس میں خداوند یسوع مسیح نے روٹی کو بڑھا دیا“[1]

ایک نظر ادھر بھی

بائبل کے بیان کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اپنی قوم بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرعون اور مصریوں کی غلامی سے آزاد کروا کر ”سین“ کے بیابان میں لے آئے جو ”ایلیم“ اور سینا کے درمیان ہے تو آپکی قوم بنی اسرائیل نے آپ علیہ السلام سے یہ شکایت شروع کر دی کہ اس بیابان میں ہم کیا کھائیں، پئیں جبکہ ”مصر میں تو ہم گوشت اور روٹی کھاتے تھے۔“

اس پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہو کر فرمایا میں ان کے لیے آسمان

---

[1] کلام مقدس، سوسائٹی آف سینٹ پال روما ۱۹۵۸ء، صفحہ ۵۰۴ ۔ خالد

سے روٹی برساؤں گا اور یوں موسیٰ علیہ السلام کی قوم (امت) کے لیے صبح و شام "من" نامی بابرکت کھانا آسمان سے اس بیابان میں آتا رہا' آگے چل کر بائبل بتاتی ہے کہ یہ بابرکت کھانا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے لیے چالیس سال تک اس بیابان میں مسلسل آتا رہا۔ اس واقعہ کی تفصیل "خروج باب ۱۶" میں دیکھی جا سکتی ہے۔

حضرت الیشع علیہ السلام کا کھانے میں برکت دینا' اور معجزانہ طور پر چالیس سال تک حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کے لیے "من" نامی کھانے کا آسمان سے آنا' ان دونوں واقعات کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تھوڑے سے کھانے میں برکت دینے کا معجزہ ان کے معبود ہونے کی دلیل کس طرح ہو سکتا ہے' اسکا اندازہ خود انصاف کی نظر سے عیسائی حضرات بھی لگا سکتے ہیں۔

نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وہ معجزات' مثلاً۔ بیماروں کو شفا دینا' کوڑھ کے امراض کو اچھا کرنا' اندھوں' بہروں اور گونگوں کو اچھا کرنا وغیرہ' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وہ بڑے معجزات ہیں جن کو عیسائی حضرات عیسیٰ علیہ السلام (یسوع مسیح) کے معبود ہونے کی دلیل میں پیش کرتے ہیں' مثلاً مردوں کو زندہ کرنا' بغیر باپ کے پیدا ہونا' زندہ آسمان پر جانا' پانی پر چلنا' کھانے میں برکت دینا' وغیرہ' جیسا کہ ان معجزات پر اوپر تفصیل سے بحث ہو چکی ہے تو جب ایسے بڑے معجزات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معبود ثابت نہیں کرتے' تو جو معجزات' ان مزکورہ معجزات سے کم درجہ کے ہیں' مثلاً بیماروں کو شفا دینا' کوڑھ کے امراض کو اچھا کرنا وغیرہ تو ایسے کم درجہ کے معجزات کو عیسیٰ علیہ السلام کے معبود ہونے کی دلیل میں کیسے قبول کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان کو دلیل بنایا جا سکتا ہے۔

لیکن! اس کے باوجود بائبل ہی سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت الیشع علیہ السلام نے کوڑھ کے ایک مریض کو اچھا کیا اس کے علاوہ بینا لوگوں کو نابینا کر دیا اور پھر ان ہی نابینا لوگوں کو بینا بھی کر دیا اس کے علاوہ اور بھی معجزات حضرت الیشع علیہ السلام سے ثابت

سلہ

ہیں۔

خاتم الانبیاء ﷺ، دین کامل اور معجزات

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو "خاتم الانبیاء" بنا کر بھیجا اور اس حوالے سے نبی کریم ﷺ کو دین کامل (اسلام) کی وہ تعلیمات اور اصول دے کر روانہ فرمایا کہ آئندہ تمام انسانیت اپنی تمام زندگی میں ان اصولوں اور تعلیم کو اپنا رہنما بنائے اور رہتی دنیا تک کے تمام انسانوں کے لئے اپنے کلام قرآن مجید اور اپنے محبوب بندے نبی کریم ﷺ کی ہر ادا کو "احادیث" کی شکل میں آخری قانون کی حیثیت دی' لہٰذا خاتم الانبیاء کو تمام انسانوں کی فلاح و بہبود کے لئے جہاں کامل دین اور کامل شریعت عطا ہوئی' وہاں آپ ﷺ کو کثرت کے ساتھ "معجزات" بھی عطا کئے گئے' تاکہ نبی کریم ﷺ کے ذریعہ ہر رنگ و نسل کے تمام انسانوں پر ہر طرح سے "اتمام حجت" ہو جائے۔

معجزات سلہ میں آپ ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید ہے' اس معجزے کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آج چودہ صدیاں گزر جانے کے باوجود قرآن مجید جس حفاظت کے ساتھ آپ ﷺ پر نازل ہوا تھا' آج اسی حفاظت کے ساتھ مسلمانوں کے ہاتھوں اور سینوں میں ہے' اس کے علاوہ آپ ﷺ کے معجزات میں چاند کے دو ٹکڑے ہونا (واقعہ شق القمر) زندہ آسمان پر جانا (واقعہ معراج) مردوں کو زندہ کرنا' مختلف موقعوں پر تھوڑے سے کھانے میں برکت دینا' آپ ﷺ کے جسم مبارک اور پسینہ سے خوشبو کا آنا' مریضوں کو شفاء دینا آپ ﷺ کا اللہ کے حکم سے مختلف موقعوں پر مریضوں کو شفا دینا' نابینا کو شفا دینا' درختوں کا سلام کرنا اور تابع فرمان ہونا' قرآن کریم اور حدیث کی روشنی میں مذکورہ معجزات اور ان معجزات کے علاوہ کئی اور معجزات نبی کریم ﷺ

سلہ جو حضرات ان معجزات کی تفصیل دیکھنا چاہیں وہ ملاحظہ۔۔۔ باب ۔۔۔ کا مطالعہ فرمائیں۔ خالد

سلہ نبی کریم ﷺ کے معجزات پر حضرت جلال الدین سیوطی ﷫ کی کتاب "خصائل الکبریٰ" ملاحظہ فرمائیں۔ خالد

کی صداقت اور نبوت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

بائبل مقدس سے دیگر انبیاء کرام کے معجزات اور خاتم الانبیاء ﷺ کے معجزات کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو معجزات اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا ہوئے وہ کوئی انفرادی حیثیت کے نہ تھے جن کی بنا پر عیسیٰ علیہ السلام کو معبود تسلیم کیا جائے نیز خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کسی قول اور بائبل کی کسی آیت سے یہ بات ثابت نہیں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام "معبود" ہیں اس لئے میں عیسائی حضرات کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ کیا "معجزات" کی بنا پر عیسیٰ علیہ السلام کو معبود تسلیم کرنا درست ہے؟ وما توفیقی الا باللہ

میں مسلمان کیوں ہوا؟
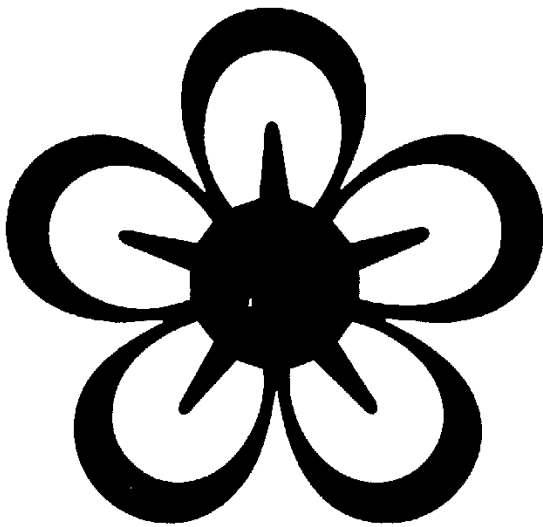
میں مسلمان کیوں ہوا؟

۱۹۸۵ء کی بات ہے کہ میں اور میری والدہ محترمہ کراچی کے ایک علاقے کلفٹن (خیابان شجاعت) پر ایک فرانسیسی اسکول کے استاد مسٹر مورل جو کہ خود بھی فرانس کے باشندے تھے اس کے بنگلے میں کام کیا کرتے تھے۔ یہ فرانسیسی استاد اپنے بیوی بچوں کے ساتھ یہاں پاکستان آئے ہوئے تھے۔

والدہ ان کے بچوں کی دیکھ بھال یعنی "آیا" کا کام کرتی تھیں اور میں ان کے گھر میں چوکیدار ہونے کے ساتھ ساتھ گھر کا سودا سلف بھی لایا کرتا تھا۔ نوکری کے ساتھ ساتھ ہماری رہائش بھی انہی کے یہاں تھی۔ یعنی میں' میری والدہ اور میرا چھوٹا بھائی "اسلم" ان کے بنگلہ کے اوپر والی منزل میں سرونٹ کوارٹر میں رہتے تھے۔ عیسائی ہوتے ہوئے میرا اور خود میری والدہ اور میرے چھوٹے بھائی کا چرچ (گرجا گھر) جانے کا اتفاق بہت کم ہوا۔ مگر گھر میں کبھی کبھی سونے سے پہلے اپنے عیسائیت کے طریقہ پر دعا وغیرہ کر لیا کرتا تھا۔

۱۹۸۵ء ہی کو ایک رات میں سو رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ بہت زبردست سمندری طوفان آگیا ہے۔ خواب میں یہ طوفان میں اس جگہ دیکھ رہا ہوں' جہاں ہم اس بنگلے سے پہلے کرائے کے مکان میں رہتے تھے۔ ہمارا مکان گھاس پھونس کا جھونپڑی نما ہے۔ اور ہمارے آس پڑوس میں جو مکانات ہیں وہ پختہ ہیں۔ خواب ہی میں دیکھ رہا ہوں کہ اس سمندری طوفان سے ہمارے آس پڑوس کے پختہ مکانات تو گر رہے ہیں۔ مگر ہمارا کچا گھاس پھونس سے بنا ہوا جھونپڑی نما مکان صحیح سلامت کھڑا ہوا ہے۔ اور میں اس جھونپڑی نما مکان کے دروازے سے گردن باہر نکال کر آسمان کی طرف دیکھتا ہوں اور کہتا ہوں کہ یااللہ! یہ لوگوں کے پکے مکانات گر رہے ہیں' ہمارا جھونپڑی نما مکان اب تک کیوں نہیں گرا۔ خواب میں یہ بات کہنے کے فوراً بعد میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں کہ سمندر کے کنارے کنارے چلا جا رہا ہوں اور آسمان سے غیبی آواز آتی ہے "اے خالد اپنے دل سے کفر نکال دو۔"

یہاں خیال رہے کہ میرا شروع سے نام خالد نہ تھا بلکہ یونیل لنڈن تھا۔ خالد نام میں نے اپنے لئے اس وقت پسند کیا تھا۔ جب ہماری والدہ محترمہ ہمارے والد صاحب کے عتاب سے تنگ آکر علیحدگی کے بعد لاہور سے کراچی آگئی تھیں۔ [سلہ] کراچی [سلہ] آکر والدہ محترمہ نے سب سے پہلے جن لوگوں کے گھر کام کیا تھا وہ لوگ عرب کے رہنے والے میاں بیوی تھے۔ ان کے سب سے بڑے لڑکے کا نام خالد تھا۔ لہٰذا مجھے یہ نام بہت پسند آیا۔ خیر میں نے بھی والدہ سے یہ کہنا شروع کر دیا کہ مجھے بھی خالد نام سے پکارا جائے' سو میں نے خود اپنا نام خالد رکھا۔ یہ بچپن کی بات تھی مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ خالد نام میرے لئے خوش قسمتی کا ستارہ بن جائے گا۔

خیر بات ہو رہی تھی خواب کی کہ میں نے ایک غیبی آواز سنی کہ "اے خالد اپنے دل سے کفر نکال دو۔" بس اس کے بعد میری آنکھ جب صبح کو کھلی تو اس دن کے بعد سے لے کر کافی دن تک میں پریشان رہا کہ یہ کیسا خواب تھا۔ والدہ محترمہ سے ذکر کیا تو والدہ نے کہا "چھوڑو بیٹا! خواب خواب ہوتا ہے بھول جاؤ۔"

لیکن میں کافی دن تک نہ بھول پایا اور سوچنے لگا کہ کیا جس مذہب پر میں ہوں وہ صحیح نہیں یا میں خود ٹھیک نہیں۔ یعنی اس دوران مجھے مختلف خیالات نے گھیر رکھا تھا۔

ادھر ہم لوگ ان فرانسیسیوں کے گھر سے کام چھوڑ کر ۱۹۸۶ء میں ڈیفنس کے ساتھ ایک محلہ ہے گذری ولیج کے نام سے' وہاں پر ایک مکان کرائے پر لے کر رہنے لگے۔ جس جگہ ہم نے یہ مکان لیا تھا اس مکان کے بالکل قریب ہی ایک مسجد تھی "مسجد عباس رض"' وہاں پر اکثر اوقات تبلیغی جماعتیں بھی آیا کرتی تھیں۔ ایک دن ایسا ہوا کہ میں اس مسجد کے قریب ہی کھڑا ہوا تھا کہ تبلیغی جماعت کے حضرات اس محلے میں گشت کیلئے نکلے۔

سلہ میری پیدائش ۱۹۶۸ میں کندیاں ضلع میانوالی میں ہوئی۔ پھر میرے والدین گوجرانوالہ بمقام چیچہ آلی یا چیچہ والی میں چند سال رہائش پذیر رہے۔ اس کے بعد میرے والدین لاہور کوٹ لکھپت میں مستقل رہائش پذیر ہوگئے تھے۔

سلہ میرے والد سے علیحدگی کے بعد میری والدہ صاحبہ ۱۹۷۹ میں مجھے اور میرے چھوٹے بھائی کو لیکر کراچی آگئیں تھیں۔ اور جب سے اب تک ہم لوگ کراچی میں رہائش پذیر ہیں۔ خالد

وہ حضرات مجھے دیکھ کر میری طرف بڑھ آئے اور کہنے لگے کہ مسجد میں اللہ رسول کی بات ہو رہی ہے، آپ بھی ہمارے ساتھ مسجد میں چلیں۔ میں نے بجائے یہ کہنے کے کہ میں عیسائی ہوں کہہ دیا کہ اچھا ابھی گھر سے ہو کر آتا ہوں۔ بس جان چھڑانے والی بات تھی گھر کا بہانہ بنا کر گھر چلا گیا۔ لیکن میں ان کی محبت بھری دعوت کو بھول نہ پایا۔

آگے رمضان المبارک کی آمد آمد تھی۔ دن گزرتے رہے یہاں تک کہ رمضان سے ایک دن پہلے میرے دل میں خود بخود ایک خیال پیدا ہوا وہ یہ کہ ہم عیسائی لوگ بھی روزہ رکھتے ہیں۔ چلو ایک روزہ مسلمانوں والا بھی رکھ کر دیکھوں، بھلا کیا ہوتا ہے۔ مسلمانوں والے ماحول میں رہتے رہتے یہ تو معلوم ہی تھا کہ کب اٹھ کر روزہ رکھتے ہیں اور کب کھولتے ہیں۔ خیر پہلا روزہ رکھا اور دل میں یہ ارادہ کر لیا کہ آج کوئی غلط بات منہ سے نہیں نکالنی اور منکرات سے بچنا ہے۔ صبح تیار ہو کر اسکول چلا گیا اور کسی سے یہ ذکر نہیں کیا کہ میں روزہ رکھ کر آیا ہوں۔ دوپہر کو اسکول سے گھر آ کر گھر میں کسی بات کا ذکر نہیں کیا۔ البتہ اس کے بعد پھر میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ روزہ تو رکھ لیا ہے اب نماز بھی پڑھنی ہے۔ خیر نماز وغیرہ کہاں آتی تھی اسی لئے نماز پڑھنے ابھی مسجد نہیں گیا تھا۔ مگر میں نے خود بخود ہی ''کلمہ طیبہ'' پڑھ لیا۔ اور دل میں سچے جذبے کے ساتھ یہ بات پکی کر لی کہ میں آج سے مسلمان ہوں۔ اس کے بعد نماز ظہر اسی قریبی مسجد میں امام صاحب کے پیچھے جا کر الٹی سیدھی ادا کی اور گھر واپس آ گیا۔ نماز ادا کرنے کے بعد بہت سکون اور حلاوت محسوس ہوئی کہ جس کو الفاظ میں بیان کرنا میرے لئے مشکل ہے۔ نیز یہ کہ اس محلے میں ہم لوگ نئے نئے آئے تھے اس لئے بہت کم لوگ اس بات سے واقف تھے کہ ہم لوگ عیسائی ہیں۔ اسی بناء پر میرے مسجد جانے پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔

دوسرے دن بھی روزہ رکھا اور اسکول جانے سے پہلے نماز کا ایک کتابچہ ''آسان نماز'' خرید لیا تاکہ وہاں اپنے دوستوں سے نماز وغیرہ سیکھ لوں۔ اسکول میں اکبر نامی ایک لڑکا میرا دوست تھا میں نے اس سے آہستہ آہستہ اور خاموشی سے نماز سیکھ لی۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم ہوا اور میں نے پابندی کے ساتھ پورے روزے رکھے اور پانچ وقت کی نماز ادا کی۔ بس یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایسی ان دیکھی قوت اور مدد تھی کہ میں چپ

چاپ بلا سوچے سمجھے نماز روزے کی بجا آوری اور اسلام نے دیگر احکامات کی معلومات میں لگا ہوا تھا۔

ادھر میری والدہ اور میرا چھوٹا بھائی بھی میری اس تبدیلی پر سخت ناراض تھے۔ اور اس عرصے میں ہمارے چھوٹے ماموں امانت مسیح جو کہ ضلع سانگھڑ میں رہتے ہیں۔ وہ بھی میری اس تبدیلی کو دیکھ چکے تھے کیونکہ ان دنوں وہ بھی ہم سے کراچی ملنے آئے ہوئے تھے اور واپس ضلع سانگھڑ جاکر انھوں نے بھی ہمارے دیگر رشتے داروں میں اس بات کا خوب چرچا کیا کہ بڑی باجی[1] کا بڑا لڑکا مسلمان ہوگیا ہے۔ادھر میری والدہ کے چھوٹے بھائی یعنی میرے ماموں (سسر) نے کہا کہ میں یہ بات اس وقت تک تسلیم نہیں کروں گا جب تک خود نہ دیکھ لوں کہ لڑکا مسلمان ہوا ہے یا نہیں۔کیونکہ میرے ان ماموں کی بڑی لڑکی سے میری منگنی عیسائی ہوتے ہوئے ۱۹۸۵ء میں ہوچکی تھی۔

ادھر مسلمان ہونے کے بعد میں اپنی منگیتر اور منگنی کے سلسلے میں بھی پریشان تھا۔اور دل میں سوچ لیا تھا کہ میں خود اپنی منگیتر سے اپنے بارے میں بات چیت کروں گا اور اسے اپنے مسلمان ہونے کی ساری تفصیل بتاکر فیصلہ اس پر چھوڑ دوں گا۔پھر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک دفعہ پھر ۱۹۸۷ء میں ہمیں وہ محلہ چھوڑنا پڑا۔اس دفعہ ڈیفنس میں کورنگی روڈ کے قریب ایک بنگلے پر والدہ محترمہ کو کھانا پکانے کا کام مل گیا اور ساتھ ہی ساتھ رہائش کیلئے صاحب لوگوں نے مکان بھی دیدیا۔یہ لوگ پاکستانی تھے۔اس دفعہ مجھے والدہ محترمہ کے ساتھ کام تو نہ ملا۔لیکن اسکول سے واپسی کے بعد میں ایک درزی کی دکان پر کام کرنے لگا۔ان ٹیلر ماسٹر محمد حیات صاحب کے پاس میں بہت پہلے بھی کام کرچکا تھا۔اس لئے مجھ سے واقف تھے۔جب ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ میں اسلام قبول کرچکا ہوں تو یہ لوگ بھی بہت خوش ہوئے۔مگر ماسٹر محمد حیات صاحب اور ان کے ایک دوست مولانا عبدالغفور صاحب نے کہا کہ یہ تو ٹھیک ہے تم مسلمان ہوگئے ہو مگر اپنے مسلمان ہوجانے کے ثبوت کے طور پر تمہارے پاس "سند اسلام" تو ہونی چاہئے۔میں نے ان سے کہا کہ

---

[1] یعنی میری والدہ صاحبہ۔خالد

مجھے تو اس بارے میں کچھ علم نہیں۔ آپ ہی لوگ میری رہنمائی فرمائیں۔

اور پھر ایک دن ۹ رجب المرجب ۱۴۰۸ ہجری مطابق ۹ مارچ ۱۹۸۸ء کو ماسٹر محمد حیات صاحب، مولانا عبدالغفور صاحب اور ان کے دو شاگردوں کے ساتھ دارالافتاء مدرسہ عربیہ اسلامیہ، نیوٹاؤن کراچی میں حاضر ہو کر ایک عالم دین اور مفتی صاحب کے ہاتھ پر دین اسلام قبول کیا۔ گواہوں کی جگہ بھی ماسٹر محمد حیات صاحب اور مولانا عبدالغفور صاحب نے دستخط کئے۔ اور یوں مجھے دین اسلام قبول کرنے پر ثبوت کے طور پر "سند اسلام" مل گئی۔ یہ دن میرے لئے بہت بڑی خوشی کا دن تھا اسی دوران مجھے ضلع سانگھڑ اپنی منگیتر کے پاس جانے کا اتفاق ہوا۔ لیکن وہاں پر میں نے کسی پر اس کا خصوصی اظہار نہیں ہونے دیا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ بس جب نماز کا وقت ہوتا اس سے کچھ پہلے گھر سے نکل جاتا اور کہیں دور جا کر نماز ادا کرنے کے بعد واپس آجاتا۔

اپنی منگیتر سے جب بات چیت ہوئی اور اپنے مسلمان ہونے کے بارے میں بتایا تو وہ بہت حیران ہوئی اور سوچ میں پڑ گئی۔ لیکن کیونکہ منگنی ہو جانے کے بعد لڑکے لڑکی میں ایک طرح کی محبت قائم ہو جاتی ہے۔ اس لئے میری منگیتر کیلئے بھی جلد ہی کوئی فیصلہ کرنا مشکل تھا۔ اس لئے دو تین بار کی "ہاں" اور "نہ" کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ ماموں اور ممانی ایسے تو کبھی بھی نہیں مانیں گے لہٰذا ایک ہی راستہ ہے اور وہ کورٹ میرج۔

بس پھر یہ کہ یہاں کراچی آکر میں نے اور میری منگیتر نے کورٹ میرج کر لی۔ اور اس طرح میری منگیتر جو کہ اب میری بیوی ہے اسی دن مسلمان بھی ہو گئی۔ یہ تمام کارروائی بھی ۱۹۸۸ء ہی کو عمل میں آئی۔ میرے مسلمان ہونے اور کورٹ میرج کی شادی نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ اور گھر میں والدہ اور بھائی کی مخالفت کے ساتھ ساتھ دیگر رشتہ دار میرے سخت ترین دشمن بن گئے۔ جس کے بعد مجھے کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ والدہ اور بھائی کی مخالفت تو آہستہ آہستہ ایک جگہ رہتے رہتے ختم ہو گئی۔ مگر رشتے دار دشمن رہے۔ آخر تین چار سال کی مخالفت کے بعد سب سے پہلے میری بیوی کے چھوٹے بھائی ہم سے کراچی ملنے کیلئے آئے۔ اب یہی موقع تھا کہ میں نے کھل کر اپنی بیوی کے بھائی کو بتا دیا کہ میں اور تمہاری بہن اب مسلمان ہو چکے ہیں۔ لہٰذا میرے سامنے کبھی یہ کوشش

نہ کرنا کہ تم ''اسلام'' کے خلاف کوئی بات کرو۔

اللہ کے فضل وکرم سے اس نے کوئی ایسی بات نہ کی اور یوں اس کے دو تین بار ہمارے پاس آنے کی وجہ سے دیگر خاندان والے بھی کچھ ٹھنڈے پڑ گئے خاص کر میرے ماموں (سسر) اور ممانی (ساس) صاحبہ بھی ٹھیک ہوگئے۔

ادھر کرائے کے مکانوں میں اور بنگلے کے سرونٹ کوارٹروں میں تیرہ چودہ سال سے زندگی گزار گزار کر ہم لوگ بھی تنگ آ چکے تھے۔ والدہ محترمہ نے اپنی کمائی سے پیسے جوڑ جوڑ کر ۸۳-۱۹۸۲ء میں اورنگی ٹاؤن کرسچین کالونی میں دو پلاٹ پکی آبادی میں لے چھوڑے تھے۔ مگر تعمیری خرچ نہ ہونے کی وجہ سے ہم لوگ کبھی کرائے کے مکان میں رہتے اور کبھی سرونٹ کوارٹر میں رہتے۔

زندگی نے ایک دفعہ پھر پلٹا کھایا اور جس جگہ والدہ محترمہ کام کرتی تھیں وہاں ان بیگم صاحبہ کا مزاج کچھ گرم تھا جس کی وجہ سے والدہ کو وہ نوکری چھوڑنی پڑی۔ اور اس عرصہ میں ایک عدد کمرہ والدہ محترمہ اس پلاٹ پر بنوا چکی تھیں۔ اس لئے وہاں سے نوکری چھوڑنے کے بعد ہم لوگ سیدھے اورنگی ٹاؤن کرسچین آبادی میں چلے آئے۔ جیسے تیسے کرکے ایک کمرہ اور بنوایا اور ہماری جان ان کرائے کے مکانوں سے چھوٹی۔ لیکن یہاں آکر معلوم ہوا کہ ہم لوگ آسمان سے گرے اور کھجور میں اٹکے کا مصداق بن گئے ہیں۔ خاص کر میری ذات یہاں کے عیسائی حضرات کیلئے تکلیف دہ بن گئی۔

یہاں کرسچین کالونی میں والدہ کو جو لوگ پہلے سے جانتے تھے اور جو لوگ بعد میں واقف کار بنے انہوں نے میری والدہ کو میرے خلاف خوب بھڑکایا۔ نیز محلے کے لڑکے میرے چھوٹے بھائی کو ''طعنہ'' دیتے کہ تمہارا بھائی تو مسلمان ہے۔ یہ ہے اور وہ ہے۔ غرض بہت سی باتیں کرتے جس سے والدہ اور بھائی وغیرہ آہستہ آہستہ پھر میرے خلاف ہونا شروع ہوگئے۔ والدہ محترمہ نے آخر یہ کہنا شروع کر دیا کہ بیٹا خالد کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ تم دوبارہ عیسائیت اختیار کر لو۔

اس پر میں نے کہا ''امی یہ کبھی نہیں ہوسکتا چاہے کچھ ہو جائے۔'' میرے اس جواب پر بات بڑھتے بڑھتے بہت بڑھ گئی یہاں تک کہ میں نے والدہ سے صاف کہہ دیا کہ

آپ لوگوں کو تو چھوڑ سکتا ہوں مگر "دین اسلام" نہیں چھوڑ سکتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۹۱ء کے شروع میں اپنے بیوی بچوں کو لے کر والدہ اور بھائی سے علیحدہ ہو گیا اور قیوم آباد کے علاقہ میں تین سو روپے کرایہ کے ایک مکان میں رہنے لگا۔

اس کرائے کے مکان میں ابھی ایک ماہ بھی رہتے ہوئے نہ ہوا تھا کہ والدہ محترمہ مجھے منا کر پھر اپنے ساتھ اورنگی ٹاؤن کرسچین کالونی میں لے آئیں۔ زندگی پھر معمول پر آ گئی اب والدہ مذہب چھوڑنے کو تو نہ کہتیں البتہ جو میں نے داڑھی رکھی ہوئی ہے اس کو ختم کروانے کیلئے کہتیں۔ میں نے کہا "امی! یہ بھی نہیں ہو سکتا ہے۔" والدہ کہنے لگیں کہ بیٹا زندگی پڑی ہوئی ہے داڑھی رکھنے کیلئے ابھی سے تو کم از کم نہ رکھو۔ اس پر والدہ کو جواب تو بہت سے دیئے جا سکتے تھے مگر میں نے جواب گول مول کر دیا۔[لہ]

یہ سب تبلیغی جماعت میں کچھ وقت لگانے کی برکت تھی کہ میں نے داڑھی رکھ لی تھی۔

انہی دنوں یہاں عیسائی بستی میں میری جن لوگوں سے واقفیت ہوئی تھی۔ ان میں سے میرے بالکل سامنے والے گھر میں جو تین بھائی عیسائی رہتے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے یہ معلوم کرنے کے بہانے کہ میں عیسائی سے مسلمان کیوں ہوا تھا، مذہبی بحث شروع کر دی۔ میں ان دنوں صرف اور صرف اسلامی معلومات کی کتابیں پڑھ رہا تھا۔ مذہبی بحث کے دوران جو سوالات ان لوگوں نے اسلام کے خلاف کیے اور تثلیث پرستی کے حق میں کیے تھوڑی بہت معلومات کے تحت میں نے ان سوالات کے جوابات دیئے۔ اللہ کا کرم ایسا ہوا کہ انہی دنوں میں کسی اسلامی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا کہ اس کتاب کے آخر میں چند کتابوں کی فہرست چھپی ہوئی نظر سے گزری۔ اس فہرست میں موجود حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کی ایک کتاب "عیسائیت کیا ہے" تھی۔ اسی کتاب کے مطالعے سے پتہ چلا کہ ردعیسائیت پر ایک تین جلدوں والی کتاب "اظہار الحق" (بائبل سے قرآن تک)

[لہ] حالانکہ خود بائبل میں داڑھی منڈوانے کی سخت ممانعت آئی۔ چنانچہ بائبل کی کتاب "احبار" باب ۱۹ آیت ۲۷ میں ہے کہ: "تم اپنے سر کے بال گول طرح سے نہ کاٹو اور نہ تم اپنی داڑھی منڈواؤ"۔ خالد

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مرحوم مغفور کی [illegible] بے مثال کتاب بھی ہے
لیکن اس وقت میرے پاس ان تین جلدوں والی کتاب کو خریدنے کی گنجائش نہ تھی مگر "صدیقی ٹرسٹ" جو کہ لسبیلہ چوک پر واقع ہے' وہاں جاکر محترم جناب احمد دیدات صاحب کے پاکستان میں شائع ہونے والے انٹرویو اور مناظرہ کے چند ایک کتابچے خرید لئے جن سے مجھے بہت فائدہ ہوا۔"عیسائیت کیا ہے" اور احمد دیدات صاحب کے چند ایک کتابچے پڑھنے کے بعد میں اس قابل ہو گیا کہ اب کسی بھی عیسائی سے بات چیت ہو سکتی تھی۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جس نے بھی یہاں کرسچین کالونی میں میرے ساتھ عیسائیت پر بات کی اس کا منہ توڑ جواب محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دیا۔

"بائبل' قرآن اور سائنس" فرانسیسی مصنف موریس بوکایئے کی ایک کتاب ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ اردو میں یہاں پاکستان میں بھی دستیاب ہے۔ جو کہ رد عیسائیت پر اور اسلام کی حقانیت پر ایک بہترین کتاب ہے۔ اس کتاب کے مطالعے نے بھی میری معلومات میں خوب اضافہ کیا اور موجودہ بائبل کی تضاد بیانیوں کو خوب سے خوب بیان کیا۔ اس عرصہ میں میری یہاں کی عیسائیوں سے "تثلیث پرستی" پر کافی بحث اور بات چیت ہوئی۔

مگر پہل ہمیشہ مذہبی بحث میں یہاں کے عیسائیوں نے ہی کی' مثلاً جن کے ساتھ میری عیسائیت پر بات چیت چل رہی تھی صرف وہی لوگ مناظرے میں پہل کرتے تھے۔ شروع شروع میں بہت ڈر بھی لگتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اسلام کے متعلق کوئی ایسا سوال کر دیں جس کی وجہ سے میں کوئی جواب نہ دے پاؤں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل و کرم رہا کہ اسلام کے بارے میں انہوں نے جو اعتراض کیا اس کا جواب اوپر مذکورہ کتابوں سے بڑی حد تک دیا۔

۱۹۹۲ء میں اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کے ماہ میں میرے لئے گنجائش پیدا فرمائی اور مجھے توفیق عطا ہوئی اور میں نے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مرحوم و مغفور کی کتاب "اظہار الحق" (بائبل سے قرآن تک) لے لی۔ اس کتاب نے مجھے رد عیسائیت کی دیگر کتب سے بے نیاز کر ڈالا۔ حضرت مولانا نے ایسے ایسے دلائل اس کتاب میں

ردعیسائیت پر جمع فرمائے ہیں کہ عقل حیران رہ گئی۔[1] اور عیسائی پادریوں کی جانب سے اسلام پر کیئے گئے اعتراضات کے وہ جواب دیئے کہ اللہ جانتا ہے۔ میرا ایمان دین اسلام پر اور زیادہ سے زیادہ مضبوط ہو گیا اس لئے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ والے واقعی اللہ والے ہوتے ہیں۔ موجودہ بائبل میں تضاد بیانیوں، فحش کلامیوں، تحریف، عقیدہ تثلیث اور اسلام کی حقانیت پر وہ بحث حقائق کی روشنی میں کی ہے کہ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مرحوم و مغفور کیلئے جتنی بھی دعائے خیر کی جائے وہ کم ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ کے بعد سے آج تک میرا یہ دعویٰ ہے کہ اگر پوری عیسائی دنیا بھی لگ جائے تو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "اظہار الحق" کا کوئی ایک جواب بھی یہ نہیں دے سکتے۔ ایک صدی سے زیادہ وقت اس کتاب کی اشاعت کو ہو چکا ہے مگر میرے علم میں نہیں کہ کسی عیسائی یا خود کسی پادری نے اس کتاب کا جواب دیا ہو یا لکھا ہو۔ نیز حضرت مولانا کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "اعجاز عیسوی" بھی ردعیسائیت پر بے مثال کتاب ہے۔ چنانچہ عیسائی مذہب کے حوالے سے اگر مسلمان علمی معلومات اور اس کے رد پر کچھ جاننا چاہتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کی جانب رجوع کریں۔ اور اگر کوئی عیسائی برادری کا فرد حقیقت پسندی کے ساتھ عیسائیت کے خود ساختہ نظریات اور دین اسلام کی حقیقی تعلیم کو سمجھنا چاہتا ہے تو انہیں بھی چاہئے کہ وہ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کی جانب رجوع

---

[1] میں یہاں اس حقیقت کا بھی اعتراف کرتا چلوں کہ عیسائی ہوتے ہوئے مجھے خود بھی عیسائیت کا واجبی سا علم تھا، لیکن جب میں نے "دین اسلام" قبول کیا اور عیسائی برادری نے میرے قبول اسلام کے حوالے سے جب "اسلام" پر اعتراضات کئے تو مجھے تجسس پیدا ہوا کہ میں نہ صرف عیسائی برادری کے اعتراضات کے جوابات دوں بلکہ ان کے عقائد باطلہ کی نفی بھی کروں۔ چنانچہ اہل اسلام کی جانب سے ردعیسائیت کی کتب کی تلاش نے مجھے مناظرے اسلام حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مرحوم و مغفور کی کتاب "اظہار الحق" اور "اعجاز عیسوی" سے جا ملایا۔ یہ وہی رحمت اللہ کیرانوی مرحوم و مغفور ہیں کہ جن کی تصانیف کے بارے میں حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: "اللہ مولوی رحمت اللہ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ ان کی کتابیں عقائد اسلامیہ کے تحفظ میں اپنی مثال آپ ہیں۔ خدانخواستہ وقت پڑنے پر ہمارے علماء کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں" خالد

کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ایسا فرد یا افراد ضرور حق (اسلام) کی جانب پلٹیں گے۔ باقی توفیق عمل تو اللہ تعالیٰ ہی کی ذات عالی کے ہاتھ میں ہے۔

اپنے مسلمان ہونے کے حالات کے تحت جو کچھ میں نے مناسب سمجھا یہاں صرف وہی کچھ عرض کیا ہے۔ اپنے مسلمان ہونے سے پہلے یا بعد میں جو باتیں تلخ حقائق رکھتی ہیں یا مناسب معلوم نہیں ہوتیں ان کا ذکر میں نے یہاں نہیں کیا۔ اس لئے میرے مسلمان ہونے کے حالات پڑھتے ہوئے جو بھی بات ادھوری یا اشکال شدہ نظر آئے ۔ اسے میرے اوپر والے بیان پر قیاس کیا جائے۔

آخر میں آپ سے گزارش ہے کہ میرے لئے میرے بیوی بچوں کیلئے دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو دین اسلام پر قائم رکھے اور ایمان پر خاتمہ فرمائے۔ نیز والد اور بھائی کیلئے بھی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی سچے دل کے ساتھ دین اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

وما توفیقی الا باللہ
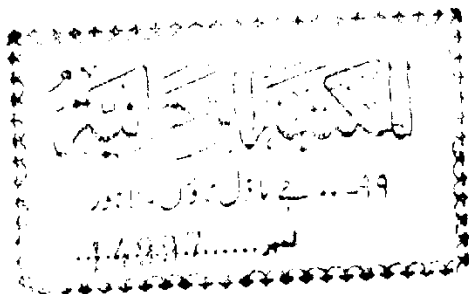
علمی اور تاریخی حقائق کی روشنی میں

ایک اہم عربی کتاب کا شگفتہ اردو ترجمہ جس میں مسیحیت کا معروضی مطالعہ اور بے لاگ جائزہ پیش کیا گیا ہے اور قرآن حکیم کی روشنی میں مسیحیت کی تاریخ اور اس کے کمزور پہلوؤں کی علمی انداز میں نشاندہی کی گئی ہے۔

ادارہ اسلامیات
پبلشرز، بک سیلرز، ایکسپورٹرز
دینا ناتھ مینشن، مال روڈ، لاہور۔ فون ۷۳۲۴۴۱۲ ـ فیکس ۹۲-۴۲-۷۳۲۴۸۵
۱۹۰۔ انارکلی، لاہور، پاکستان ـ فون ۷۲۴۳۹۹۱-۷۳۵۳۲۵۵
موہن روڈ، چوک اردو بازار، کراچی فون ۷۷۲۲۴۰۱

اِعجازِ عیسوی جدید

تالیف

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی قدس سرہٗ

تحریف بائبل اور اس میں موجود تضادات پر نامور محقق کی نادر علمی تحریر
اردو کے نئے پیرہن میں ـــــ تردید عیسائیت پر حوالہ کی مشہور کتاب

تسہیل وتحقیق وتشریح وحواشی

حضرت مولانا جسٹس محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم
جناب مولانا محمد محترم فہیم عثمانی رحمۃ اللہ علیہ
جناب مولانا حسین احمد نجیب

اِدارہ اِسلامیات
پبلشرز، بک سیلرز، ایکسپورٹرز

دینا ناتھ مینشن، مال روڈ، لاہور۔ فون ۷۳۲۴۴۱۲۔ فیکس ۷۳۲۴۸۵-۴۲-۹۲
۱۹۰-انارکلی، لاہور، پاکستان۔ فون ۷۲۴۳۹۹۱-۷۳۵۳۲۵۵
موہن روڈ، چوک اُردو بازار، کراچی فون ۷۷۲۲۴۰۱

كلمة الله فی حياة روح الله

يعنی

حیاتِ عیسیٰؑ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پہ زندہ اٹھایا جانا اس وقت تک آسمان میں زندہ رہنا، اور قرب قیامت کے وقت آسمان سے نازل ہونا، قرآنی آیات اور احادیثِ نبویہ کی روشنی میں۔

از

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ

ادارہ اسلامیات
پبلشرز، بک سیلرز، ایکسپورٹرز
دینا ناتھ مینشن، مال روڈ، لاہور۔ فون ۷۳۲۴۴۱۲۔ فیکس ۷۳۲۴۷۸۵-۴۲-۹۲
۱۹۰۔ انارکلی، لاہور، پاکستان۔ فون ۷۲۴۳۹۹۱۔ ۷۳۵۳۲۵۵
موہن روڈ، چوک اردو بازار، کراچی فون ۷۷۲۲۴۰۱

DESCENSION OF JESUS CHRIST

An English Translation of

"NUZUL-E-ESA"

(نزول عیسیٰ)

Molana Syed Mohammad Badr-e-Alam

Translated by
SYED AQIL MOHAMMED
B.SC, LL.B

Idara-e-Islamiat

★ *190-Anarkali, Lahore-Pakistan Ph: 7353255-7243991*
★ *14-Dina Nath Mansion Mall Road Lahore-Pakistan Ph: 7324412 Fax: 092-42-7324785*
★ *Mohan Road Chowk Urdu Bazar Karachi-Pakistan Ph: 7722401*